

# متعلو اسلام

مُصَنَّفٌ

قدس  
سره العزیز

اشرف العلماء شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی

بزرگ اشرف العلماء پاکستان

لاہور • سرگودھا • جہلم

# متعاور اسلام

عمدة الاذکيا مشرف العلماء ابو الحسنات  
مولانا علامہ محمد شرف سیالوی زید مجرم

بزم اشرف العلماء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
جملہ حقوق محفوظ ہیں

تحد اور اسلام	نام کتاب
اشرف العلماء، شیخ الحدیث علامہ محمد	مصنف
اشرف سیالوی قدس سرہ	
ربیع الثانی 1434ھ فروری 2014ء	تاریخ اشاعت
288 صفحات	ضخامت
حرمت وحدہ	موضوع کتاب
	قیمت

اہتمام طباعت :

0302- 62 23 736

بزم اشرف العلماء پاکستان  
(مرکزی دفتر، سلاوالی ضلع سرگودھا)

مراکز ترسیل:

0320-58 50 951

بزم شیخ الاسلام،  
جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ، جہلم

0321-94 25 765

دار الاسلام، لاہور

0345-78 67 732

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودھا  
مرکزی جامع مسجد عیدگاہ، جنگ صدر

0300- 460 98 60

اکرام کیسٹ ہاؤس، داتا دربار لاہور

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
1	حصہ اول	1
2	گناہ طلاق اور خلع	2
4	مصالحی کوشش	3
4	عورت کی طرف سے نشوز	4
5	طلاق رجعی کے بعد	5
5	منکوحات کی تحدید اور امتیاز نوع انسانی	6
8	متعدہ اسلام، قرآن مجید اور سنت رسول کی روح کے خلاف ہے	7
9	متعدہ کی حرمت از روئے قرآن مجید	8
9	شیعی ترجمہ مقبول	9
9	وجہ استدلال	10
10	شیعی ترجمہ مقبول، وجہ استدلال	11
12	شیعی ترجمہ مقبول، وجہ استدلال	12
20	قرآن کریم صرف تو اتر سے ثابت ہے	13
23	علامہ کاشانی کا انحراف اول	14
23	علامہ کاشانی کا انحراف دوم	15
24	علامہ ڈھکو کا انوکھا استدلال	16
24	مفسرین اہلسنت نے یہی تفسیر کی ہے	17

26	علامہ ڈھکو صاحب کی فریاد	18
27	شیعہ ترجمہ مقبول	19
28	وجہ استدلال	20
32	عقد متعہ کے احکام قرآن حکیم میں مذکور نہیں	21
33	متعہ اور نکاح میں وجوہ فرق	22
39	مجموعہ عورت لوٹڈیوں کی مثل ہے	23
40	مضحکہ خیز دعویٰ اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش	24
42	حرمت متعہ از روئے احادیث رسول و اقوال صحابہ و ائمہ اہلبیت	25
48	شیعہ کی عجیب و غریب منطوق	26
49	فریب کاری کی انتہا	27
51	روایات میں اختلاف اور تعارض کا جواب	28
53	شیعی علامہ ڈھکو کی پھبتی	29
58	حضرت عبداللہ بن عباس کا نظریہ	30
65	حضرت عمران بن حصین کا نظریہ	31
67	حضرت جابر بن عبداللہ کا نظریہ	32
68	مضحکہ خیز اضافہ	33
69	حضرت علی کا نظریہ	34
71	اعتذار شیعہ اور اس کی لغویت	35
72	اجماع اہل بیت کے دعویٰ کی لغویت	36

73	شہادت اربعہ پر بے جواز تکیہ اور اعتماد	37
75	اعتراف جرم کس کا	38
78	تعدہ کو حرام کرنے والا کون؟	39
80	عجیبہ	40
81	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعلان اور صحابہ کرام کی تصدیق و تائید	41
84	قول فیصل	42
85	کیا تعدہ کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے؟	43
87	حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی گستاخی	44
94	حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام کے متعلق شیعہ نظریہ	45
100	تعدہ کی ممانعت کتب شیعہ سے	46
103	شیعی تاویلات اور ان کی لغویت	47
103	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان و افتراء	48
105	کیا اہل اسلام کی عزت و ناموس کا تحفظ اسلام نہیں	49
108	ثواب تعدہ والی روایات کا بطلان	50
108	ممنوعیت تعدہ میں وارد پہلی روایت اور علامہ ڈھکو کی غلط بیانی	51
112	امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب ہونا	52
113	دریافت طلب امر	53
113	علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب	54
117	کثرت تعدہ کی ممانعت	55

119	امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متعہ کو حرام قرار دینا	56
120	روایات کی صحت کا اعتبار	57
122	عند الشیعہ روایات کی کثرت و قلت معیار حق نہیں	58
	متعہ کے مفاسد کا بیان اور عقلاً ناجائز ہونے کا ثبوت	59
126	لوحہ فکریہ	60
127	متعہ کا بطلان از روئے عقل	60
127	متعہ ذلت و رسوائی کا موجب ہے اور بے عقلی کی دلیل	62
129	متعہ پر راضی لڑکیاں بے عقل ہیں	63
130	لوحہ فکریہ	64
138	متعہ خالص زنا ہے	65
141	اس فتویٰ کی زد میں کون لوگ آتے ہیں	66
143	حصہ دوم کلمۃ التقدیم	67
148	باب اول متعہ کے بیان میں	68
148	متعہ کا فر عورتوں سے جائز ہے مگر ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں	69
150	یہودی اور نصروانی عورتوں کے ساتھ جواز نکاح منسوخ	70
151	متعہ ہزار عورتوں سے بھی جائز ہے	71
152	نبی اکرم کی امت کے لیے حکم قرآنی	72
153	عقد متعہ میں باپ دادا کی اجازت ضروری نہیں	73
154	عقد متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں	74

156	دو آدمیوں کے متعدد اور نکاح کا اجتماع ایک عورت کے ساتھ	75
158	عقد متعدد چھپانے کا حیلہ اور تجدید نکاح کا بہانہ	76
160	متعدد صرف عقیقہ عورتوں سے درست ہے	77
160	عقیقہ ہونے کی سند	78
161	اتنی نہ بڑھا پا کی دامان کی حکایت	79
162	بیوی کی عفت اور خاوند کی عزت	80
163	کہ مستحق کرامت گناہگار ائند	81
163	مستوع کی عفت معلوم کرنے کا طریقہ	82
164	آئندہ احتیاط	83
165	متعدد میں مدت کی تعیین کس حد تک ہو سکتی ہے	84
167	متعدد دور یہ اور پچاس سال سے زائد عمر کی عورتوں کے لیے خصوصی رعایت	85
168	قاضی نور اللہ شوستر کی فریاد اور متعدد دوری کا اعتراف	86
169	متعدد دور یہ اور علامہ ڈھکو صاحب کا اعتراف	87
169	متعدد دور یہ والے اعتراض کا جواب	88
171	اعتراض کس پر	89
171	کیا آئندہ پر لزوم عدت کا قول خلاف عقل و نقل ہے	90
173	عدت کا شرعی حکم	91
178	قاضی نور اللہ کی خیانت اور غیر مائضہ کا متعدد دور یہ	92
178	مگر بد قسمت صرف وہ ہے	93



179	محرومی کا تدارک	94
180	عقد متعہ میں سخت بے احتیاطی	95
183	متعہ کی اجرت	96
185	متعہ کے سب شرائط معاف ہو گئے	97
187	شیعی تاویل و توجیہ	98
187	متعہ کی اجرت کس وقت اور کتنی دینی لازم ہے	99
189	متعہ کے لیے ایڈوانس بکنگ	100
189	تیسرہ بیک وقت دو مردوں کے ساتھ عقد متعہ کا جواز	101
190	لما استمتعتم به منهن اور شیعی استدلال کا بطلان	102
191	قراءت شاذہ والی اجل مسمیٰ کا حقیقی مفہوم	103
192	فائدہ ضروریہ	104
193	شیعہ کا متحصات کا ساتھ سلوک اور اجرت واپس لینے بلکہ نفع	105
	کمانے کا حیلہ	106
199	عقد متعہ کی صورت میں عدت	107
203	انوکھا عقد متعہ	108
204	تحلیل لواطت کی مصلحت	109
205	متعہ خلاف فطرت ہے	110
205	اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہ آیا	111
210	حنفی مذہب کیا ہے	112

211	متعدہ کا اجر و ثواب اور فضائل و درجات	113
225	متعدہ کا منکر کافر ہے	114
225	اجرت متعدہ بخش دینے والی کا اجر عظیم	115
227	شیعی تاویلات	116
236	الزمی جواب	117
238	لطیفہ	118
238	کہیں تاک کان کٹنے کا بھی ذکر ہے	119
239	کیا مذہب شیعہ اہل بیت کا مذہب ہے	120
240	باب دوم	121
240	عاریۃ الفرج یعنی لونڈی کے مالک سے بغرض جماع مانگ لینا	122
242	ائمہ کرام کا اپنی لونڈیوں کے فروج مومنین کے لیے مباح ٹھہرانا	123
242	دو تحلیل اور عاریت سے تجاوز کا حکم اور زنا کی حالت	124
243	کسی لونڈی سے زنا کرنے کے بعد مالک سے معافی لے لینے	125
	پر مردہ بخشش	126
244	مقام غور	127
245	زنا کار لونڈی کا دودھ پاک کرنے کی ترکیب اور حیلہ	128
247	شیعہ حضرات کے لیے عجیب سہولت	129
248	استبراء سے آزادی اور چھٹکارا	130
249	خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ محل کے بوجود جماع جائز	131

251	مالک اور خاوند کا لوٹڈی سے باری باری استفادہ	132
252	قابل غور امر	133
254	باب سوم استحلال محارم	134
255	عذر گناہ بدتر از گناہ	135
260	فائدہ عظیمہ	136
262	اسماعیلہ شیعہ کا مدعا اصلی	137
263	تاویلات اسماعیلہ	138
269	فائدہ ہبہ	139
271	باب چہارم	140
271	لواطت اور مذہب شیعہ	141
276	امام جعفر صادق کا استدلال امام ابوالحسن کا جواب	142
277	امام جعفر صادق سے متضاد روایات	143
279	لواطت کے دلدادگان کا اضطراب اور توجیہات فائدہ	144
281	اصولی بات	145
281	شیعہ کی قوم لوط علیہ السلام سے سبقت	146
281	اہل سنت کا مذہب	147
282	حقیقت حال	148
283	صاحب منہج کا انوکھا استدلال اور بے خبری کی انتہا	149
284	عبرت انگیز فرمان	150
284	تنبیہ نبیہ	151
286	الغرض	152

حصہ اول بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الْكَامِلِينَ

والتَّابِعِينَ لَهُمْ بِالْإِحْسَانِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ﴾

﴿أَمَّا بَعْدُ﴾

﴿فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "هُوَ الَّذِي

خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾ (الفرقان ۵۴)

اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو پیدا فرمانے کے بعد نسل انسانی کا اجراء فرمایا اور

خاوند بیوی کے درمیان ایسا مقدس رشتہ قائم فرمایا جس نے ان دونوں کو ہستی واحد اور ایک جان دو

قالب کی طرح بنایا جس کے بعد خاوند کے ماں باپ بیوی کے ماں باپ کی مثل قرار پائے اور

بیوی کے ماں باپ خاوند کے لئے مثل ماں باپ کے ٹھہرائے گئے بیوی کی اولاد خاوند پر مثل اپنی

اولاد کے ٹھہرائی اور خاوند کی اولاد بیوی پر مثل اپنی اولاد کے ٹھہرائی جیسے کہ کلام مجید کے واضح

ارشادات اس پر دلالت کرتے ہیں بیوی کی والدہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ (النساء ۲۳)

اور بیوی کی بچیوں کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّائِي فِي حُجُورِكُمْ﴾ (النساء ۲۳)

اولاد پر باپ کی منکوحہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء ۲۲)

اور باپ پر بیٹی کی بیوی اور بہو کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَحَلَائِلُ أَبَائِكُمُ﴾ (النساء ۲۳)

الغرض مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ ازدواجی تعلق کا دار و مدار محض شہوت رانی پر نہیں بلکہ یہ

مقدس رشتہ اور تعلق ہے اور دور رس نتائج کا حامل ہے ایک دفعہ نکاح منعقد ہو جائے تو حتی الامکان اس تعلق کو برقرار رکھنا ضروری ہے بلاوجہ مرد کا طلاق دینا یا عورت کا خلع کرنا ننگاہ شرع میں سخت ناپسندیدہ ہے۔

## گناہ طلاق اور خلع

”فروع کافی جلد دوم“ میں علامہ کلینی نے متعدد روایات ایسی درج کی ہیں جن سے طلاق کا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے پاس انتہائی مبغوض ہونا اور موجب لعنت ہونا واضح ہوتا ہے۔

(۱) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان اللہ عز وجل یحب البیت الذی فیہ العروس ویبغض البیت الذی فیہ الطلاق وما من شیء ابغض الی اللہ عز وجل من الطلاق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس گھر کو پسند فرماتا ہے جس میں شادی شدہ عورت نکاح کر کے لائی گئی ہو اور اس گھر کو ناپسند فرماتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے جس میں طلاق ہو اور کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق سے زیادہ مبغوض اور قابل نفرت نہیں ہے۔

(۲) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سمعت ابی یقول ان اللہ تعالیٰ یبغض المطلاق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو مبغوض رکھتا ہے جو بکثرت طلاق دینے والا ہے۔

(۳) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ما من شیء مما احلہ اللہ ابغض الیہ

من الطلاق وان الله يبغض المطلق الذواق ﴿

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال فرمودہ اشیاء میں سے کوئی چیز طلاق سے بڑھ کر مبغوض اور ناپسندیدہ نہیں ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ طلاقیں دینے والے شخص اور ذائقے بدلنے والے شخص کو ناپسند فرماتا ہے۔  
(۳) امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

﴿فقال رسول الله ﷺ ان الله يبغض او يلعن كل ذواق من الرجال

او ذواقه من النساء﴾

تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے یا لعنت فرماتا ہے اس مرد پر جو نئی لذت حاصل کرنے کے لئے پہلی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور اس عورت پر جو نئے خاوند سے لذت اٹھانے کے لئے پہلے خاوند سے علیحدگی اختیار کرتی ہے (خلع یا مبارات وغیرہ اختیار کرتی ہے)۔

(فروع کافی جلد دوم صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰)

اسی مضمون کی روایات کتب اہل سنت والجماعت میں بھی بکثرت موجود ہیں صرف ایک روایت درج کی جاتی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

﴿ایما امرأة منال زوجها طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیها

رائحة الجنة﴾

(مشکوٰۃ باب الخلع والطلاق ۲۸۳ بحوالہ ترمذی ج ۱ ص ۱۳۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۸، وابوداؤد ج ۱

ص ۲۲۱، وابن ماجہ ص ۱۳۸، والدارمی ج ۲ ص ۱۶۲)

جو عورت اپنے خاوند سے بلا ضرورت طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے الغرض فریقین کی روایات سے یہ بات قطعی طور پر محقق ہے کہ طلاق اور خلع بلا ضرورت

سخت ناپسندیدہ ہے۔

کلام مجید نے ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (البقرة ۲۲۹) میں اس شرط کے ساتھ خلع کو شرط ٹھہرایا کہ اگر زوجین کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ وہ دونوں حدود اور احکام خداوند تعالیٰ پر قائم نہ رہ سکیں گے تب عورت کچھ فدیہ دے دے تو اس میں حرج نہیں یہ واضح کر دیا کہ اس قسم کے خطرہ کے اندیشہ کے بغیر خلع اور فدیہ دینا حرج سے خالی نہیں ہے اختلافات پیدا ہو جانے پر وقوع طلاق سے قبل حتی المقدور مصالحت کا ذکر کر کے بھی کلام مجید نے طلاق کے مبغوض اور ناپسندیدہ ہونے کو واضح کر دیا ہے ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو۔

## مصالحتی کوشش

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقُ اللَّهُ بَيْنَهُمَا﴾ (النساء ۳۵)

اگر تم (اے حکام) خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاف اور ازدواجی تعلقات کے بگڑنے کا خطرہ محسوس کرو تو ایک حکم اور ثالث خاوند کی طرف سے اور اس کے اہل کی طرف سے اور دوسرا عورت کی طرف سے اور اس کے اہل کی طرف سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا۔

## عورت کی طرف سے نشوز

اور عدم موافقت کا خطرہ درپیش ہو تو فوراً طلاق دینے اور فارغ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے۔

﴿وَاللَّيْبُ عَلَى الْمُؤْمِنِ يُنْفِقْ مِنْ نَفْسِهِ مِمَّا رَزَقَهُ اللَّهُ وَهُوَ كَارِهٌُ﴾

اَضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ﴿۳۳﴾

(النساء ۳۳)

اور جن کی نافرمانبرداری کا تم کو خوف ہو تو ان کو نصیحت کرو اور ان کو بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو اور ان کو مارو پیٹو پھرا گروہ تمہاری اطاعت کر لیں تو ان پر بے جا زیادتی نہ کرو۔  
جس سے صاف ظاہر ہے کہ حتی الامکان اس رشتہ کا برقرار رکھنا ضروری ہے اور اس کا منقطع کرنا منشاء ایزدی کے خلاف ہے۔

## طلاق رجعی کے بعد

اگر بالفرض اختلاف و نشوز کا انجام طلاق کی صورت میں ظاہر ہو لیکن طلاق ایسی ہو جس میں رجوع ہو سکتا ہے تو خاوند اور بیوی کے تعلقات بحال کرنے کا موقع دیتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَبُغُو لْتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ﴾

(البقرة ۲۲۸)

ان کے خاوندوں کو ان کی طرف رجوع کا زیادہ حق ہے یعنی بجائے نئے خاوند کے اگر سابقہ خاوند اس عورت کو دوبارہ بیوی بنا کر رکھا چاہے تو پہلا حق اس کا ہے اگر عورت سابقہ خاوند کی طرف رغبت رکھتی ہے تو اس کے ورثاء کو رکاوٹ ڈالنے کا کوئی حق نہیں۔

﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾

(البقرة ۲۳۲)

تو انہیں نہ روکو اس سے کہ وہ اپنے پہلے خاوندوں کے ساتھ نکاح کریں اس حکم خداوندی سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہی ہے کہ خاوند نئی عورتیں عقد میں نہ لاتا رہے اور نہ ہی عورت نئے نئے خاوند بناتی رہے۔

## منکوحات کی تحدید اور امتیاز نوع انسانی

۱۔ بقاء نوع انسانی کے لئے جہاں نکاح اہم ضرورت تھی اور اس کا جائز رکھنا منشاء ایزدی کے عین مطابق تھا وہاں عام حیوانات اور اشرف المخلوقات میں فرق کا ملحوظ رکھنا بھی لازمی تھا لہذا سب



سے پہلے تو مشکوحات کی تحدید فرمادی گئی ارشادِ باری ہے۔

﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِي وَثُلَاثَ وَرُبَاعًا﴾ (النساء ۳)

پس نکاح کر لو ان عورتوں سے جو تم کو پسند آ جائیں دو دو تین تین چار چار سے چار سے زیادہ کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیکر پھر ان میں باہم عدل و انصاف نہ کر سکنے کی صورت میں صرف ایک پر اکتفاء کرنے کا حکم دیا۔

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء ۳)

اگر تمہیں اندیشہ لاحق ہو کہ متعدد بیویوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک کے ساتھ نکاح پر اکتفا کرو یا پھر حرائر اور آزاد عورتوں کی بجائے لونڈیوں کے ساتھ ازدواجی مقاصد کی تکمیل کر لو کیونکہ ان میں باہمی مساوات لازمی نہیں ہے۔

﴿أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾ (النساء ۳)

یہ بات نا انصافی سے بچنے کے لئے زیادہ اقرب اور مناسب ہے اس کے برعکس سائڈ اور فعل حیوانی اور موثبات کے نہ ایک دوسرے پر واجب الادا حقوق اور نہ ہی انصاف و عدالت کی پابندی اور نہ ہی تحدید اثاث۔ لہذا انسانیت کا شرف و فضل اس امر کا مقتضی ہے کہ مردوں کے لئے عورتوں کی حد معین ہو۔

۲۔ نکاح کے لئے حق مہر لازمی ہے۔

﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾ (النساء ۲۴)

ان حرام عورتوں کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم مال خرچ کر کے ان کی خواستگاری کرو اور اس کے علاوہ عورت کے لئے نان و نفقہ، لباس، بستر اور مکان و رہائش گاہ بھی لازم ہے فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرة ۲۳۳)

خاوند پر بیویوں کے لئے نفقہ اور پوشاک و لباس معروف و مناسب طریقہ پر مہیا کرنا

لازم ہے اور امر خداوند تعالیٰ ہے۔

﴿وَأَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ﴾ (الطلاق ۶)

ان کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم ٹھہرو اور سکونت اختیار کرو اور شیعہ سنی کی کتب تقاسیر اور کتب احادیث میں بصراحت یہ احکام واضح کر دئے گئے ہیں۔ لہذا انسان کو دوسرے حیوانات پر اس لحاظ سے بھی امتیاز حاصل ہے کہ وہ منافع بضع حاصل کرنے کے لئے اور مقصد نکاح کی تکمیل کے لئے ان امور کا بھی التزام کرے۔ محض فریقین کی رضامندی یا فقط حق مہر کا لزوم کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ایسے امور نہیں جن میں انسان کو کوئی امتیاز حاصل ہو جائے باہمی تراضی اور رضامندی تو حیوانات میں بھی ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی جانور بھی کچھ نہ کچھ پیشگی دے ہی دیتے ہیں مرغ دانہ دنگا تلاش کر کے مرغی کو آواز دیتا ہے اور جب وہ اس کو کھا لیتی ہے تو مرغ جلدی اس کا بدلہ وصول کر لیتا ہے پھر مرغ میں اور انسان میں کیا فرق ہو لہذا اس رشتہ کا تقدس اس امر کا مقتضی ہے کہ مرد بیوی کی جملہ ضروریات کا اس طرح کفیل ہو جیسے کہ اپنی ضروریات کا کیونکہ وہ اس مقدس رشتہ کے بعد بمنزلہ شیء واحد کے ہیں بلکہ ناگزیر وجوہ سے رشتہ نکاح منقطع ہو جانے پر بھی ایام عدت میں فی الجملہ خرچ اور مسکن لازم ہے کیونکہ اس کا تعلق بھی اسی ازدواجی مقدس رشتے سے ہے۔

۳۔ خاوند اور بیوی کے درمیان وراثت کا جاری ہونا بھی اس رشتہ کے تقدس اور ان کے یک جان اور دو قالب ہونے کی دلیل ہے ارشاد خداوندی ہے۔

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ (النساء ۱۲)

یعنی بیوی کے ترکہ میں سے خاوند کے لئے نصف ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو اور اولاد ہونے کی صورت میں خاوند کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

﴿وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (النساء ۱۲)

اور بیوی کے لئے تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی (۱/۴) حصہ ہوگا اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر ان کو آٹھواں حصہ ملے گا جہاں نسبی اور خونی رشتہ کو موجب وراثت قرار دیا گیا ہے وہاں اس کسی رشتہ کو بھی موجب وراثت قرار دیا گیا ہے جس سے اس رشتے کا تقدس واضح ہے اور اس کا دوام و استمرار مطلوب عندالشرع ہونا ظاہر ہے

## متعہ اسلام، قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ

### کی روح کے خلاف ہے

اس کے برعکس متعہ میں نہ نان و نفقہ لازم، نہ رہائش گاہ اور مکان مہیا کرنے کی پابندی نہ تعداد و مجموعات کا تعین۔ بلکہ ہزاروں سے بھی جائز نہ عدل و انصاف اور مساوات لازم نہ خلع اور طلاق کی ضرورت نہ مصالحت اور ثالثی کی گنجائش نہ نشوز اور نافرمانی سے روکنے کے لئے مار پیٹ کی رخصت اور نہ ہی دوران عقد متعہ زوجین میں سے کسی کے مرنے پر وراثت جاری ہوتی ہے اسی طرح نہ دوران عدت نفقہ وغیرہ لازم۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عقد عظمت انسانی کے مطابق نہیں اور اسے ایک مقدس رشتہ کے طور پر نہیں بلکہ حیوانات کی طرح محض شہوت رانی اور ہوائے نفسانی اور خواہشات ردیہ رذیلہ کی تکمیل کے لئے اختیار کیا گیا ہے اس پر کسی ثواب اور درجہ کا ترتب تو دور کی بات ہے یہ بذات خود منشاء ایزدی کے خلاف ہے قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ اور روح اسلام کے سراسر منافی و مخالف ہے اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مبغوض ترین فعل اور موجب لعنت عمل ہے یہ صرف مرد اور عورت کے لئے ہر روز نئی لذت چکھنے اور اور ذائقہ بدلنے کے لئے تیار کردہ ایک پروگرام ہے اور قوم کے بچوں بچیوں کو بے راہ رو اور غلط کار بنانے کے لئے ایک شیطانی چال ہے۔ ﴿نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ﴾

ان تمہیدی کلمات کے بعد ہم اب اس فعل و عمل اور نظریہ و عندیہ کی حرمت قرآن مجید

احادیث رسول ﷺ اور ولایت عقل و خرد سے ثابت کرتے ہیں۔

## متعہ کی حرمت از روئے قرآن مجید

اہل سنت والجماعت اور روافض کے درمیان اگر کوئی دلیل متفق علیہ ہو سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف کلام مجید ہے اگرچہ جمہور روافض کے نزدیک یہ قرآن اصلی نہیں اور اس میں تحریف اور تقدیم و تاخیر موجود ہے تاہم مجبوراً ان کو جو کچھ اس میں ہے تسلیم کرنا پڑتا ہے اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک مجبوراً انہیں اس قرآن مجید کے احکام پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ مگر بعد میں بقول ان کے، اصلی امام مع اہلی قرآن کے ظہور پزیر ہوگا۔ لہذا اس وقت یہ قرآن ناقابل اعتبار ہوگا۔ لیکن بہر حال اس وقت تک تو یہی کلام مجید واجب العمل ہے۔ لہذا اس کی روشنی میں مسئلہ متعہ وغیرہ کی تحقیق و تدقیق ضروری ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿فَمَا نَكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَ ثَلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ

لَا تَعْدِلُوا فَوَاجِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ آذُنِي أَلَّا تَعُولُوا﴾ (النساء، ۳)

## شیعی ترجمہ مقبول

تو عورتوں میں سے جو تم کو پسند آئیں دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو پھر اگر تمہیں

یہ خوف ہو کہ ان کے مابین بھی عدالت نہ کر سکو گے تو منکوحہ ایک ہی ہو یا لونڈیاں جو تمہاری

ملکیت میں ہوں یہ بات نا انصافی سے بچنے کیلئے اقرب ہے۔

## وجہ استدلال

جملہ حلال اور پسندیدہ عورتوں میں سے صرف دو یا تین یا چار کے ساتھ نکاح کو حلال

تھہرایا گیا ہے حالانکہ متعہ میں عورتوں کی تعداد متعین نہیں حتیٰ کہ ہزار عورتوں کی ساتھ بھی بیک وقت متعہ شیعہ صاحبان کے نزدیک درست ہے لہذا مجموعہ عورتیں ما طاب لکم من النساء میں داخل نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی عقد متعہ کو نکاح شرعی قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں آخری حد جواز چار ہے اور متعہ میں یہ حد نہیں۔

نیز اندیشہ نا انصافی اور عدم مساوات کا ہو تو اس صورت میں ایک عورت کے ساتھ نکاح حلال ہے یا لونڈیوں اور مملوکہ باندیوں پر اکتفا کا حکم ہے حالانکہ متعہ میں مساوات اور عدل و انصاف لازم نہیں لہذا اس کا استثناء بھی لازم تھا یعنی اگر نا انصافی کا خطرہ درپیش ہو تو نکاح نہ کرو بلکہ متعہ کر لو یا ایک پر اکتفا کرو یا پھر صرف مملوکہ باندیوں کے ساتھ مباشرت پر اکتفا کرو۔ علی الخصوص جب کہ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے بھی ثان نفقہ وغیرہ میں نا انصافی ہو سکتی ہے اور لونڈیوں کا خرچ اور لباس وغیرہ بھی لازم ہے اس میں کوتاہی ہو سکتی ہے اور عقد متعہ میں صرف اجرت لازم ہے اور اس کی ادنیٰ مقدار بھی متعین نہیں حتیٰ کہ ایک مٹھی گندم یا سواک پر بھی متعہ ہو سکتا ہے لہذا اس میں نا انصافی اور ظلم و زیادتی کا احتمال بہت کم بلکہ کالعدم تھا تو اس کا ذکر از حد ضروری تھا لہذا اس کو نظر انداز کرنا اور صرف دو صورتوں پر اکتفا کرنا دلیل حصر و تخصیص ہے۔

لہذا اس آیت مبارکہ کا صریح مفہوم اور واضح معنی اس امر کی بین دلیل ہے کہ قرآن مجید متعہ کی نفی کرتا ہے اور اس کو قطعاً جائز نہیں رکھتا۔

۲۔ ﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (النور)

(۳۳)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جن کو تم میں سے نکاح میسر نہ ہو ان کو عفت برتنی چاہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان

کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔

## وجہ استدلال

نکاح کے لوازمات میں مہر کے ساتھ ساتھ نان و نفقہ اور لباس و رہائش کا بندوبست بھی داخل ہیں لہذا ان لوازمات کا متحمل نہ ہونے کی صورت میں عورتوں سے الگ رہنے اور خواہشات نفس پر قابو رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یسار اور وسعت مالی کا انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ متعہ میں قلیل ترین اجرت ہی سے کام چل سکتا تھا۔

نہ نان و نفقہ نہ لباس و پوشاک اور بستر وغیرہ کا بوجھ نہ مکان نہ رہائش کی کلفت ایسی صورت میں استعفاف اور پاک دامنی کا حکم اور خواہشات نفس پر کنٹرول اور زنا سے اجتناب کا حکم دینے کا کیا معنی؟ صاف صاف بتا دیا جاتا کہ نکاح کی طاقت نہ ہو تو متعہ کر لو اور اس کی طاقت نہ ہو تو کسی بھائی سے وقتی طور پر لوٹڈی بطور عاریت لے لیا کرنا لہذا ایسی ضرورت کے وقت بھی متعہ اور تحلیل فرج کا نام نہ لینا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان کا شرعاً کوئی وجود نہیں اور عند اللہ ان کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

ملا محسن فیضی "تفسیر صافی ج ۲ ص ۵۲" میں لکھتا ہے۔

المشہور فی تفسیر ما لیجتهدوا فی قمع الشهوة و طلب العفة  
بالریاضة لتسکین شہوتہم کما قال النبی ﷺ یا معشر الشباب من استطاع  
منکم الباءة فلیتزوج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ له و جائہ ﴿  
شیعی مترجم مقبول حاشیہ قرآن میں اس کا ترجمہ کرتے لکھتا ہے۔

"تفسیر صافی" میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں یہ امر مشہور ہے کہ جن لوگوں کو نکاح کا سامان یا ذریعہ میسر نہ ہوا نہیں لازم ہے کہ شہوت کے قلع قمع کرنے میں بہت کوشش کریں۔ اور

طبیعت کے جوش کو ساکن کرنے کے لئے اور عقیف رہنے کے لئے زیادہ عبادت بجالاتیں جب کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے نوجوانوں! تم میں سے جسے شادی کرنے کی استطاعت ہو وہ ضرور شادی کرے اور جسے اسباب نکاح میسر نہ ہوں تو اسے لازم ہے کہ روزے رکھا کرے کہ روزہ رکھنا قاطع شہوت ہے۔ (صفحہ نمبر ۵۶۵، حاشیہ نمبر ۵)

۳۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فِتْيَانِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (النساء، ۲۵)

### شیعی ترجمہ مقبول

اور جو تم میں سے اتنا مقدور نہ رکھتا ہو کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کر لے جو تمہارے قبضے میں ہوں اور اللہ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور ان کی مہر نیکی کے ساتھ ان کو دے دو (وہ) عقیفہ ہوں نہ بدکاریں اور نہ چوری چھپی آشنائی کرنے والیاں پھر جب وہ نکاح میں آجائیں اور بدکاری کریں تو ان کو آزاد عورتوں کی بہ نسبت آدھی سزا دی جائے گی یہ تجویز (یعنی لونڈیوں کے ساتھ نکاح کا جائز رکھنا) ان کے لئے ہے جو تم میں سے زحمت تجرد سے ڈرتے ہیں اور صبر کرنا تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(مقبول ترجمہ، صفحہ نمبر ۹)

”العت“ کا ترجمہ زحمت برد کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھتا ہے ”العت“ کے معنی ہیں جوڑنے کے اور ہڈی کے ٹوٹ جانے کے اور استعارۃً ہر مشقت اور ضرر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہ سے ڈرتا ہو جس کا ارتکاب غلبہ شہوت سے ہو جائے۔

## وجہ استدلال

جس شخص میں آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی قدرت و استطاعت نہیں اس کے لئے مومن لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں کی اجازت سے اور مناسب اجرت اور حق مہر دے کر نکاح کرنا جائز رکھا گیا ہے تاکہ زنا کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ اگر متعہ یا بطور عاریت فرج کا استعمال جائز ہوتا تو قطعاً خوف زنا کے پیش نظر لونڈیوں کے ساتھ نکاح جائز نہ رکھا جاتا کیونکہ متعہ میں صرف اجرت لازم ہے اور عاریت فرج میں اجرت بھی لازم نہیں بلکہ صرف مالک کا بار احسان۔ کہ میں نے اپنی لونڈی تجھ پر حلال کر دی اور بس۔ لہذا ان دونوں صورتوں کے جائز ہوتے ہوئے لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے اور اجرت و حق مہر دینے کی پابندی کیوں ہوتی؟ متعہ میں اجرت دینا پڑتی ہے تو عقد میں بھی حرہ اور آزاد عورت کو لایا جاتا ہے نہ کہ لونڈی کو کہاں آزاد عورت کا مقام اور کہاں لونڈی جس کی نہ صحیح ترتیب و تہذیب نہ حرمت و عزت نہ معاشرہ میں کوئی خاص مقام اور پھر اولاد پیدا ہوگی تو لونڈی والے کی غلام ہو جائے گی اور بغیر قیمت ادا کئے ان کو آزاد نہیں کرا سکے گا ایسی صورت میں حرہ عورت کے ساتھ متعہ کا جواز بہت بڑی نعمت ہوتا جس میں سوائے اجرت کے کوئی خرچہ وغیرہ بھی لازم نہ ہوتا اور اولاد بھی رقیق و غلام نہ بنتی لہذا متعہ کا ذکر نہ کرنا اور لونڈی کے فرج کا بطور عاریت حاصل کرنے کا ذکر بھی نہ کرنا جو نکاح اور حق مہر کے لزوم سے زیادہ سود مند صورت تھی اس امر کا واضح و بین ثبوت ہے کہ متعہ اور عاریت فرج کا قرآن کی نگاہ میں کوئی جواز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعاً یہ فعل جائز نہیں ورنہ ایسی مجبوری



اور اضطرار والے موقع پر اس کا ذکر ضرور کیا جاتا اور جب نہیں اور قطعاً نہیں تو معلوم ہوا کہ از روئے قاعدہ (السکوت فی معرض البیان بیان) حلال طریقے پر عقد کی دو صورتیں ہیں یا حرہ عورت کے ساتھ نکاح اور اس کی استطاعت نہ ہو تو کسی کی مومنہ لونڈی کے ساتھ نکاح اس کے علاوی تیسری صورت عقد کی موجود نہیں ہے اور نہ حلال و روا ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (النساء)

اور اگر صبر سے کام لو اور لونڈیوں سے نکاح بھی نہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے آزاد عورت سے تو نکاح کی طاقت نہیں تھی اور لونڈیوں سے نکاح نہ کرنا بھی بہتر تا کہ اولاد رقیق اور غلام نہ بن جائے اپنی لونڈی ہوتی تو دوسروں کی لونڈی سے نکاح کی ضرورت نہ ہوتی لہذا نہ آزاد عورت سے نکاح نہ اپنی لونڈی موجود رہی دوسروں کی لونڈی سے نکاح والی صورت تو اس سے بھی اجتناب بہتر۔ تو ایسی صورت میں متعہ اور عاریت الفرج جیسی آسان صورت اور نعمت خداوندی کا ذکر نہ کیا جانا اور صرف صبر کی تلقین کرتے جانا بھی اس امر کی بین دلیل ہے کہ وہ صورتیں شرعاً درست نہیں ہیں ورنہ ادھر ترغیب دلا کر زمانے بچنے کی تلقین ضرور کی جاتی۔

﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَأَجَلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ

(النساء ۲۴)

مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾

اور ان حرام عورتوں کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم ان کی خواستگاری کرو اپنے مال خرچ کر کے در آنحالیکہ تم پاکدامنی حاصل کرنے والے ہو اور محض شہوت رانی تمہارا مقصد نہ ہو۔

وجہ استدلال

اس آیت مبارکہ میں محرمات کے علاوہ دیگر تمام عورتوں کا حلال ہونا بیان کر دیا گیا ہے

مگر اس صورت میں کہ مال خرچ کر کے ان کی خواستگاری کی جائے لہذا جس عورت میں محض مالک کا حلال کہہ دینا کافی سمجھا گیا ہو تو اس کی حرمت بھی واضح ہوگئی جس کو روانہ فیض نے عاریت یا تحلیل فرج کا نام دے رکھا ہے دوسرا اس خواستگاری کا مقصد احسان اور نفس کا تحفظ ہو محض مادہ منویہ کا ظرف خالی کرنا اور فقط حرارت نطفہ سے تسکین حاصل کرنا مقصود نہ ہو اور یہ امر ظاہر ہے کہ متعہ میں صرف اور صرف گرم پانی نکالنا اور اس کی حرارت اور ہیجان سے تسکین حاصل کرنا مقصد ہوتا ہے اور بالخصوص لواطت کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خود روانہ فیض کے نزدیک متعہ موجب احسان نہیں ہوتا ورنہ زنا کا مرتکب ہونے کی صورت میں اس کو رجم کیا جاتا حالانکہ ہزار بار متعہ کرنے کے باوجود اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں عورتوں کے ساتھ متعہ کے باوجود اس شخص کو زنا کی صورت میں سنگسار نہیں کیا جاسکتا اور اس طرح عورت سینکڑوں مردوں کے ساتھ متعہ کرے پھر بھی محض نہیں اس لئے بصورت زنا سنگسار نہیں ہو سکتی جب تک مستقل نکاح نہ کر لے لہذا واضح ہو گیا ہے کہ مہسنین میں وہی لوگ داخل ہیں جن کا مقصد نکاح شرعی کے قلعہ میں نفس کو پابند کر کے اسے عقیف بنانا ہو جیسا کہ محسنات میں بھی وہی عورتیں ہیں جو مستقل نکاح کے ذریعے اپنے آپ کو عقیف بنا چکی ہوں کنواری عورت خواہ جتنی مرتبہ زنا کرے اس کو رجم نہیں کیا جاسکتا اس کو صرف سو کوڑے ہی لگائے جائیں گے اور یہی حکم متعہ کا بھی ہے لہذا یہ لوگ مسألسین میں داخل ہیں نہ کہ مہسنین میں۔ اور ﴿حُرْمَتٌ عَلَیْکُمْ اُمَّهَاتُکُمْ وَبَنَاتُکُمْ﴾ میں تحریم کا تعلق ان عورتوں کے نکاح کے ساتھ تھا لہذا ﴿اَجَلٌ لَّکُمْ مَا وَّرَاۤءَ ذٰلِکُمْ﴾ میں حلت کا تعلق بھی محمات کے علاوہ دیگر عورتوں کے نکاح سے ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ نفی واثبات قیود کی طرف راجع ہوتے ہیں لہذا حلال وہی نکاح ہوگا جو موجب احسان ہو اور متعہ ایسا عقد نہیں جو موجب احسان ہو لہذا حلت کا بھی اس سے تعلق نہیں ہو سکتا بلکہ صرف اور صرف نکاح دائمی ہی حلال ٹھہرے گا۔

ف: اسی ضمن میں ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ﴾ کا معنی و مفہوم بھی واضح ہو جائے گا۔ کہ جب تمہارے لئے حق مہر کے ذریعے اور اموال صرف کر کے عورتوں کی خواستگاری اور ان سے نکاح حلال کر دیا گیا ہے تو اس حلال فعل پر عمل کی صورت میں مرتب نتائج واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم ان کے ساتھ نکاح کے ذریعے نفع اندوز ہو جاؤ اور ان سے لذت جماع حاصل کر لو تو نکاح میں ان کو مقرر حق مہر پورا پورا وہ جو اللہ کی طرف سے فرض کیا ہوا ہے محض نکاح کے حلال ٹھہرانے پر تو مہر دینا لازم نہیں تھا بلکہ صرف نکاح سے بھی پورا مہر لازم نہیں آتا تھا جب تک حقیقتاً یا حکماً مباشرت نہ پائی جائے اس لئے فرمایا کہ جب تم نے ان سے نفع حاصل کر لیا ہے تو ان کو ان کا مقرر حق دو مثلاً زنا حرام ہے مگر جب کوئی اس کا ارتکاب کرے گا تو سزا کا مستحق ہوگا اس طرح نکاح محرّمات کے ماسوا سے حلال ہے۔

اور مہر دینا لازم مگر اس وقت جب اس عقد سے کوئی منفعت بھی حاصل کر لے نہ کہ محض عقد سے پورا مہر لازم ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر قبل از مباشرت طلاق ہو جائے تو نصف مہر لازم ہوگا۔

کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْصَفْ مَا فَرَضْتُمْ﴾ الحاصل اس آیت کریمہ میں ﴿أَجَلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ پر مرتب ہونے والے ایک اور نتیجہ اور متفرع ہونے والے ایک اور حکم کا بیان ہے جس پر ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ کی فاء صراحتہ دلالت کر رہی ہے۔ یعنی جن عورتوں کے ساتھ حق مہر کے ذریعے نکاح تمہارے لئے حلال ٹھہرایا ہے۔ جب تم ان سے جماع کے ساتھ فتنع ہو جاؤ تو پورا پورا حق مہر ان کو دو یہی معنی اس آیت کریمہ کا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جیسے کہ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور نحاس نے اپنے نسخ میں نقل کیا ہے۔

﴿عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ

منهن فاتوہن اجورہن فريضة" يقول اذا تزوج الرجل منكم المرأة ثم نكحها  
واحلما فقد وجب صداقها كله والاستمتاع هو النكاح وهو قوله واتوا النساء  
صداقتهن نحلة" ﴿

(تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کریمہ ﴿فما استمتعتم﴾  
الایہ کی تفسیر میں یوں منقول ہے کہ جب تم میں سے ایک شخص عورت کے ساتھ عقد کرے اور پھر  
ایک دفعہ اس سے مباشرت کرے تو پورا حق مہر اسے ادا کرنا لازم ہوگا اور اس استمتاع سے مراد  
جماع و مباشرت ہے اور یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے اس دوسرے ارشاد کے بالکل مطابق ہے یعنی  
﴿آتُوا النِّسَاءَ صَدَاقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ کہ عورتوں کو ان کے حق مہر بطور عطیہ دو۔

**نوٹ:**۔ شیعہ صاحبان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات کو بڑی اہمیت  
دیتے ہیں کیا ہم توقع رکھ سکتے ہیں کہ یہ روایت بھی شرف قبولیت پائے گی

**سوال:**۔ استمتاع کا لفظ جو قرآن مجید میں وارد ہوا ہے وہ عرف خاص اور اطلاق شرع میں  
عقد متعہ کے معنی میں ہے اور اصل یہ ہے کہ کلمات قرآن کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے لہذا  
متعہ کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہو گیا

**جواب اول:**۔ بیشک اصل یہی ہے کہ کلمات قرآنی کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے لیکن  
اس وقت جب اس کا سیاق و سباق اس سے مانع ہو اور اس آیت کریمہ سے پہلے ﴿مُخَصَّنِينَ  
غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ موجود ہے جو اس معنی کے منافی اور مانع ہے جیسے کہ وجہ استدلال میں بیان  
کیا جا چکا ہے۔

**جواب دوم:**۔ معنی شرعی کا مراد ہونا خود شیعہ قواعد و ضوابط کے خلاف ہے ورنہ لازم آئے گا  
کہ محض عقد متعہ کی صورت میں پوری اجرت ادا کرنی لازم ہو حالانکہ شیعہ مذہب میں عورت نے  
بغیر عذر شرعی کے جتنے دن مرد کی خواہش پوری نہ کی اتنے دن کی اجرت کی حقدار نہیں ہوگی اور اگر

عورت اور اس کے اقارب رکاوٹ بنے رہے اور یونہی مدت عقد گزر گئی تو وہ عورت ایک پائی کی بھی حقدار نہ ہوگی جیسے کہ دوسری جگہ مفصل طور پر اسے بیان کیا گیا ہے اور اگر مباشرت اور جماع کے ذریعے تمتع اور نفع اندوزی مراد لی جائے تو یہ شرعی معنی نہیں بلکہ لغوی ہے لہذا جواز متنہ پر اس سے استدلال باطل ہو گیا ہالغوی معنی کا مراد ہونا تو وہ نکاح دوام کے منافی نہیں ہے بلکہ اس میں بھی پورا حق مہر ادا کرنا اسی وقت لازم ہوتا ہے جب مباشرت حقیقی یا حکمی پائی جائے بلکہ نکاح دوام میں صرف ایک بار جماع سے پورا حق مہر ادا کرنا لازم ہوتا ہے جبکہ متنہ میں محض ایک مرتبہ جماع سے پوری اجرت ادا کرنی لازم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے بعد عہد اکوتا ہی کرنے پر بقیہ اجرت کا استحقاق ختم ہو جائے گا تو اس طرح استماع مطلق پر اجرت و حق مہر کی ادائیگی کا لزوم نکاح دوام مراد ہونے کا مرتجح بن جائے گا نہ کہ عقد متنہ مراد ہونے کا قرینہ مرتبہ۔

**سوال:** قول باری تعالیٰ میں ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ وارد ہے اور اجرت کا لفظ حق مہر پر نہیں بولا جاتا اور نہ نکاح دوام میں اس کا استعمال ہوتا ہے بلکہ عوض مالی کو نکاح دوام کی صورت میں مہر یا صدقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہاں پر حد شرعی معنی میں ہے تو اس آیت کریمہ سے اسکا جواز ثابت ہو گیا۔

**جواب:** سراسر غلط توہم اور بے بنیاد شبہ ہے کہ لفظ اجرت حق مہر کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس آیت کے ذرا بعد لوٹ پلوٹوں کے ساتھ ان کے موالی کی اجازت سے نکاح کرنے کی رخصت دیتے ہوئے میں فرمایا۔

﴿فَإِنْ كُنْتُمْ حُورًا مِّنْ بِيٰتِنِ أَهْلِيْهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء ۲۵) یعنی ان کے ساتھ ان کی موالی کی اجازت سے نکاح کر لو اور انہیں ان کی اجرتیں (حق مہر) معروف طریقہ پر ادا کر دو۔ اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام سے بطور حکایت کلام مجید میں وارد ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔

﴿إِنِّي أُرِيدُ أَنْ نِكَحَكَ إِخْدَى ابْنَتِي هَاتَيْنِ عَلَيَّ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِي

(القصص)

جججج﴾

میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کروں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک اپنی خدمات بطور اجرت (حق مہر) پیش کرو لہذا یہاں بھی حق مہر کو اجرت کے ساتھ تعبیر فرمایا گیا ہے نیز خود سرور عالم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿إِنَّا أَخْلَقْنَاكَ أَزْوَاجَكَ الْإِلَاحِي آتَيْتُ أَجُورَهُنَّ﴾ (احزاب ۵۰)

اے نبی ﷺ ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال ٹھہرائی ہیں جن کی اجرتیں یعنی حق مہر آپ دے چکے لہذا انصوح قرآنیہ سے یہ دعویٰ باطل ہو گیا کہ حق مہر کو اجرت سے تعبیر نہیں کیا جاتا علاوہ ازیں مسلمہ قاعدہ ہے کہ علاقائے مجاز میں جامعیت و واقعیت اور اطرا و انعکاس ہوتا ہے جہاں ایک جگہ ایک علاقہ اور مناسبت کے تحت لفظ کو حقیقت کی بجائے مجازی طریقہ پر استعمال کیا جائے تو اس مناسبت کے تحت دوسری جگہوں میں بھی اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہاں مجاز بالمشاکلت والا علاقہ موجود ہے جس طرح متعہ میں مرد کو عورت کے اندام مخصوص کو استعمال کرنے کے عوض مال ادا کرنا پڑتا ہے نکاح میں بھی مال ادا کرنا پڑتا ہے تو اس صورتی مشاکلت اور مناسبت کے تحت اجرت کا لفظ حق مہر پر بھی استعمال ہو گیا لہذا اس میں استحالہ و امتناع کا تو ہم سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

سوال :- حضرت عبداللہ ابن عباس ابن جبیر ابی ابن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس آیت کریمہ کو اس طرح پڑھا ہے۔

﴿لَمَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾

یعنی جن عورتوں سے مدت مقررہ تک استمتاع کرو اور مدت کا تعیین صرف عقد متعہ میں ہوتا ہے لہذا عقد حوہ قرآن مجید سے ثابت ہو گیا ملاحظہ اللہ کا شانی نے تفسیر منہج الصادقین جلد ۲

صفحہ ۲۸۳ پر کہا۔

”وایں صریح است در ارادہ عقد متنہ“ و کذا فی مجمع البیان و برہان متنہ ص ۱۲ تا

۱۶۔ تجلیات صداقت ص ۲۹۸۔

اور علامہ فتح اللہ کاشانی نے منہج صفحہ ۲۸ پر کہا ”در قراءت شاذہ ابن عباس و ابن مسعود

و ابی ابن کعب و غیر ایشاں چنین وارد است کہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾  
و ایں قراءت نص است بر صحت متنہ زیرا کہ ﴿أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ یعنی مدت معین در  
غیر متنہ نمی باشد۔

جواب:- اولاً یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید تواتر کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اخبار احاد  
اور قراءت شاذہ کے ساتھ اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور اس قراءت کا شاذ اور خلاف متواتر ہونا خود  
شیعی علماء کے نزدیک مسلم ہے جس طرح کے عبادت مذکورہ بالا میں تصریح ہے اور قراءت شاذہ کا  
قرآن نہ ہونا بھی شیعی علماء کے نزدیک مسلم ہے تو پھر اس استدلال کو نص قرآنی سے استدلال کہنا  
سراسر دھوکہ بازی ہے اور فریب کاری۔

قرآن کریم صرف تواتر سے ثابت ہوتا ہے

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے ذرا مفصل بیان کرنا ہوں شیعی علامہ ابو الحسن  
شعرانی نے تفسیر منہج الصادقین کے مقدمہ میں اس ضمن میں مفید اور کارآمد بحث کی ہے اور اپنے  
اکابر کی زبانی اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے لہذا قارئین کرام اس کی زبانی شیعی نقطہ نظر سنیں  
”علمائے اہل سنت و شیعہ متفق اند کہ قرآن باید کہ بتواتر ثابت شود و آنچه در اخبار احاد  
وارد باشد قرآن نیست“

یعنی علمائے اہل سنت اور علمائے شیعہ کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ قرآن تواتر ہے

ساتھ ثابت ہونا چاہیے اور وہ جو اخبار واحد میں وارد ہوتا ہے وہ قرآن نہیں ہے۔

مزید علامہ حلی کے تذکرہ باب القراءت اور نہایۃ الاصول اور دیگر علماء کی کتب سے نقل کرتے ہوئے کہا۔

(ک 21) ”گویند ایں قول بر اجماع است کسی اثبات قرآن را بخبر واحد جائز ندانستہ“ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قول اجماعی ہے اور کسی نے قرآن مجید کا خبر واحد کے ساتھ ثابت کرنا جائز نہیں سمجھا سید ابوالقاسم الخوئی نے ”تفسیر البیان“ کے مقدمہ میں کہا۔

﴿اطبق المسلمون بجمع نحلهم ومذاہبهم علی ان ثبوت القرآن  
ینحصر طریقہ بالتواتر﴾ (مقدمہ شعرانی، صفحہ ۳۷۳)

تمام مذاہب اور مکاتب فکر کے علماء باہمی اختلاف و نزاع کے باوجود اس امر پر متحد و متفق ہیں کہ قرآن مجید کا طریقہ ثبوت صرف اور صرف تواتر ہی ہے اور یہ حقیقت بھی مسلم کہ ﴿اللی اجل مُسْمٰی﴾ قراءۃ شاذہ ہے تو ان دونوں مسلمہ امور سے واضح ہو گیا کہ نہ تو یہ لفظ قرآن ہے اور نہ اس پر مبنی استدلال قرآن مجید کے ساتھ استدلال ہوا لہذا یہ کہنا کہ متعہ قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے سراسر خود فریبی ہے اور مسلم فریبی۔

**ثانیاً** اس قراءۃ شاذہ کا جو معنی و مفہوم شیعہ علماء نے لیا ہے یعنی عقد متعہ وہ قراءت متواترہ میں وارد ان کلمات ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ سے باطل ٹھہرتا ہے لہذا متواتر کے برعکس شاذ قراءت سے حکم کا اثبات کیونکر جائز ہو سکتا ہے جب کہ نافی اور اور موجب حرمت قطعی ہے اور مثبت ظنی ہے

**ثالثاً** عقد متعہ مراد لینا استمتاع کے لفظ پر مبنی ہو۔ خوئی کی قراءت پر اجماع شیعہ کے خلاف ہے کہ محض عقد سے پوری اجرت لازم نہیں آتی اس لئے بھی یہ استدلال باطل ہو گیا۔

**رابعاً** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر حضرات سے اس قراءت کا منسوخ



ہونا ثابت ہے جیسے کہ درمنثور میں طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ پہلے پہل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے

فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی۔۔۔۔۔ حتی نزلت هذه الآیة  
 "حرمت علیکم امہاتکم الی آخر الایة فنسخ الاولی فحرمت المتعة  
 وتصدیقها من القرآن الی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم وما سوی هذا  
 الفرج فهو حرام" (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)

یعنی ﴿الِیْ اَجَلٍ مُّسْمًی﴾ کے اضافہ کے ساتھ (تا) حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ۔۔۔۔۔﴾

تو اس نے پہلی کو منسوخ ٹھہرا دیا اور متعہ حرام ہو گیا لہذا یہ قراءت ثابت بھی ہو تو وہ منسوخ ہے اور متواتر نص جب منسوخ ہو تو اس سے استدلال درست نہیں تو شاذ اور منسوخ قراءت سے استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے اور اس روایت کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ابتداء اسلام میں متعہ جائز تھا اور قراءت یوں کی جاتی تھی۔

فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی، نسختها محصنین غیر مسافحین  
 (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۰، ۱۳۹)

پھر اس متعہ کو اس قول باری تعالیٰ ﴿مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ﴾ نے نسخ کر دیا کہ مقصد اس عقد سے عزت و آبرو کا تحفظ ہو اور محض مادہ منویہ کا خارج کرنا مقصود نہ ہو۔ حالانکہ متعہ کا بنیادی مقصد ہی یہی ہوتا ہے۔ لہذا ان دونوں روایتوں نے واضح کر دیا کہ یہ قراءت منسوخہ ہے

## علامہ کاشانی کا انحراف اول

الغرض استدلال کے اس ضعف اور سقم کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ کاشانی نے پلٹنا کھایا

برکبا۔

ہر گاہ مثبت قرآن نباشد چہ مانع باشد از آنکہ ہاں حکمے ثابت شود و ما قانعم بخبر واحد در

اس صورت۔

یعنی قراءت شاذہ ہونے کی وجہ سے اگر وہ قرآن نہ ہو اور متعہ کا اثبات قرآن سے نہ ہو تو جی اس قراءت سے حکم جواز ثابت کرنے میں کون مانع ہے (قرآن نہ سہی خبر واحد سہی) اور ہم اس صورت یعنی جواز متعہ میں خبر واحد پر قناعت کرتے ہیں مگر علامہ کاشانی صاحب کو جب یہ خیال آیا کہ جب متواتر نص اس کے خلاف ہو اور مانع ہو تو پھر اس کو خبر واحد کے درجہ میں سمجھتے ہوئے بھی استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے تو پھر دوسری قلابازی کھائی اور کہا۔

## علامہ کاشانی کا انحراف دوم

”مشروعیت آں درایت است و نسخ آں روایت و ما طرح نمی کنیم درایت را بروایت“

کہ متعہ کا جائز ہونا قیاس اور دلالت عقل سے ثابت ہے اور اس کا منسوخ ہونا مروی اور منقول اخبار سے ثابت ہے اور ہم دلالت عقل اور درایت و قیاس کو روایت اور خبر کی وجہ سے نظر انداز نہیں کر سکتے الغرض نہ قرآن دلیل ہے اور نہ روایت و اخبار بلکہ شیعہ ملت کی عقل ہی متعہ کے جواز کی دلیل ہے باقی سب بہانے اور فریب کاریاں اور قرآن مجید کے کلمات طیبہ ﴿فما استمتعتم الی اجل مسمی﴾ اور ﴿اجورہن﴾ میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال درست نہیں ہے اور علماء شیعہ نے ائمہ کرام کی طرف سے اس طرح کے استدلال کی جو نسبت کی ہے جیسے تہذیب الامم وغیرہ میں ہے تو وہ سراسر کذب و افتراء ہے اور خلاف حقیقت واقعہ۔

## علامہ ڈھکوصاحب کا انوکھا استدلال

اس آیت کریمہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ سے نکاح مراد لیا جائے تو تکرار لازم آتا ہے کیونکہ اس سے پہلے ﴿فَانِكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ کہہ کر نکاح کا حکم بیان ہو چکا ہے لیکن اس سے عقد متعہ مراد لیا جائے تو اس طرح ایک نیا حکم معلوم ہوگا۔ علماء معانی و بیان کا اتفاق ہے:

﴿التاسیس اولی من التاکید﴾ تاسیس اور نئے معنی کو تاکید پر ترجیح ہوتی ہے۔

الجواب السدید بتوفیق اللہ المجید: قاعدہ مسلم کہ تاکید معنی بجائے نئے معنی والی صورت اولی ہوگی مگر اس طرح بھی اس کو متعہ کی حلت پر نص قطعی قرار دینا تو غلط ہو گیا علاوہ ازیں تاسیس صرف عقد متعہ میں ہی منحصر کیوں ہے بلکہ پہلے محرمات کے ساتھ نکاح کی حرمت بیان فرمائی پھر ان کے ماسواء کے ساتھ نکاح کا حق مہر کے بدلے جواز بیان کیا اور اس آیت کریمہ میں بطور تفریع عقد نکاح کے بعد استمتاع اور لطف اندوز ہونے کی صورت میں مہر کامل کا لزوم اور جلد از جلد اس سے سبکدوش ہونے کا حکم دیا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ محض عقد متعہ سے شیعہ کے نزدیک اجرت لازم نہیں ہوتی بلکہ عقد کے بعد خود عورت یا اس کے اقربا دیدہ دانستہ اس شخص کو مباشرت کا موقع نہ دیں تو اس صورت میں عورت ایک پائی کی بھی حق دار نہیں ہوتی اور اگر چند دن موقع نہ دے تو اس کی اجرت کی حقدار نہیں ہوگی تو لامحالہ یہاں پر عملی طور پر ازدواجی منفعت کے حاصل کرنے پر حق مہر کے واجب الادا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے نہ عقد متعہ کا۔

مفسرین اہل سنت نے یہی تفسیر کی ہے۔

امام سیوطی نے درمنثور میں اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اقوال کے ضمن میں مجاہد کا قول تو نقل کیا ہے لیکن اس کو ضعیف اور مرجوح تفسیر قرار دیا ہے درمنثور کے حوالہ جات گزر چکے

ہیں جن میں مستند روایات کے حوالہ سے متعہ والے معنی کا ابطال کیا گیا ہے لہذا اس قسم کے اقوال کی آڑ لینا قطعاً غلط ہے تفسیری قول وہی معتبر ہوگا جس کی تائید آیت کریمہ کے سیاق و سباق سے ہو اس لئے علامہ سید محمد آلوسی بغدادی نے روح المعانی میں فرمایا۔

هذه الآية لا تدل على حل المتعة والقول بانها نزلت في المتعة غلط  
وتفسير البعض لها بذلك غير مقبول لان نظم القرآن ياء باه حيث بين سبحانه  
اولا المحرمات ثم قال عز شائنه (واحل لكم ما وراء ذلكم ان تبتغوا  
باموالكم) وفيه شرطه بحسب المعنى فيبطل تحليل الفرج واعارته وقد قال بها  
الشيعة ثم قال تعالى "محصنين غير مسافحين وفيه اشارة الى النفي عن كون  
القصد مجرد قضاء الشهوة وصب الماء واستفراغ اوعيه المنى فبطلت المتعة  
بهذا القيد" الخ

یہ آیت کریمہ متعہ کی حلت پر دلالت نہیں کرتی اور یہ دعویٰ کہ یہ متعہ کے حق میں داخل ہوئی غلط ہے اور بعض کا اس کی متعہ کے ساتھ تفسیر کرنا ناقابل قبول ہے کیونکہ قرآن کریم کی عبارت اور نظم و ترتیب اس تفسیر کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے محرمات کو بیان کیا پھر ان کے ماسواء کی حق مہر کے عوض حلت بیان فرمائی جس میں باعتبار معنی اس کی شرطیت پائی گئی ہے کہ مال صرف کرنا شرط ہے لہذا اس سے شیعہ کا نظریہ تحلیل اور عاریت فرج باطل ہو گیا کیونکہ وہ مفت کا عقد اور انتفاع ہوتا ہے پھر فرمایا کہ احسان مقصود ہو محض قضاء شہوت اور مادہ منویہ کا اخراج اور ظروف منویہ کو خالی کرنا مقصود نہ ہو تو اس قید سے متعہ باطل ہوگا کیونکہ اس کا مقصد گھر کا آباد کرنا نہیں ہوتا اور نہ اولاد کا حصول اور عزت و آبرو کا تحفظ۔ اسی لئے متعہ والی عورت ہر مہینہ نئے خاوند کی دلہن بنی ہوتی ہے اور ہر سال نئے نئے خاوند کی گود میں۔ اسی لئے شیعہ صاحبان کو بھی اعتراف ہے کہ عقد متعہ کے بعد اگر وہ شخص زنا کرے تو اس پر سنگساری کی سزا لاگو نہیں ہوگی ورنہ

نکاح دوام میں ایک مرتبہ مجامعت کر لینے کے بعد زنا کی صورت میں سنگسار کر دیا جائے گا

﴿ثم فرع سبحانه على حال النكاح قوله عز من قائل (فاذا

استمتعتم) وهو يدل على ان المراد بالاستمتاع هو الوطى والدخول لا الا

ستماع بمعنى المتعه التي يقول بها الشيعة.﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے حالت نکاح پر بطور تفریع وطی اور مجامعت کا ذکر فرمایا کہ اس کا لازمی نتیجہ

بیان فرمایا یعنی مہر کامل کا لزوم اور وجوب الاداء نہ وہ متعہ جس کے شیعہ قائل ہیں (ورنہ ایک ہی

آیت میں تعارض پیدا ہو جائے گا) پہلا حصہ ﴿فَحَصِّنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ متعہ کو حرام

ٹھہراتا ہے اور آخری اگر اس کو جائز کر دے تو صریح تعارض و تناقض پیدا ہوگا اور وہ بھی ایک ہی

آیت میں جس کو کوئی شخص بھی جائز اور ممکن نہیں سمجھ سکتا اور اسی لئے علامہ ابن جریر نے اپنی تفسیر

میں فرمایا کہ متعہ اور نکاح کے متعلق وارد دونوں تفسیروں میں اولیٰ و انصب بلکہ صحیح صواب نکاح

والی تفسیر ہے اور جماع و مباشرت والی کیونکہ قرآن و حدیث کی رو سے نکاح اور ملک یحیٰ کے

علاوہ سب صورتیں عقد و جماع کی ممنوع اور حرام ہیں۔

﴿قال ابو جعفر اولی التاویلین فی ذلک والصواب تاویل من تاویلہ﴾

### علامہ ڈھکوصاحب کی فریاد

”قابل غور بات یہ ہے کہ جب اوائل اسلام میں متعہ کے جواز پر سب اہل اسلام کا

اتفاق ہے تو اگر اس آیت سے متعہ کا جواز ثابت نہ ہو تو پھر دوسرے مسلمان ہی بتلائیں کہ یہ

جواز کس دلیل پر مبنی ہے؟ (تجلیات صفحہ ۲۹۸)

﴿الجواب الصواب بتوفیق ملہم الصدق والسداد﴾

ڈھکوصاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ شراب بھی ابتدائے اسلام میں حلال تھی اور سب کا

اس پر اتفاق ہے تو اس کا جواز کوئی آیت سے ثابت کیا گیا تھا۔ یٰٰنہ منورہ میں قبلہ بیت المقدس کو بنایا گیا اس کی دلیل کوئی آیت تھی۔ لہذا ہر کام صریح آیت سے ثابت کرنا لازم نہیں ہے بلکہ احادیث سے بھی حلت و حرمت ثابت ہوتی ہے اور وہ بھی مدار احکام ہیں تو متعہ حلال ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے اور اس کا حرام ہونا قرآن مجید اور حدیث سے بھی ثابت ہے جس طرح بیت المقدس کا قبلہ ہونا سنت سے ثابت اور اس کا منسوخ ہونا قرآن مجید سے بھی اور سنت سے بھی ثابت ہے۔

نیز واقعہ یہ ہے کہ عقد متعہ دور جاہلیت سے چلا آ رہا تھا سرور عالم ﷺ نے اس کو ابتدا میں ممنوع نہ ٹھہرایا جس طرح شراب نوشی کی عادت دور جاہلیت سے چلی آ رہی تھی اسلام میں اس کو فوری طور پر منع نہیں کیا گیا بلکہ تدریجا اور آہستہ آہستہ اس کو ممنوع قرار دیا علاوہ ازیں قانون اور قاعدہ یہ ہے کہ حلت محتاج دلیل نہیں کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہوتی ہے بلکہ حرمت محتاج دلیل ہوا کرتی ہے لہذا دوسرے مسلمان تو یہی سمجھتے ہیں اور یہی بتلاتے ہیں کہ حلت اباحت اصلی کی وجہ سے ثابت تھی اور ابتداء اسلام میں اس سے تعرض نہ کرنے کی وجہ سے مگر ڈھکوا صاحب اسے تسلیم کریں بھی تو ورنہ بتلانے کا فائدہ کیا؟

﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَالَّذِينَ هُمْ لِأُزْوَاجِهِمْ حَافِظُونَ. إِلَّا عَلَىٰ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ (مومنون ۷، ۶، ۵۔ العارج ۳۱، ۳۰، ۲۹)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی ازواج کے یا اپنے ہاتھ کے مال (لوٹھیاں) کہ اس کی صورت میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں پس جو اس کے سوا خواہش

کرے پس وہی تو زیادتی کرنے والے ہیں۔

## وجہ استدلال

اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والے اہل ایمان کے اوصاف و کمال گنواتے ہوئے یہ صفت بھی بیان فرمائی کہ وہ مومن فلاح پائیں گے جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہوں گے اور ان کو استعمال کریں گے تو صرف اور صرف اپنی زوجات اور لونڈیوں میں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بطور عاریت لی ہوئی عورت کو زوجہ کہہ سکتے ہیں یا مملوکہ؟ قطعاً نہیں لہذا اس سے تحلیل و عاریت کی حرمت بھی واضح ہوگئی اور اس طرح مسموعہ عورت کو مملوکہ اور لونڈی نہیں کہہ سکتے اور یہ بالکل واضح ہے زوجہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں اگر نظر صحیح سے کام لیں اور عقل سلیم اور فہم سقیم کو بروئے کار لائیں تو اس میں بھی تردد کی گنجائش نہیں کہ مسموعہ کو زوجہ نہیں کہہ سکتے جس کی کئی وجوہ ہیں مسموعہ زوجہ نہیں

1۔ زوجیت کے لوازم میں میراث طلاق عدت نفقہ لباس اور سکنی وغیرہ اور مسموعہ میں ان میں سے انتفاء کوئی بھی متحقق نہیں اور انتفاء لوازم انتفاء ملزوم کی دلیل و علامت ہوتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ مسموعہ زوجہ نہیں ہے۔

**نوٹ:** مفصل بحث مسموعہ اور منکوحہ کے وجوہ فرق کی اور مسموعہ میں لوازم زوجیت کی نفی کی بعد میں ذکر کی جائے گی۔

2۔ قرآن مقدس میں زوجہ کا لفظ جہاں بھی وارد ہوا دائمہ نکاح و ارتباط کے معنی میں ہی مستعمل ہوا ہے مثلاً ﴿يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ میں حضرت حوا علیہا السلام کو زوجہ کہا گیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ میں بھی پردہ کا حکم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بنات طیبات اور مومنین کی ازواج و نساء کے لئے ہے

یہاں بھی کسی دوسرے معنی کا تصور نہیں ہو سکتا۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُمْ مِنْ بَعْدِهِ أَبْدَانًا﴾ (الاحزاب ۵۳)

میں بھی فقط یہی معنی مراد ہے۔

﴿وَزَوْجِنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ﴾ (الدخان ۵۳) میں دائمی ارتباط اہل جنت کا حور عین سے

مراد ہے۔

﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَا كُهَا﴾ (الاحزاب ۳۷)

میں بھی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت زید بن حارثہ کی طرف سے طلاق ملنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ دائمی نکاح میں دینے والا معنی مراد ہے الغرض کلام مجید میں عورتوں پر زوجہ کا اطلاق اور مردوں کے ساتھ تزویج کا استعمال نکاح دائم میں ہی ہے اور محاورات عرب میں بھی ایک دفعہ جماع یا ایک دن کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کو زوجہ کہنا ثابت نہیں لہذا یہاں بھی وہی متعارف معنی مراد ہوگا اور شرمگاہوں کے ازواج کے اور باندیوں کے علاوہ استعمال کی نفی اور صرف ان میں استعمال کے حصر کی وجہ سے متعہ اور عاریت الفرج وغیرہ کی حرمت واضح ہو جائے گی۔

3۔ شیعہ کتب میں منقول اقوال ائمہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ مجموعہ عورتیں مستاجرات ہیں اور بمنزلہ اماء اور لونڈیوں کے ہیں (تہذیب الاحکام جلد ۷ صفحہ ۲۵۹) پر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ﴿تزوج منهن الفافا نهن مستاجرات۔۔۔﴾ مجموعہ عورتوں میں سے ہزار کے ساتھ عقد متعہ کر لو کیونکہ وہ اجرت پر لی ہوئی ہیں اور امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ﴿وانما هی مستاجرة قال وعدتها خمسة واربعون ليلة۔۔۔﴾ مجموعہ عورت اجرت پر لی ہوئی اور اس کی عدت پتالیس دن ہے۔ اور ابو جعفر طوسی صاحب نے یہی عنوان قائم کیا ہے ﴿لاباس بان يتمتع الرجل متعة ما شاء لانهن



بمنزلہ الاماء“ (تہذیب جلد ۷ ص ۲۵۶) الغرض جب وہ مستاجرہ ہیں اور لوٹڈیوں کی مثل تو ان کو ازواج میں داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی حقیقی لوٹڈیاں ہوتیں تو ان کی بیع و شراء اور ہبہ و اعتاق وغیرہ درست ہوتا جب وہ نہیں تو از روئے حکم لوٹڈیوں میں داخل ہو گئیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ لوٹڈیوں کا حکم الگ ہے اور ازواج کا حکم الگ ہے لہذا ایک قسم کو دوسری قسم میں داخل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا تو قطعاً ثابت ہو گیا کہ مجموعات ازواج نہیں ہیں اور مملوکہ باندیاں بھی نہیں جیسے کہ حصر کا مقتضاء مدلول ہے۔

**سوال :-** یہ آیت جن دوسورتوں میں موجود ہے وہ دونوں مکی ہیں اور متعہ بقول اہل سنت خیر کے موقع پر حرام کیا گیا یا او طاس اور فتح مکہ کے سال لہذا مکی آیت سے حرمت متعہ پر استدلال غلط ہو گیا۔

**جواب اول :-** مکی و مدنی کے اندر اصطلاحات کئی طرح کی ہیں ایک یہ ہے کہ جو ہجرت سے قبل نازل ہوئیں وہ مکی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی دوسری جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں وہ مکی اور جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی تیسری جن میں خطاب کفار اور اہل مکہ سے ہے وہ مکی خواہ مدینہ منورہ میں ہی نازل کیوں نہ ہوئی ہوں اور جن میں خطاب اہل ایمان سے ہے وہ مدنی ہیں خواہ مکہ مکرمہ میں ہی نازل ہوئی ہوں ان دونوں آیات میں اہل ایمان مخاطب ہیں اور ان کی فلاح و بہبود اور اخروی کامیابی کا بیان ہے اگرچہ بصورت خبر ہے لہذا دوسری اور تیسری اصطلاح کے مطابق ان آیات دوسرے کا مکی ہونا متعہ کی حرمت کے خلاف نہیں۔ مثلاً مکہ مکرمہ میں فتح مکہ کے موقع پر ان آیات کا نزول ہو تو آیت مکی بھی ہو گئیں اور متعہ کی حرمت بھی واضح ہو گئی پھر والذین ہم للزکوٰۃ فاعلون کا ذکر بھی اس کا مؤید ہے کیونکہ زکوٰۃ کی فرضیت مدینہ میں نازل ہوئی اور ہجرت کے بعد۔ لہذا پہلی اصطلاح کے مطابق آیات کو مکی ماننے کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم بھی قبل از ہجرت ماننا چاہیے جو خلاف واقعہ و حقیقت ہے۔

جواب دوم۔ اگر پہلی اصطلاح کے مطابق بھی ان دونوں آیات کو ٹکی تسلیم کر لیا جائے تو پھر جواب یہ ہے کہ آیات کے ٹکی ہونے سے حکم کا بھی ٹکی ہونا ضروری نہیں بعض آیات مکہ ہیں مگر حکم مدینہ کا مدنی ہے اور بعض آیات مدنی ہیں مگر حکم ٹکی ہے۔ دیکھیے وضو کی فرضیت جس آیت کریمہ سے ثابت ہو رہی ہے وہ مدنی ہے حالانکہ حکم ٹکی ہے کیونکہ نماز کی فرضیت معراج کے موقع پر ہوئی تو وضو بھی اسی وقت سے فرض تھا نہ کہ پہلے بلا وضو نماز جائز رہی اور بعد ازاں وضو فرض کیا گیا اسی طرح آیت الجمعہ مدنی ہے حالانکہ فرضیت جمعہ کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اسی طرح زکوٰۃ کی فرضیت ٹکی صورتوں میں موجود ہے جانکہ حکم مدنی ہے اور اس کی ادائیگی اور وصولی صرف مدینہ منورہ میں ہوئی اسی طرح ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ (القمر ۴۵) مکہ ہے لیکن عملی طور پر اس کا ظہور بدر کبریٰ میں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح ان آیات میں ٹکی و مدنی کا پہلا معنی مراد لے لیں تو بھی نزول مقدم ہے مگر حکم متاخر اور اسی میں یہ مژدہ اور خوشخبری دینا مقصود ہے کہ موجودہ فقر و قاقہ اور ظاہری مغلوبیت و مجبوری کو نہ دیکھو پس وہ وقت آیا چاہتا ہے جب تم غنی اور صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ دینے کے لائق ہو جاؤ گے اور تمہیں جہاد و قتال کا حکم ملے گا نصرت و فتح حاصل ہوگی اور تمہارے پاس ان گنت لوٹیاں وغیرہ ہوں گی تمہاری دنیوی عزت و وجاہت بھی درجہ کمال پر ہوگی اور اخروی فلاح و نجات بھی تمہارا مقدر ہوگی اور دنیا و آخرت میں قاتل الحرام اور کامیاب و کامران صرف تم ہی ہو گے۔ (تفسیر الاقان ج ۱ ص ۳۱)

اور ذرا انصاف سے کام لیتے ہوئے بتلائیے کہ ہجرت سے قبل کس صحابی کے پاس لوٹیاں تھیں بلکہ کتنے صحابی تھے جو خود کفار کے غلام تھے یا مثل غلاموں کے مغلوب و مقہور۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم مدنی ہے اگرچہ آیتیں ٹکی ہیں۔

جواب دوم:- بطور الزام اور چیل کہا جاسکتا ہے کہ ﴿اِنَّ ذَالِقُرْبٰى حَقُّهُ﴾ والی

آیت لکھ رہے ہیں اور اس کا معنی روافض کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت سیدہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فدک دے دو حالانکہ وہ ہجرت کے ساتویں سال بعد ہاتھ آیا لیکن اس کا حکم پہلے مکہ میں نازل ہو گیا اگر فتح خیبر سے قبل فدک کا حکم نازل ہونے میں حرج نہیں تو غزوہ خیبر میں متعہ کی حرمت کا اعلان مکہ میں نزول حکم کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے؟

الغرض ان ازواج میں مجموعہ عورت داخل نہیں اور نہ ہی اس کی حلت ثابت ہوتی ہے بلکہ حصر نے اس کی حرمت کو واضح کر دیا۔

### عقد متعہ کے احکام قرآن میں مذکور نہیں

قرآن مجید نے صرف نکاح کو مباح قرار دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ منسل احکام، تعداد ازواج، طلاق، عدت، نفقہ، سکنی، طہار، لعان، ایلاء اور وراثت وغیرہ صراحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اگر مجموعہ عورت بھی منکوحہ ہوتی اور ازواج میں داخل ہوتی تو لامحالہ اس کے احکام بھی بیان کئے جاتے آخر کوئی عقل مند آدمی یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ منکوحات کی ایک قسم اور ازواج کی ایک صنف کا تو مکمل بیان کلام مجید میں ہو لیکن دوسری قسم کا سرے سے کوئی ذکر نہ ہو بلکہ ذاتی مملوک باندیوں اور منکوحہ باندیوں کے احکام بھی مذکور ہوں مگر اس حرد اور آزاد عورت کا کوئی حکم مذکور نہ ہو تو لازمی طور پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ لفظ نکاح اور زوجہ عقد متعہ اور مجموعہ عورت کو شامل نہیں ہیں الغرض قول باری تعالیٰ ﴿إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ میں متعہ والی عورت قطعاً داخل نہیں لہذا اس کی حرمت اس فرمان باری تعالیٰ سے واضح ہو گئی۔

آئیے ہم آپ کو مفصل وجوہ فرق بتلاتے ہیں اور اس کے بعد آپ کی عقل سلیم اور فہم مستقیم سے ہی انصاف و دیانت کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتے ہیں کہ عقد متعہ قرآن میں ہے تو دوسرے احکام کہاں ہیں اور علیم و حکیم اور رحمن و رحیم خدائے کریم نے ان بیچاروں کو نظر انداز کیوں کیا ہے؟



اور نہ ہی تہمت لگانے کی صورت میں لعان تاکہ مرد کا صدق یا عورت ممتنعہ کی براءت ثابت ہو اور مرد حد قذف برداشت کرے یا عورت حد زنا۔ کیونکہ یہ تو ہے عزت کے تحفظ کے لئے اور ان دونوں کی عزت شیعہ شریعت میں ہے ہی نہیں لہذا لعان نہ ہوگا۔ (برہان صفحہ ۶۳)

۴۔ متعہ کے ذریعے اولاد پیدا ہو تو والد کے وارث ہوں گے بشرطیکہ والد ان کے اولاد ہونے کو تسلیم کرے اور اگر انکار کرے کہ یہ میرے نہیں ہیں تو وارث نہیں ہو سکیں گے اور لعان کے ذریعے والدیں کا سچ جھوٹ اور نیکی بدی معلوم کرنا بھی درست نہیں خواہ مجموعہ فاحشہ نہ ہو "اگر نفی ولد کند حاجت بلعان نیست" (برہان المتعہ صفحہ ۶۳)۔

"اگر آن زن متعہ باشد یا کنیز بجز گفتن شوہر فرزند کی آن فرزند بر طرف می شود محتاج بلعان نیست" (جامع عباسی صفحہ ۱۵۵، ۱۷۵)

لیکن دائمی ہو تو خواہ عورت فاحشہ ہی کیوں نہ ہو لعان کے بغیر اولاد کی نفی قابل تسلیم نہیں ہوگی و بجز دآں کہ زن باشد شوہر نمی تواند گفت کے فرزندے کہ از و حاصل شدہ باشد فرزند نیست و فرزند کی آن فرزند بر طرف شود اگر زن دائمی باشد مگر آنکہ در میان زن و شوہر لعان واقع شود۔ (جامع عباسی صفحہ ۵۵)

5۔ مرد خواہ ہزار عورت سے متعہ کرے مگر وہ محض نہیں لہذا زنا کی صورت میں سنگسار نہیں کیا جائے گا اور اس طرح متعہ کرنے والی عورت جتنی دفعہ چاہے متعہ کرے وہ محض نہیں لہذا زنا کرنے پر سنگساری سے محفوظ رہے گی صرف سو کوڑے والی سزا عائد ہوگی قتال (ابو عبد اللہ جعفر صادق) لا یرجم الغائب عن اہلہ..... ولا صاحب متعہ

(الاستبصار ج۔ ۱ ص ۲۰۶)

جبکہ نکاح دائم کی صورت میں زنا کا ارتکاب ثابت ہو تو مرد ہوا یا عورت ان کو سنگسار کر دیا جائے گا لہذا واضح ہو گیا کہ متعہ مثل نکاح کے نہیں ہے۔

6۔ متنعہ میں عورتوں کی تعداد معین نہیں ہزار سے بھی کر سکتا ہے (جبکہ نکاح چار سے زائد عورتوں سے جائز نہیں) لہذا متنعہ والی مثل لونڈیوں کے ہوئی کیونکہ ان میں بھی تعداد معین نہیں جبکہ اپنی مملوکہ ہوں (منہج الصادقین و برہان و استبصار) وغیرہ

7۔ متنعہ والی عورت کا حمل ظاہر ہو جائے تو بھی نفقہ واجب نہیں

(مختصر توضح المسائل ص ۳۵۸، ۳۵۷) ”زنی کہ صیغہ شدہ اگر چہ آبستن شود حق خرجی

ندارد (جبکہ نکاح کی صورت میں حاملہ کے لئے دوران عدت نفقہ و سکنی لازم ہے مطلقہ ہو یا عدت وفات میں ہو) (تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹) نفقہ زنی کہ طلاق رجعی دادہ باشد و هنوز از عدت بیرون نرفته باشد لازم است و آیا در عدت وفات نفقہ زن واجب است مجتہدین را دریں مسئلہ دو قول است۔ (جامع عباسی صفحہ ۱۶۱)

8۔ متنعہ کی مدت منقطع ہونے کی صورت میں عورت متمتعہ کا اسی گھر میں رہنا لازمی نہیں جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے لیکن نکاح کی عدت میں وہی رہنا لازم ہے۔ (برہان صفحہ ۷۰) اس سے بھی ظاہر ہے کہ متنعہ مثل نکاح نہیں۔

اقول :- بلکہ بعض صورتوں میں وہ عورت متمتعہ کرنے والے کے ہاں عدت گزار سکتی ہی نہیں کیونکہ عقد ہی چوری چھپے ہو سکتا ہے لہذا ایام متنعہ میں بھی عقد متنعہ کے مقاصد کا حصول بڑی ہوشیاری سے کام لے کر ہی ہو سکتا ہے چہ جائیکہ عدت وہاں رہ کر پوری کر سکے۔

9۔ بعض کے نزدیک عورت متمتعہ امور مستحبہ کی ادائیگی میں متمتعہ کی اجازت حاصل کرنے کی پابند نہیں بلکہ جب چاہے زندہ یا فوت شدہ اقارب کی زیارت کرنے چلی جائے مستحب روزے رکھے نفلی نمازیں ادا کرنے اور قسم و نذر وغیرہ کے معاملات میں خود مختار ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ اجازت حاصل کرے (برہان صفحہ ۶۴) جبکہ نکاح میں اجازت حاصل کرنا لازم ہے۔

10۔ متمتعہ زنا اور بدکاری کے ساتھ مشہور و معروف ہو تو بھی متمتعہ اس کو پابند نہیں کر سکتا جدھر

چاہے آئے جائے لیکن نکاح کی صورت میں اس پر کڑی نگرانی کرنی پڑے گی۔ ﴿السر جلی  
یتزوج الفاجرة قال لا باس وان كان التزویج فلیحسن بابہ۔﴾

(استبصار۔ ص ۷۸)

اقول :- علی الخصوص جب عقد متعہ میں گواہ ہی نہ ہوں اور والدین کی اجازت ہی نہ ہو بلکہ وہ  
اسے کنواری سمجھے ہوئے ہوں تو امور مستحبہ کی ادائیگی سے روکنے کی یا دوسری پابندیاں عائد کرنے  
کی اس متمتع میں قدرت ہی کیسے ہو سکتی ہے۔

11۔ متمتعہ عورت نہ متعہ کرنے والے کی وارث بنتی ہے اور نہ ہی یہ اس کا وارث بنتا ہے " لا قرثہ  
﴿ولا تورث وانہا مستاجرہ .....﴾ (استبصار صفحہ ۸۰) کیونکہ وہ محض اجرت اور  
کرایہ پر لی ہوئی عورت ہے جبکہ نکاح میں خاوند بیوی کا اور بیوی خاوند کی وارث بنتی ہے (منہج  
الصادقین جلد ۲ صفحہ ۴۹۶) پس زن محومہ کا سوائے زرمہر کے اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں۔

(تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹)

اور جامع عباسی صفحہ ۷۱ میں ہے "میراث نمی برد و اگر در عقد متعہ شرط میراث بردن کند  
آیا میراث می برد یا نہ خلاف است" اگر عقد متعہ میں وارث ہونا شرط بھی کیا جائے تو بھی ورثہ  
دلانے میں اختلاف ہے اور اگر شرط نہ ہو تو پھر وارثت بالکل ثابت نہیں ہوتی۔

12۔ متعہ کے لئے عورت کا مسلمان ہونا ضروری نہیں بلکہ نصرانی یہودی بلکہ مجوسی عورتوں کے  
ساتھ بھی جائز ہے "جب کہ نکاح کے لئے مسلمان ہونا لازمی ہے" (استبصار صفحہ ۹۷)

13۔ نکاح دوام میں دو گواہ مسنون ہیں از روئے تادیب و شفقت بر اولاد تاکہ ان کی نفی کر کے ان کو  
وراثت سے محروم نہ کر سکے ﴿سن رسول اللہ ﷺ فی ذلک الشاہدین تا دینا ونظر  
الان لایسکر۔۔۔﴾ (استبصار صفحہ ۱۵ جز ثالث) جبکہ متعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں ہے۔

"گواہ گرفتن در عقد متعہ سنت نیست چنانکہ در نکاح دائم سنت است" (جامع عباسی صفحہ ۱۱۷)

14۔ باکرہ کا عقد متعہ بغیر اذن والدین درست ہے جبکہ نکاح والد کی اجازت کے بغیر درست

نہیں ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لا تزوج ذات اقرباء من الاکبار الا باذن

ایہا (استبصار صفحہ ۱۲۶ جز ثالث) اسی مضمون کی متعدد روایات اس عنوان کے تحت درج کی ہیں

﴿باب لا تزوج البکر الا باذن ایہا﴾ اور یہ بھی مروی ہے ﴿فکتب

(الامام ابو الحسن الرضاء) التزویج الدائم لا یکون الا بولی وشاہدین

﴿(استبصار صفحہ ۷۹) امام ابو الحسن نے سائل کا سوال دیتے ہوئے لکھا ”دائمی نکاح ولی اور دو

گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا“

15۔ مدت متعہ کے انقطاع پر گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں جب یہ کے طلاق کے لئے دو عادل

گواہوں کا موقع پر موجود ہونا اور طلاق کے الفاظ سننا لازمی ہے ورنہ طلاق واقع ہی نہ ہوگی

”چہار دھم در وقت طلاق دادن دو عادل حاضر باشند و بشوند بیکبار اگر حاضر نباشند یا آنکہ بر دو

یکبار نشوند یا آنکہ یک عادل بشنود یا عادل نباشند صحیح نیست پانزدہم دو عالم مرد باشند چہ شنیدن

زنان عادلہ در طلاق معتبر نیست“ (جامع عباسی، صفحہ ۱۶۶)

وقت طلاق میں دو عادل مردوں کا موجود ہونا ضروری ہے اور دونوں کا بیک وقت سننا

اگر دو عادل مرد موجود نہ ہوں یا بیک وقت نہ سنیں یا صرف ایک عادل سے دوسرا نہ سنے یا عادل

ہی نہ ہوں تو طلاق صحیح نہیں ہوگی فقط عادلہ عورتیں طلاق کے الفاظ سنیں یا ایک مرد اور دو عورتیں تو

بھی طلاق صحیح نہیں ہوگی لیکن بیچاری مسوعہ کے لئے انقطاع مدت متعہ اور وقوع فرقت کے لئے

ایک مرد کی موجودگی بھی نہ لازم ہے نہ مسنون لہذا اثابت ہوا کہ مسوعہ زوجہ کی مثل نہیں ہے بلکہ

لوندی کی مثل ہے چاہا تو وطی کر لی چاہا تو علیحدگی اختیار کر لی۔

16۔ متعہ عورت پر خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات لازم ہے اور نئے متعہ یا

زیب وزینت سے دور رہنا ضروری ہے مگر بایں ہمہ اس کے لئے نہ خرچہ ہے اور نہ ہی میراث



میں حصہ جبکہ منکوحہ کے لئے میراث میں حصہ بھی ہوگا اور حمل کی صورت میں نفقہ بھی ملے گا (تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹) پس زن متعہ کا سوائے زرمہر اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں ہے نفقہ حاملہ کے بعد

وفات شوہر کے کچھ نہیں بنا بر روایت مشہورہ کے اور بنا بر ایک روایت کے حصہ ولد میں ہوگا۔

لہذا ثابت ہوا کہ مجموعہ منکوحہ کی مثل نہیں جبکہ لونڈی منکوحہ بلکہ مملوکہ موطوءہ کے لئے

بھی چار ماہ دس دن عدت وفات ہے (جامع عباسی صفحہ ۱۲۹) لیکن نفقہ ان کو دینا ثابت ہے تو ہوا

کہ مجموعہ لونڈیوں کی مثل بھی نہیں چہ جائیکہ زوجات میں شامل ہو۔

17۔ متعہ والی عورت سے عارضی خاوند کا عزل کرنا درست خواہ وہ راضی نہ ہو خواہ متعہ کے عقد

میں عزل کرنا شرط نہ کیا گیا ہو اور کوئی تاوان عزل کی صورت میں ادا کرنا لازم نہیں ہے جبکہ آزاد

عورت کے ساتھ نکاح کی صورت میں عزل کرنا حرام ہے اور اس پر تاوان ادا کرنا لازم ہے اور

تاوان بھی دس مثقال یعنی پورے چار تولے سونا۔

بجہ ہم۔ منی رادر غیر فرج زن آزادیکہ بعقد دوام اور اخواستہ باشند بے اذن اور۔ نختن حرام است

(جامع عباسی صفحہ ۱۳۸)

لما در متعہ و کنیز جائز است

بست و ہفتم۔ اگر منی را بیرون فرج زن دائمی بریزد بے اذن آن زن واجب است کہ وہ مثقال

طلاء با آن زن دہد (جامع عباسی صفحہ ۱۳۷) اور روضہ بیہ شرح لعدہ دمشقہ میں ہے ﴿و یجوز

العزل عنہا وان لم یشرط لان الغرض الاصلی منه الاستمتاع دون النسل

﴾ مجموعہ سے عزل کرنا جائز ہے اگرچہ عقد میں شرط نہ ہو کیونکہ غرض اصلی اس سے صرف لذت کا

حصول ہے نہ کہ افزائش نسل اور اسی طرح برہان الحدیث میں ہے ”انزال منی در فرج متعہ بر شوہر

واجب نیست مگر بشرط در عقد اگرچہ عمداً خارج بریزد بارادہ آنکہ ولد منعقد نشود اگرچہ متعہ راضی

(برہان الحدیث صفحہ ۵۸)

نباشد“

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ متعہ کا بنیادی مقصد فقط شہوت رانی ہے اور تسکین نفس

جبکہ نکاح دائم کا بنیادی مقصد افزائش نسل ہے نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ مہوہ زوجہ کی مثل نہیں بلکہ لونڈی کی مثل ہے کیونکہ اس سے بھی عزل جائز خواہ وہ راضی نہ ہو اور اس سے بھی جائز خواہ راضی نہ ہو بلکہ لونڈی سے بھی کم مقام رکھتی ہے کیونکہ کسی کی لونڈی سے نکاح کرے تو مالک کی مرضی کے بغیر عزل نہیں کر سکتا لہذا اس کو زوجات میں شمار کرنا غلط ہے۔

18۔ لونڈی کی عدت بعد طلاق دو حیض ہے اور استبراء کے لئے ایک حیض جبکہ منکوحہ کی عدت بعد از طلاق تین حیض ہے لیکن اہل تشیع کے نزدیک مہوہ کی عدت بعد ختم ہونے مدت متعہ کے ایک حیض ہے یا دو حیض اور خون ماہواری کا نہ آنے کی صورت میں لونڈی ہو یا مہوہ اس کی عدت پینتالیس دن ہے جبکہ منکوحہ کے لئے تین ماہ عدت ہوگی ملاحظہ ہو (جامع عباسی صفحہ ۱۶۸) لہذا واضح ہو گیا کہ مہوہ لونڈیوں کی مثل ہے کہ نہ زوجہ منکوحہ کی مثل۔

19۔ عقد متعہ میں وطی اور مجامعت لازم نہیں بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ مجامعت نہ کرنا شرط ٹھہرا لیا جائے جبکہ نکاح میں وطی نہ کرنا ممنوع و حرام ہے۔ اور منکوحہ کو ایسی صورت میں نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہوتا ہے ملاحظہ کریں (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸) الغرض اس فرق سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ متعہ والی عورت لونڈیوں کی مثل ہے نہ کہ آزاد منکوحہ عورتوں کی مثل۔

20۔ مہوہ عورت نے مدت مقررہ سے نصف یا تہائی مدت میں مہوہ شرايط پوری نہیں کیں تو دینے ہوئے مہر میں سے اس مدت کے حساب سے واپس لے سکتا ہے (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۶) لیکن نکاح میں ایک مرتبہ وطی کرنے کے بعد مہر معین میں کوئی کمی نہیں کر سکتا اور نہ واپس لے سکتا ہے۔ ﴿قَالَ تَعَالَى: آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا﴾ (النساء: ۲۰)

### مہوہ عورت لونڈیوں کی مثل ہے

۲۱۔ منکوحہ عورت تین طلاق کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے لیکن مہوہ عورت کے ساتھ

تین مرتبہ عقد متعہ کرنے اور مدت متعہ منقطع ہونے پر وہ حرام نہیں ہوتی لہذا مدت مقررہ کا انقطاع طلاق کی مانند نہ ہوا۔

فروش کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ پر منقول ہے کہ ذرارہ نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سوال کیا کہ ایک شخص ایک عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے مدت گزارنے پر وہ عورت دوسری جگہ متعہ کرتی ہے پھر اس سے فارغ ہونے پر پہلے شخص سے متعہ کرتی ہے ﴿حَتَّىٰ بَانَتَ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجْتَ ثَلَاثَةَ أَزْوَاجٍ بِحُلِّ لَلَّوْلِ﴾ ان يتزوجها قال نعم کم شاء لیس هذه مثل الحرة هذه مستاجرة وهي بمنزلة الاماء ﴿حَتَّىٰ﴾ کہ اس مرد سے تین مرتبہ جدا ہوتی ہے اور تین مرتبہ دوسرے اشخاص سے متعہ کرتی ہے تو کیا پہلا شخص تین مرتبہ انقطاع مدت کے بعد بھی اس عورت سے متعہ کر سکتا ہے تو امام موصوف نے فرمایا ہاں جتنی مرتبہ چاہے اس سے متعہ کرے متعہ والی عورت آزاد منکوحہ زوجات کی مانند نہیں ہے یہ تو اجرت اور کرایہ پر لی ہوئی ہے اور لونڈیوں کی مانند ہے۔

## مضحکہ خیز دعویٰ اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش

ایسی صریح روایت کے ہوتے ہوئے اور مذکورہ بالا وجوہ فرق کے ہوتے ہوئے صاحب لحد اور ملاح اللہ کا یہ دعویٰ کس قدر خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت ہے اور مضحکہ خیز ہے کہ متعہ اور نکاح دائم میں صرف یہ فرق ہے کہ متعہ میں مدت معین ہوتی ہے اور نکاح دائم میں مدت کا تعین نہیں ہوتا اس کے علاوہ تمام مستحبات و واجبات اور جملہ کیفیات میں کوئی فرق نہیں مثلاً رضا زوجین، صلاحیت ایجاب و قبول اور اتباع عقد و مہر۔

عجب درایں است کہ پچھ فرقی نیست میان ایقاع نکاح دوام و متعہ در مستحبات و واجبات و کیفیات از رضا زوجین و صلاحیت ایقاع عقد در میان ایشان و ایجاب و قبول و مہر دیگر۔

شرائط و کیفیت مگر اجل کہ در متعہ بہت و در دوام نیست۔

(تفسیر منہاج الصادقین صفحہ ۳۹۱ جلد دوم)

اس کے بعد متعہ کے منکرین پر غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ”پس چراہل جہالت دوام را مشروع و حلال دانند و متعہ را حرام و نامشروع و این نیست مگر محض عناد و انکار و بدعت۔“

نعوذ باللہ من ہذہ الطریقۃ المضلۃ والعقائد الفاسدہ۔

لہذا اہل جہالت نکاح دائمی کو کیوں حلال اور مشروع سمجھتے ہیں اور متعہ کو کیوں حرام اور ناجائز سمجھتے ہیں یہاں تک محض عناد و بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گمراہ کن طریقہ سے بچائے اور عقائد فاسدہ سے محفوظ رکھے مگر افسوس کہ صاحب معد کو اور ملاح فتح اللہ کاشانی کو متعہ کے احکام اور نکاح دوام کے احکام میں روز روشن سے زیادہ فرق نظر نہ آیا اور آنکھیں بند کر کے اور عقل و دانش اور فہم و فراست کو چھٹی دے کر یہ حکم لگا دیا سچ ہے: ﴿اذا لم تستح فاصنع ما شئت﴾ شرم و حیا کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو پھر ایسی باتیں کرنے میں مانع امر کونسا ہو سکتا ہے

الغرض قرآن مجید کی آیات مبارکہ متعہ کی حرمت پر واضح دلالت کرتی ہیں اور متعہ کے احکام میں کوئی حکم بھی کلام مجید میں مذکور نہ ہونا بھی اس کے شرعاً ناجائز ہونے کی واضح دلیل ہے اور مجموعہ عورت کو منکوحات اور ازواج سے شمار کرنا بھی غلط اور بالکل غلط ہو گیا اور لوٹڈی نہ ہونا اس کا اظہار من الشمس تو مومن مفلح کے لئے متعہ کا حرام و ممنوع ہونا بھی واضح ہے ﴿کما قال اللہ تعالیٰ والذین ہم لفروجہم حافظون﴾

آئیے اب احادیث رسول اللہ ﷺ اور اقوال صحابہ کرام انہ اہل بیت علیہم الرضوان کے ذریعے اس کی حرمت ملاحظہ کریں سب سے پہلے کتب اہل سنت کے حوالہ جات پیش خدمت کئے جاتے ہیں اور اس کے بعد کتب اہل تشیع کے حوالے پیش کئے جائیں گے۔

حرمت متعہ از روئے احادیث رسول علیہ السلام واقوال صحابہ

کرام و ائمہ اہل بیت علیہم الرضوان مطابق کتب اہل سنت

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری (ج ۲ ص ۷۶۷، ۷۶۸) میں یہ نہی رسول اللہ ﷺ عن نکاح المتعۃ آخراً ہ عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت حضرت حسن بن محمد بن علی اور ان کے بھائی عبداللہ بن محمد بن علی کی یہ روایت درج کی ہے۔

ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی ﷺ نہی عن المتعۃ وعن لحوم الحمر الاہلیۃ زمن خیرؓ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا: بیشک رسول اللہ ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے گوشت سے خیر کے زمانہ میں۔

فائدہ: یہ روایت حضرت محمد بن حنفیہ اور ان کے دونوں صاحبزادوں کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

۲۔ امام مسلم نے سنن بن محمد اور عبداللہ بن محمد کی یہی روایت محمد بن علی رضی اللہ عنہما کے واسطے سے نقل کی ہے۔

۱. عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ نہی عن متعۃ النساء یوم خیر و عن اکل لحوم الحمر الانسیۃ (المسلم ج ۱ ص ۴۵۲)

ب. عن علی انہ سمع ابن عباس یلین فی متعۃ النساء فکان مہلایا ابن عباس فان رسول اللہ ﷺ نہی عنہا یوم خیر و عن اکل لحوم الحمر الانسیۃ (المسلم ج ۲ ص ۴۵۲)

ج. عن الحسن و عبد اللہ ابنی محمد بن علی بن ابی طالب عن ابیہما انہ

سماع علی بن ابی طالب یقول لا بن عباس نہی رسول اللہ ﷺ عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر الانسیۃ“ (مسلم ج ۲ ص ۲۵۲)

وکذا فی الدر المنثور نقلا عن مالک و عبد الرزاق وابن ابی شیبہ والبخاری و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ ﷺ نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر و عن اکل لحوم الحمر الانسیۃ۔ (درمنثور ج ۲ ص ۱۳۱)

د۔ عن مالک بهذا الاسناد وقال سمع علی بن ابی طالب یقول لفلان انک رجل تائه نہی رسول اللہ ﷺ بمقل حدیث یحییٰ عن مالک عن متعۃ النساء یوم خیبر (درمنثور ج ۲ ص ۱۳۱)

حدیث یحییٰ عن مالک و کذا اخرج النحاس عن علی رضی اللہ عنہ

(درمنثور ج ۲ ص ۱۳۱)

۵۔ اخرج البیهقی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال نہی رسول اللہ ﷺ عن المتعۃ وانما كانت لمن لم یجد فلما نزل النکاح والطلاق والعدۃ والمیراث بین الزوج والمرثۃ نسخت (درمنثور ص ۱۳۰)

بخاری و مسلم کی ان روایات سے واضح ہو گیا کہ

۱۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعہ کی حرمت کے قائل تھے۔

۲۔ وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی متعہ کی حرمت ذہن نشین کراتے رہے اور ان کو اس کے خلاف فتویٰ دینے سے روکتے رہے۔

۳۔ ان کی مخالفت کو تحیر اور سرگردانی اور بے راہروی سے تعبیر کرتے رہے۔

۴۔ حرمت متعہ کے متعلق واضح کر دیا کہ یہ کسی شخص کی ذاتی رائے سے حرام نہیں ہوا بلکہ خود

صاحب شرع رسول کریم ﷺ نے ہی اس کو حرام فرمایا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ تلقین حضرت ابن عباس کو اپنے دور خلافت یا حضرت عثمان کے دور خلافت میں فرمائی تھی کیونکہ دور فاروقی میں تو وہ اس قسم کے فتویٰ صادر کرنے کی عمر میں ہی نہیں تھے اور انہیں بالفرض فتویٰ دیتے بھی تو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو منع کر لیتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبماتش کی کیا ضرورت تھی؟

اور یہ بات دو پہر کے اجالے سے بھی زیادہ واضح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم بہر حال حضرت عبد اللہ بن عباس سے زیادہ ہے اور ان کو جو شرف صحبت اور تقدم حاصل تھا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وہ قرب اور تقدم حاصل نہیں تھا لہذا رسول کریم ﷺ کے فرمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے بعد متعہ کے حرام ہونے میں شک و شبہ کی کیا گنجائش ہے؟

نوٹ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعہ کی حرمت والی روایت کتب صحاح میں سے پانچ میں منقول ہے اور دیگر کتب میں بھی مروی و منقول ہے جس کے بعد اس کی صحت میں شک و شبہ کا امکان باقی نہیں رہتا۔

﴿وروی عبد الرزاق عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ من وجہ آخر قال  
نسخ رمضان خل صوم ونسخ المتعة الطلاق والعدة والميراث﴾  
(عمدة القاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۳)

رمضان کے روزوں کی فرضیت نے دوسرے تمام روزوں کا وجوب و لزوم ختم کر دیا ہے

اور طلاق اور عدت اور میراث نے متعہ کو منسوخ کر دیا ہے۔

(وکنذانی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۰، سنن الدار قطنی جلد ۳ صفحہ ۱۵۹، وکنذانی در

المشور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰، اقلیاء عن عبد الرزاق وابن المنذر رواہ بیہقی)

۴۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنن بیہقی میں منقول ہے۔

(سنن اور فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

رسول عن المتعة فقال هي الزنا بعينه ۞ آپ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ بعینہ زنا ہے اس روایت سے انہما بل بیت کا مذہب بھی واضح ہو گیا۔  
۵ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے

(سنن بیہقی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷ اور منشور جلد ۲ صفحہ ۱۳۱)

قال انما احلت لنا اصحاب رسول الله ﷺ متعة النساء ثلاثة ايام  
ثم نهى عنها رسول الله ﷺ  
ترجمہ: صرف ہم اصحاب رسول ﷺ کے لئے تین دن کے لئے عورتوں کے ساتھ متعہ حلال ٹھہرایا گیا پھر اس کے بعد خود رسول خدا ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔

۶۔ ایاس بن سلمہ نے اپنے والد گرامی حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔  
(مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۵۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۶)

قال رخص لنا رسول الله ﷺ عام او طاس في المتعة ثلاثا ثم نهى عنها ۞  
ہمیں او طاس کے سال نبی اکرم ﷺ نے متعہ میں تین دن کے لئے رخصت دی پھر اس سے منع فرمادیا۔  
(در منشور جلد ۲ صفحہ ۱۳۰، بحوالہ ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم)

۷۔ ربیع بن بصرہ نے اپنے والد بصرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے

عن الربيع بن بصره عن ابيه ان النبي ﷺ نهى عن نكاح المتعة ۞  
(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۲)

ان رسول الله ﷺ نهى عن المتعة وقال الا انها حرم من يومك  
هذا الي يوم القيامة ومن كان اعطى شيئا فلا ياخذہ ۞ (مسلم صفحہ ۲۵۲)

بیٹک رسول خدا ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا کہ اگر آگاہ رہو متعہ آج سے لیکر قیامت



کے دن تک ممنوع اور حرام ہے اور جس شخص نے کسی عورت کو بطور مہر کوئی شے دے رکھی ہو وہ اس سے واپس نہ لے۔

ف۔ صرف مسلم شریف میں حضرت براء بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے آٹھ روایات اس مضمون کی موجود ہیں کہ تین دن کی رخصت کے بعد آنحضرت ﷺ نے متعہ کو حرام فرمادیا اور یہ بھی تصریح فرمادی کہ اب سے قیامت تک حرام ہے۔

(درمنثور صفحہ ۱۴۰ بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد و مسلم و عبدالرزاق)

۸۔ خالد بن مہاجر بن سیف اللہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا:

﴿إِنَّهَا كَانَتْ رِخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لِمَنْ اضْطُرَّ إِلَيْهَا كَالْمَيْتَةِ وَالْدَمِ

وَلَحْمِ الْخَنزِيرِ ثُمَّ أَحْكَمَ اللَّهُ الدِّينَ وَنَهَى عَنْهَا﴾

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۲، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۶)

ابتدائے اسلام میں متعہ کی رخصت تھی ان لوگوں کے لئے جو اس کی طرف سخت محتاج ہوئے مثل مردار خون اور خنزیر کے گوشت کے پھر اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوط اور محکم فرمایا اور متعہ سے منع فرمادیا۔

(کذا فی الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ بحوالہ عبدالرزاق)

۹۔ ابو نضرہ سے مروی ہے کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان اختلاف ہو گیا متعہ حج اور متعہ نساء کے متعلق تو آپ نے فرمایا:

﴿فَعَلْنَا هُمَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ نَهَانَا عَنْهُمَا عَمْرٍ فَلَمْ نَعِدْ لَهُمَا﴾

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷)

ہم نے دونوں سے رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں کیے پھر ان دونوں سے حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کر دیا تو ہم نے ان سے اجتناب کر لیا اور ان کی طرف رجوع نہ کیا۔

ف۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا لہذا اجماع صحابہ کرام سے بھی متعہ کی حرمت واضح ہوئی۔

۱۰۔ ابن ماجہ میں ابو بکر بن حفص کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے  
 ۱۔ ﴿قال لما ولي عمر خطب فقال ان رسول الله ﷺ اذن لنا في المتعة ثلاثا  
 ثم حرمها﴾ (ابن ماجہ صفحہ ۱۳۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷)

ب۔ ﴿واخرج ابن المنذر والبيهقي من طريق سالم بن عبد الله عن ابيه قال  
 صعد عمر المنبر فحمد لله واثنى عليه ثم قال ما بال رجال ينكحون هذه  
 المتعة بعد نهي رسول الله ﷺ عنها﴾

(ابن منذر روایتی، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا رسول خدا  
 ﷺ نے تین دن کے لئے متعہ کی رخصت دی پھر اس کو حرام فرمادیا اور ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے  
 جو رسول خدا ﷺ کے منع کرنے کے باوجود متعہ کرتے ہیں۔

ف۔ ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ کو اپنی طرف سے حرام  
 نہیں کیا بلکہ رسول خدا ﷺ کے حکم تحریم کو آپ نے نافذ فرمایا اور صرف آپ نے نہیں بلکہ حضرت  
 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام نے بھی اس حکم کو رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے لہذا  
 جہاں کہیں یہ روایت نظر آئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حرام کیا تو اس کا قطعاً یہ مطلب  
 نہیں کہ انہوں نے حلال کو حرام کر دیا ہے بلکہ ان کی طرف نسبت فقہ تخفیز اور ترویج کے لحاظ سے  
 ہے جس طرح رسول کریم ﷺ کی طرف تحلیل و تحریم کو منسوب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے  
 فرمایا ﴿يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاعراف ۱۵۷)

آنحضرت ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام ٹھہراتے

ہیں حالانکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (الانعام ۵۷)

علاوہ ازیں کبھی تحریم بمعنی التزام اجتناب مراد ہوتی ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿لَسْمٌ نَّحْرَمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ (التحریم) اے محبوب تم اس چیز سے اجتناب اپنے اوپر لازم کیوں کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال ٹھہرائی تو یہاں حلال کو حرام قرار دینا مراد نہیں بلکہ اس سے اجتناب مراد ہے لہذا اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احرام کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس فعل سے اجتناب، احتراز کو لازم کر رہا ہوں نہ کہ حلال کو حرام کر رہا ہوں بلکہ حرام شرعی کو حرام ممنوع قرار دے رہا ہوں اور اس حکم کو نافذ کر رہا ہوں۔

### شیعہ کی عجیب و غریب منطق

برہان الجمعہ صفحہ ۳۵ میں کہا ”اسی اخبار موضوع و مخلوق برائے رفع فضیحت عمر است“  
سنیوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرفداری میں اور ان کے غیر شرعی حکم کو جائز ثابت کرنے کے لئے یہ روایات گھڑی ہیں۔

بحان اللہ! بغض فاروق نے عقل بھی سلب کر لی ہے ورنہ بقائمی ہوش و حواس اس بے ہودہ گوئی کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے۔

اول۔ تو اس لئے کہ اگر سنیوں کا مقصد یہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس حکم کے خلاف کوئی قول اور رائے اپنی کتابوں میں ذکر ہی نہ کرتے۔ حالانکہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات بھی تو اہل سنت نے ہی نقل کی ہیں۔

دوم: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس تراویح جاری کیں متعہ حج سے منع کیا آخر اس ضمن میں سنیوں نے کیوں روایات نہ گھڑیں اور انہیں حکم رسالت کیوں نہ بنا ڈالا۔

سوم: اہل سنت نے تو طرفداری کی یا نہیں، آخر شیعہ کو کیا ہو گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عندہ کی زبانی نبی اکرم ﷺ کا اسے حرام ٹھہرانا روایت کر دیا اور دوسرے ائمہ سے بھی اس کی کراہت اور ناپسندیدگی نقل کر ڈالی۔

چہارم: اگر اہل سنت کی روایت کے متعلق یہ دعویٰ ہو سکتا ہے تو جو روایت متعہ حلال ہونے کے متعلق روایات کے نقل کی ہیں ان کے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب محض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض و عداوت کی وجہ سے گھڑی گئی ہیں بلکہ کلام مجید کی آیات سے ہمارا یہ دعویٰ بالکل واقعہ کے مطابق اور میں حقیقت ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ قرآنی آیات متعہ کی حرمت پر تو دلالت کرتی ہیں اس کی حلت پر قطعاً دلالت نہیں کرتیں۔

## فریب کاری کی انتہا

برہان المتعہ میں اکثر مقامات پر عورتوں کے ساتھ متعہ کی حلت ثابت کرنے کی ناکام سعی میں عجیب و غریب وہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے اور متعہ حج کی روایات اس میں درج کر دی ہیں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ﴿تتمتعنا علی عهد رسول اللہ... تا... قال رجل برآیہ ماشاء اور عثمان ینہی عن المتعہ وان یجمع بینہما فلما رای علی ذالک احل بہما...﴾ وغیرہ یہ سب روایات متعہ حج کے متعلق ہیں جس کا جواز اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے علامہ بدر الدین عینی جلد ۹ صفحہ ۱۹۷ پر فرماتے ہیں۔

﴿اجمع المسلمون علی اباحۃ المتعہ فی جمیع الاعصار وانما اختلفوا فی فضلہ الا ما روی عن امیر المومنین عمر و عثمان انما کان ینہیان عن التمتع و قبل کان نہی تنزیہا و قبل انما نہیا عن فسخ الحج الی العمرة وقد انکر علیہم علماء الصحابہ و خالفوہم والحق مع المنکرین﴾ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ حاشیہ ۱۱)

تمام اہل اسلام ہر زمانہ میں متعہ حج کے مباح ہونے پر متفق ہیں اگر ان میں اختلاف

ہے تو صرف اس عمل میں کہ حج اور عمرہ میں قرآن افضل ہے یعنی ان کا اٹھنا کرنا پہلے عمرہ کر کے احرام کھول دینا اور بعد ازاں حج کے لئے نئے سرے سے احرام باندھنا جس کو تمتع کہا جاتا ہے صرف حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تمتع حج کی ممنوعیت منقول ہے اور اس کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ ان کا مقصد قرآن یا افراد کی طرف ترغیب دلانا تھا اور تمتع کی نسبت ان کی اولویت بیان کرنا نہ کہ بالکل جمع حج سے منع کرنا یا ان کا مقصد یہ تھا کہ حج کا احرام باندھ کر اس کو عمرہ کے ذریعے فصیح نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ حج ہی ادا کیا جائے لیکن بائیں ہمہ علماء صحابہ نے ان کے قول پر رد کیا اور مخالفت کی اور صحیح بھی وہی ہے جو اختلاف کرنے والے حضرات نے کہا ہے۔

ایسی صورت میں تمتع حج کے متعلق اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آراء اور اقوال کو وحدہ

النساء میں لانا بدترین خیانت ہے۔

نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالعموم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالخصوص کسی خوف اور ڈر کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیتے اور حق کو نظر انداز کرتے تو پھر اس مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے حالانکہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی صاف لفظوں میں تمتع حج کو مباح بلکہ سنت رسول ﷺ قرار دیا ہے۔

لہذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان حضرات نے صرف حق کا ساتھ دیتے ہوئے عورتوں کے ساتھ تمتع کو حرام تسلیم کیا رسول خدا ﷺ کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے نہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرفداری میں۔

## روایات میں اختلاف اور تعارض کا جواب

اہل تشیع کی طرف سے اہل سنت پر یہ اعتراض ہے کہ ان کی بیان کردہ روایات جن سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے ان میں بہت زیادہ اضطراب اور اختلاف ہے بعض سے خیبر میں متعہ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اور بعض سے اوطاس والے سال بعض میں فتح مکہ کا ذکر ہے اور بعض میں غزوہ تبوک کا اور بعض کے نزدیک حجۃ الوداع میں حرام کئے جانے کا ذکر ہے۔

(برہان المحقق صفحہ ۴)

اس اعتراض کا جواب کئی وجوہ سے ہے

**وجہ اول:** تمام روایات میں یہ امر بصراحت مذکور ہے کہ متعہ کی رخصت صرف غزوات اور سفروں کے دوران دی گئی جبکہ صحابہ کرام اہل و عیال سے دور ہوتے اور یہ عزلت ان پر گراں گزرتی اور رسول کریم ﷺ سے خصی ہونے کی رخصت طلب کرتے تو آپ محدود وقت کے لئے ان کو رخصت دے دیتے لہذا ہر ایسے موقع پر رخصت بھی دی گئی اور ساتھ ہی حرمت بھی بیان فرمادی گئی اور آخری مرتبہ اذن کے بعد ہمیشہ کے لئے اس کی حرمت بیان کر دی گئی۔

(کذافی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۴۹)

**وجہ ثانی:** امام نووی نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ متعہ کی حرمت اور اباحت دو مرتبہ پائی گئی خیبر سے قبل مباح تھا پھر خیبر میں حرام کر دیا گیا پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کو مباح کیا گیا اور یہی اوطاس کا سال تھا اس کے بعد اس کو ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا

والصواب المختار ان التحريم والاباحة كانا مرتين فكانت حلالا قبل  
خيبر ثم حرمت يوم خيبر ثم ابيحت يوم فتح مكة وهو يوم اوطاس لا تصالهما  
ثم حرمت بعد ثلاثة ايام تحريما موبدا الى يوم القيامة واستمر

(شرح مسلم نووی جلد ۱ صفحہ ۴۵۰)

التحریم انتھی ﴿

جن مقامات اور اوقات کا ذکر روایت میں ہے ان سب سے صحیح اور صریح صرف خیبر اور مکہ والی روایات ہیں جس کی مکمل بحث حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی نے (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۵) پر کر کے فرمایا ﴿ لم یبق من المواطن کما قلنا صحیحاً صریحاً سوی غزوة خیبر و غزوة الفتح ﴿

ابو بربصہ اس نے فرمایا کہ حدیث بہ وہن معہ میں اختلاف تاریخ ہے بعض طرق میں عام الفتح ہے اور بعض میں حجۃ الوداع کا ذکر لیکن اس پر سب طرق کا اتفاق ہے کہ اس سفر میں اباحت کے بعد اس کو حرام کر دیا گیا ﴿ اختلاف الرواۃ فی تاریخہ سقط التاریخ وحصل الخبر غیر مورخ فلا یضاد حدیث علی وابن عمر الذی اتفقا علی تاریخہ انه حرما یوم خیبر ﴿ (احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

جب راویوں کا تاریخ میں اختلاف ہو گیا تو فقط تاریخ ساقط ہو گئی اور بلا تاریخ معین اس سے اباحت اور بعد ازاں حرمت ثابت ہو گئی لہذا اس کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے ساتھ تضاد اور مخالف ختم ہو گیا جس میں دونوں سے بالاتفاق خیبر میں متعہ کا حرام یا جائز ہونا ہے۔ نیز فرمایا

﴿ فلیم تختلف الرواۃ فی التحريم واختلوا فی التاريخ فسقط التاريخ کانه ورد غیر مورخ وثبت التحريم لاتفاق الرواۃ علیہ۔ ﴿

(احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

یعنی تمام راویوں کا متعہ کے حرام ہونے میں اتفاق ہے اور قطعاً باہم اختلاف نہیں ہے اگر اختلاف ہے صرف تاریخ حرمت میں ہے لہذا تاریخ کا تعیین بوجہ اختلاف و تعارض ختم ہو گیا کہ وہ بلا تعیین تاریخ وارد ہوئی اور متعہ کی حرمت ثابت ہو گئی کیونکہ سبھی راوی اس پر متفق ہیں۔





الجواب المتین بتوفیق العزيز الحكيم:

ہم سابقہ سطور میں اساطین اسلام اور اکابرین ملت کی زبانی واضح کر چکے ہیں کہ حج و صواب اور محقق و مختار قول یہی ہے کہ اس کی تحریم خیبر کے موقع پر بیان کی گئی اور بعد ازاں غزوہ فتح کے موقع پر جب کہ اس قدر تکرار کو غلامہ ڈھکوا صاحب دین خدا کے ساتھ کھیل اور بازی سے تعبیر کر رہے ہیں اور ان کے خیال میں شریعت مصطفویہ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی حالانکہ ابتدائے اسلام میں اس کو بوجہ اضطرار جائز قرار دیا گیا تھا جیسے بھوک سے لاچار انسان کے لئے مردار اور خنزیر وغیرہ لہذا ضرورت پڑتی تو مباح ہوتا ضرورت ختم ہو جاتی تو حرام اور یہ حکم بقیامت مضطر اور مبتلائے مجتہد کے لئے ثابت ہے لہذا ایک ہی شخص پر بار بار مردار اور خنزیر کا حلال ہونا اور پھر حرام ہو جانا عین ممکن ہے۔

لہذا اسی طرح نماز کے لئے قبلہ رہنا شرط ہے لیکن مکہ مکرمہ میں ہوتے ہوئے قبلہ بیت اللہ شریف تھا مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد وہ منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ بیت المقدس قبلہ قرار پایا پھر بیت المقدس منسوخ ہو گیا اور بیت اللہ قبلہ قرار پایا اور نقلی نمازوں میں دوران سفر بیت اللہ کی طرف توجہ کی پابندی بھی ختم۔ ﴿أَيْنَمَا تَوَلَّوْا فَسَمَّ وَجْهَ اللَّهِ﴾ (البقرہ ۱۱۵)

ڈھکوا صاحب ہی فرمادیں کہ یہ کھیل اور بازی مولوی صاحبان نے قبلہ کے ساتھ روارکھی؟ یا اللہ تعالیٰ نے یہ کھیل کھیلایا ہے نعوذ باللہ۔ اگر قبلہ کے معاملہ میں اعتراض کرنے والے سفہاء اور کم عقل ہیں ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّيْتُمْ عَنْ قِبَلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا﴾ (البقرہ ۱۴۲)

تو متعہ کے معاملے میں اعتراض کرنے والے بھی کیونکہ علامہ کشی کے قول کی رو سے

ان اخلاف کا رشتہ انہیں اسلاف سے جا ملتا ہے

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اباحت و تحریم میں تعدد ممکن ہے اور اس کی نظیریں بھی موجود

ہیں تو اب نسخ کے ثبوت میں تردد بھی ختم ہو گیا کیونکہ تمام تر روایات تحریم پر متفق ہیں اور وقت ضرورت تک اباحت فرمائی گئی پھر تحریم اور غزوہ فتح کے بعد ہمیشہ کے لئے اسے حرام کر دیا گیا اور حجۃ الوداع میں دوسرے احکام کی تاکید مزید کی طرح متعہ کی حرمت کی بھی تاکید فرمادی لہذا نہ یہاں پر اختلاف ہے اور نہ ہی دعویٰ نسخ میں کوئی ضعف اور کمزوری لاحق ہو سکتی ہے۔

**سوال:** حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم متعہ کو جائز مانتے تھے اور ان کا مقام علم و فہم میں مسلم لہذا متعہ کی حرمت کا دعویٰ اور حلت کے منسوخ ہونے کا قول قابل سماعت نہیں۔

**جواب:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اس قدر ہے کہ ہم رسول خدا ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں بھی تھیں تو ہم نے عرض کی ﴿الا نستخسیٰ فنہانا عن ذلک ثم رخص لنا ان نکح المرثۃ بالثوب ثم قال قروا علینا یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم﴾

(بخاری، ما یکرہ من التہنیل جلد ۲ صفحہ ۵۹، در منشور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ بحوالہ عبد الرزاق

وابن شیبہ و بخاری مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۵۰)

کیا ہم اپنے آپ کو خسی نہ کر لیں تاکہ عورتوں کی طرف بالکل رغبت ہی نہ ہو تو آپ نے ہمیں خسی ہونے سے منع فرمایا اور مدت مقررہ تک کپڑے کے بدلہ نکاح کرنے کی رخصت دی پھر فرمایا جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارا لئے حلال ٹھہرائی ہیں ان کو حرام نہ ٹھہراؤ۔

امام ابو جصاص نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا اس روایت سے صرف ایک وقت میں متعہ کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ محل بحث نہیں اور ہمیشہ کے لئے حلال ہونا اس میں مذکور نہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی دوسری صریح روایات موجود ہیں لہذا اظہر اور حرمت کی روایات ہی اس پر قاضی اور راجح ہوں گی ﴿فاخبار الحظر قاضیۃ علیہا لان فیہا ذکر

الحظير بعد الاباحة ﴿ (احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۱) نیز بالفرض دونوں قسم کے درجات  
متساوی بھی تسلیم کر لئے جائیں تو بھی حرمت کو ترجیح ہوگی

حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا اسماعیلی نے نقل کیا کہ ابو معاویہ نے اسمعیل  
بن ابی خالد سے روایت کیا ہے ﴿ ففعله ثم ترک ذلك ﴾ اور ابن عینیہ نے اسمعیل سے  
روایت کرتے ہوئے کہا ﴿ ثم جاء تحريمها بعدا ﴾ اور معمر نے اسمعیل کے واسطے سے  
جو روایت نقل کی ہے اس میں ثم نسخ منقول ہے۔ لہذا ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت  
عبداللہ بن مسعود قطعاً ہمیشہ کے لئے متعہ کو مباح نہیں سمجھتے تھے بلکہ اعتقادی طور پر بھی حرمت اور  
نسخ کے قائل تھے اور عملی طور پر بھی اس سے اجتناب کرنے والے اور یہی علامہ عسقلانی ابن حزم  
کے اس دعویٰ کا رد کرتے ہوئے کہ عبداللہ بن مسعود بھی متعہ کو مباح سمجھتے تھے فرماتے ہیں۔

﴿ فمستنده فيه الحديث الماضي في اوائل النكاح وقد بينت فيه ما  
نقله الاسماعيلي من الزيادة فيه المصراحة عنه بالتحريم وقد اخرجه ابو عوانة  
من طريق ابى معاوية عن اسماعيل بن ابى خالد وفي آخره ففعلنا ثم ترک  
ذلك ﴾ (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

ابن حزم کے اس دعویٰ کا سہارا وہ حدیث ہے جو اوائل باب نکاح میں گزری اور میں  
نے واضح کر دیا کہ اسماعیلی نے اس میں یہ عبارت زیادہ نقل کی ہے جس سے متعہ کی حضرت عبد  
اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حرمت ثابت ہوتی ہے اور اسی روایت کو ابو عوانہ نے  
اپنی صحیح میں ابو معاویہ اور اسماعیل بن ابی خالد کے واسطے سے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے  
پس ہم نے اس رخصت کے مطابق عمل کیا پھر اس کو ترک کر دیا گیا اور تفسیر درمنثور میں عبد  
الرزاق، ابن المنذر اور بیہقی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے  
بذل المتعة منسوخة نسخها الطلاق والصدقة والعدة والميراث ﴿ (جلد ثانی

ص: ۱۳۰) متعہ منسوخ ہو چکا ہے اس کو طلاق، حق مہر، عدت اور میراث نے منسوخ ٹھہرایا ہے۔

اب باقی رہ گیا اس آیت کریمہ کی تلاوت کا مقصد تو سیاق حدیث سے واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اپنے آپ کو خسی کر کے رہبانیت اختیار کرنا چاہتے تھے اور عورتوں کی مجامعت سے بالکلیہ اجتناب۔ لہذا فرمایا: ”تمہارا اپنے آپ کو خسی کرنا اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام کرنے کے مترادف ہے لہذا انہیں حرام نہ کرو اور یہ آیت نازل ہی اسی ضمن میں ہوئی تھی جب کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خسی ہونے کی رخصت طلب کی تھی اور اپنے آپ پر عورتوں اور ہر زوجہ لذت شئی اور خوشبو کو حرام کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

﴿فَلِهَذَا نَزَلَ فِي حَقِّهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرَمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ

لَكُمْ﴾ (فتح الباری جلد ۹، درمنثور ص ۲۰۷، ۲۱۱) میں اسی مضمون کی بیسوں روایات مذکور و

منقول ہیں جو عورتوں کے نکاح اور مباشرت اجتناب اور لذیذ اشیاء کے استعمال سے گریز بلکہ آلہ تناسل کے کاٹ پھینکنے کا عزم کرنے پر اس آیت کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور رہبانیت سے اجتناب لازم ٹھہراتی ہیں امام ابو بکر صغیر نے بھی اسی طرح فرمایا۔ ﴿يَحْتَمِلُ

ان يريد به النهي عن الاستخصاء وتحريم النكاح المباح﴾

(احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۱)

عین ممکن ہے کہ اس آیت کریمہ میں خسی ہونے سے منع کرنا مقصود ہو اور نکاح مباح کو

حرام ٹھہرانے سے لہذا اس آیت کریمہ میں مدعائے روافض پر کوئی دلالت موجود نہیں ہے۔

اقول:۔ اس آیت کریمہ میں حلال کو حرام ٹھہرانے سے منع کیا گیا ہے اور متعہ کو حرام ٹھہرانے کا

عمل تو صرف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرزد نہیں ہوا تھا اگر کوئی فعل اور عمل ان سے

ثابت ہوا تو وہ عورتوں سے مطلقاً اجتناب اور ترک جماع بلکہ اس کی صلاحیتوں کو بھی معدوم

کرنے کا عزم لہذا اس میں نکاح مباح اور عقد دوام جو کہ معمول اور مروج تھا اس کی تحریم سے منع

کیا گیا ہے علاوہ ازیں ان کے اس عزم و ارادہ کے اظہار پر متعہ کی رخصت شارع علیہ اسلام کی طرف سے ثابت ہوئی اگر وہ اباحتِ حملیہ یا دورِ جاہلیت کے معمول کو ملحوظ رکھتے تو پھر اس گزارش کی ضرورت ہی نہ تھی۔

لہذا جب رخصتِ شرعیہ ثابت ہی اب ہوئی تو تحریمِ حلال یعنی متعہ کو حرام قرار دینے سے نہی کیونکر مقصود ہو سکتی تھی۔ ﴿کَمَا قَالَ تَعَالَى، لَا تَحْرَمُوا طَيِّبَاتٍ مَا أَحَلَّ اللَّهُ.....﴾ الغرض یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہو گئی کہ اس آیت کریمہ میں متعہ کو حرام ٹھہرانے سے نہیں روکا گیا بلکہ اپنے آپ کو خصی کر کے ان لذائذ سے محروم کرنے کی کوشش سے روکا گیا ہے۔ الحاصل اس روایت سے ردِ افض کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور ہمیں اس کا کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

### حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

جہاں تک اہل سنت کی کتابوں میں مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کا معاملہ ہے تو وہ تین طرح کے ہیں اول یہ کہ متعہ مطلقاً مباح ہے اس قول کو عمار مولیٰ الشریذ نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ متعہ سفاح و زنا ہے یا نکاح تو انہوں نے فرمایا! ﴿لَا سَفَاحٌ وَلَا نِكَاحٌ﴾ یہ نہ ہی زنا ہے اور نہ ہی نکاح ہے میں نے عرض کیا تو یہ ہے کیا؟ انہوں نے فرمایا! ﴿هُیَ الْمَتْعَةُ كَمَا قَالَ اللَّهُ﴾ یہ متعہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ اس میں عدت ہے؟ تو فرمایا ہاں ایک حیض، جب دریافت کیا دونوں مرد و عورت وارث بھی بنتے ہیں؟ تو فرمایا نہیں۔

(اخرجہ ابن المنذر در منشورج ۲ ص ۱۴۱، تفسیر کبیرج ۱۰ ص ۴۹)

نیز مطائے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

﴿يُرْحَمُ اللَّهُ عَمْرًا مَا كَانَتِ الْمَتْعَةُ إِلَّا رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ رَحِمَ بِهَا أُمَّةٌ

محمد ﷺ ولولا نهيها ما احتاج الى الزنا الا شقى قال وهي التي في سورة النساء فما استمتعتم به منهن.... الى.... ليس بينهما وراثه الى وليس

بينهما نكاح واخبر انه سمع ابن عباس رضي الله عنهما يراها الان حلالا ﴿

(اخرجه عبدالرزاق وابن المنذر، درمنثور ج ۲ ص ۱۳۱)

اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ پر رحم فرمائے متعہ تو فقط اللہ تعالیٰ کی رحمت تھا جس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا اور اگر ان کی طرف سے اس کی ممنوعیت نہ ہوتی تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتا مگر شتی اور بد بخت اور متعہ وہی ہے جو سورہ نساء میں ہے کہ تم ان سے تمتع اور نفع اندوزی کرو مقررہ مدت تک مقررہ اجرت کے عوض اور متعہ میں مرد و عورت کے درمیان وراثت نہیں "تا" اور نہ ہی ان کے درمیان نکاح ہے اور عطا نے بتلایا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ وہ اب بھی اس کو حلال سمجھتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے متعہ کو صرف حالت اضطراری میں مباح رکھا جس طرح کہ مردار اور خنزیر حالت اضطراری میں مباح ہے جیسے کہ ابن ابی جرہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے اس میں رخصت دی ﴿فقال له مولیٰ انما کان ذلک وفي النساء قلة والحال شدید فقال

ابن عباس نعم﴾ (بخاری، درمنثور ج ۲ ص ۱۳۰)

تو ان کے آزاد کردہ غلام نے کہا کہ یہ رخصت صرف اس وقت تھی جب کہ عورتوں میں قلت تھی اور حالت اضطراری تھی تو فرمایا ہاں اور اسی قسم کا مضمون سعید بن جبیر سے ابن المنذر طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے درمنثور ج ۲ ص ۱۳۱ پر منقول ہے۔

﴿فقال اننا لله وانا اليه راجعون لا والله ما بهذا الفتية ولا هذا اردت ولا احللتها الا للمضطر ولا احللت منها الا ما احل الله من الميتة والدم

ولحم الخنزیر ﴿﴾

یہ آپ نے کیا کر دیا رہ گزار اور سوار جناب کا فتویٰ لے اڑے ہیں اور اس کے متعلق شعراء نے طنز یہ اشعار کہے ہیں جب آپ کے استنساخ پر میں نے دو شعر سنائے تو آپ نے کہا انا لندوانا الیہ راجعون بخدا نہ میں نے یہ فتویٰ دیا ہے اور نہ ہی میرا یہ مقصد تھا میں نے تو متعہ صرف مجبور اور مضطر کے لئے مردار اور دم مسفوح اور خنزیر کی طرح مباح ٹھہرایا ہے۔

قاہلی اور خطابی نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے ابن عباس سے عرض کیا ﴿﴾ لَقَدْ سَأَرْتُ بَفْتَاكِ الرَّكْبَانَ وَقَالَ فِيهَا الشُّعْرَاءُ يَعْنِي فِي الْمَتْعَةِ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا بَهَذَا أَفْتَيْتَ وَمَا هِيَ إِلَّا كَالْمَيْتَةِ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِلْمُضْطَرِّ ﴿﴾  
(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۶)

آپ کے متعہ کے جواز کے فتویٰ کو سوار لے اڑے اور اس کے متعلق شعراء نے شعر کہے ہیں تو آپ نے فرمایا بخدا میں نے علی الاطلاق اس کے جائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا وہ تو صرف مردار کی مانند ہے جو سوائے مجبور محض اور مضطر کے کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔ اسی مضمون کو امام بیہقی نے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں ﴿﴾ ”إِلَّا أَنْهَا هِيَ كَالْمَيْتَةِ وَالْدَمُ وَلَحْمُ الْخَنْزِيرِ“ ﴿﴾ غور سے سنو متعہ مردار رگوں سے بہتے نجس خون اور خنزیر کے گوشت کی مانند ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۶، تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس مضمون کی متعدد روایات ذکر کرنے کے بعد فرمایا ﴿﴾ فَهَذِهِ أَخْبَارُ تَقْوَى بَعْضِهَا بَعْضٌ وَحَاصِلُهَا أَنَّ الْمَتْعَةَ إِنَّمَا رُخِّصَ فِيهَا بِسَبَبِ الْعِزَّةِ فِي حَالِ سَفَرٍ ﴿﴾  
(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۶)

یہ روایات ایک دوسرے سے تقویت پکڑتی ہیں اور ان کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابن

عباس کے نزدیک متعہ کی رخصت صرف سفر کی حالت میں ہے اور وہ بھی بیوی کے نہ ہونے کی صورت میں جب کہ آدمی صبر و ضبط سے کام نہ لے سکے۔

تیسرا قول ان کی طرف سے یہ ہے کہ متعہ مطلقاً حرام ہے اور اس کی سابقہ اباحت منسوخ ہو چکی ہے۔

1۔ ابو داؤد نے اپنے ناخ میں ابن المنذر اور نحاس نے عطا کے واسطے سے حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

﴿قوله تعالى فما استمتعتم به منهن﴾ قال نسختها ، يا ايها النبي

اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن ﴿﴾

(کبیر ج ۱۰، ص ۴۹، درمنثور ج ۲ ص ۱۳۹)

کہ قول باری تعالیٰ ﴿فما استمتعتم به منهن الا یہ﴾ کو اس قول باری تعالیٰ نے منسوخ ٹھہرا

دیا ہے کہ اس نے <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> جب تمہاری امت عورتوں کو طلاق دے تو انہیں ان کے وقت عدت میں

طلاق دیں اور فرمایا کہ طلاق والی عورتیں تین حیض تک انتظار اور عدت میں رہیں۔

2۔ ابن حاتم نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔

﴿قال كان متعة النساء في اول الاسلام (الى) و كان يقرأ فما استمتعتم

به منهن الى اجل مسمى نسختها محصنين غير منافحين و كان الاحصان بيد

الرجل يمك متي شاء ﴿﴾ (درمنثور ج ۲ ص ۱۳۹، ۱۴۰)

متعہ نساء آغاز اسلام میں تھا ایک شخص ایسے شہر میں جاتا جہاں پر اسکے ساتھ اس کا ساز و

سامان درست کرنے والا کوئی نہ ہوتا تھا تو وہ اتنے عرصہ کے لئے کسی عورت کے ساتھ ازدواجی

رشتہ قائم کر لیتا جتنے عرصہ میں وہ فارغ ہو سکتے کا ظن غالب رکھتا تو وہ عورت اس کے مال و متاع

کی حفاظت کرتی اور آپ قول باری تعالیٰ ﴿فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى



﴿ پڑھتے جس کو قول باری تعالیٰ ﴿محصنین غیر مسافحین﴾ نے منسوخ ٹھہرا دیا اور عورت کی عصمت مرد کے ہاتھ میں دے دی جب تک چاہے اسے اپنے عقد میں رکھے اور جب چاہے اسے طلاق دے دے۔

3۔ طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔ ﴿قال كانت المتعة في اول الاسلام (الى) حتى نزلت هذه الآية "حرمت عليكم امهاتكم" الاية فنسخ الاولى فحرمت المتعة وتصديقها من القرآن الاعلى ازواجهم او ما ملكت ايمانهم وما سوى هذا الفرج فهو حرام﴾

(درمنثور ج ۲ ص ۱۴۰ و کذا فی ترمذی ج ۱ ص ۲۱۳)

یعنی متعہ ابتدائے اسلام میں مباح تھا (جس طرح پچھلی روایت میں تفصیل مذکور ہوئی وہ یہاں بھی ہے) حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ﴾ الایہ تو اس نے پہلے حکم کو منسوخ ٹھہرا دیا اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے یہ ارشاد خداوندی کر رہا ہے ﴿الاعلى ازواجهم او ما ملكت ايمانهم﴾ کہ فلاح پانے والے مومن وہ ہیں جو اس صفت کے ساتھ بھی موصوف ہیں کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں پر اور ان دو کے علاوہ ہر فرج حرام ہے۔

4۔ ﴿وروى ايضا انه قال عند موته اللهم انى اتوب اليك من قولى فى المتعة والصرف﴾ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۹، ابو سعود ج ۳ ص ۱۱۷)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ انھوں نے وفات کے قریب کہا اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں متعہ کے بارے میں اپنے قول سے اور بیچ الصراف کے قول سے۔ ﴿وقع الجماع بعد ذالك على تحريمها من جميع العلماء الا الروافض و كان ابن عباس يقول باباحتها﴾ (نودی مع مسلم ج ۱ ص ۴۵۰)

بعد ازاں متعہ کی حرمت پر تمام علماء کی طرف سے اجماع و اتفاق ہو گیا سوار و انفس کے، اور حضرت ابن عباس پہلے اباحت کے قائل تھے۔

5۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے کہا ﴿روی عنہ انه رجع عن ذلك﴾

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جواز متعہ کے قول سے رجوع کر لیا تھا۔

6۔ ابن بطال مالکی نے کہا ﴿روی عنہ الرجوع باسانید ضعیفة﴾

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جواز متعہ کے قول سے رجوع مروی و منقول ہے اگرچہ ان روایات کی اسانید ضعیف ہیں۔

7۔ علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ج ۷ ص ۲۳۶ پر صاحب مفہم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

﴿اجمع السلف والخلف علی تحريمها الا ما روى عن ابن عباس وروى عنه رجوع﴾ تمام اسلاف و اخلاف کا متعہ کی حرمت پر اجماع ہے صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جواز کا قول منقول ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

8۔ امام ابن ہمام نے فرمایا ﴿و ابن عباس صح رجوعه بعد ما اشتهر عنه من اباحتها﴾

(فتح القدر ج ۳ ص ۱۵۱)

9۔ علامہ ابن نجیم نے (بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۸) میں فرمایا ﴿وما نقل عن ابن عباس من اباحتها فقد صح رجوعه﴾ اگرچہ مشہور قول ان کا متعہ کی اباحت ہے لیکن ان کا اس قول

سے رجوع کرنا صحیح طریقہ پر ثابت ہے۔

ف۔ ابن بطال کے قول میں اسانید ضعیفہ کا ذکر ہے لیکن تعدد غرق ضعف کو دور کر دیتا ہے لہذا

سخت رجوع میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی علی الخصوص امام ترمذی زنا تصریح کے بعد۔

10۔ امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نبی اکرم ﷺ کا حکم تحریم نقل کرنے

کے بعد فرمایا

﴿و فی الباب عن سبرة الجہلی و ابن ابو ہریرہ حدیث علی حدیث

حسن صحیح والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ

و غیرہم وانما روی عن ابن عباس شئی من الرخصة فی المتعة ثم رجع عن

قوله حیث اخبره عن النبی ﷺ﴾ (ج ۱ ص ۱۳۳)

حرمت متعہ کے باب میں حضرت سبرہ جہنی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

بھی روایات ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث حسن صحیح ہے اور تمام اہل علم

اصحاب نبی اکرم ﷺ اور دیگر حضرات کا عمل اسی پر ہے اور صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے قدرے رخصت متعہ کے بارے میں منقول ہے پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا

جب کہ خود ہی رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کی خبر دی۔

11۔ تفسیر مظہری میں سنن بیہقی کے حوالے سے مذکور ہے ﴿عن الزہری انه قال امامت ابن

عباس حتی رجع عن فتواہ بحل المتعة و کذا ذکر ابو عوانہ فی صحیحہ﴾

(تفسیر مظہری ج ۲ ص ۷۶)

یعنی زہری سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے اپنے وصال سے قبل حلت

متعہ والے فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا اور یہی مضمون ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

الغرض ان تمام اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو سند باحت اور دلیل جواز بنانا کسی طرح بھی روا اور جائز نہیں ہے۔

علی الخصوص جب کہ اباحت کا قول ان کے ذاتی استنباط و اجتہاد پر مبنی ہے اور اس کے مقابل صریح الدلائل اور صحیح ترین روایات مرفوعہ متخذہ سے نبی اکرم ﷺ کا اسے حرام ٹھہرانا ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انہیں احادیث کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے انہیں اسی فتویٰ سے باز رہنے کی تلقین کرنا ثابت ہے بلکہ سرزنش کرتے ہوئے فرمانا ﴿انک رجل تانہ﴾ تو حیران و سرگرداں اور راہ راست سے بھٹکا ہوا انسان ہے کیونکہ خود رسول اکرم ﷺ نے اسے حرام فرمایا ہے کذا فی صحیح مسلم۔ کیا سید عالم ﷺ کے صریح ارشادات اور احادیث نبویہ کے ہوتے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سرزنش کے بعد بھی کسی طرح کا تمسک اور سہارا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے مل سکتا ہے جب کہ ان سے رجوع بھی ثابت ہو اور وہ بھی صحیح السند روایات کے ساتھ اور اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو محض تعارض و تناقض اقوال ہی اس تمسک اور استدلال کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتا ہے کیونکہ معروف قاعدہ ہے ﴿اذا تعارضا تساقطا﴾ جب دلائل میں تعارض آجائے تو وہ درجہ اعتبار سے گر جاتے ہیں۔

### حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے متعہ کو جائز رکھنے والوں کی فہرست میں اضافہ کے لئے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حوالہ بھی دیا ہے (بخلاف عربی) "خداوند عالم نے متعہ کے متعلق قرآن میں آیت نازل کی پھر اسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا اور رسول نے ہمیں متعہ کرنے کا حکم دیا پھر اس سے ممانعت نہیں فرمائی یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا ان کی مراد یہ ہے کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی" (تجلیات صداقت ص ۲۹۵)

## الجواب القويم بفضل الله الرحيم

تفسیر کبیر کا حوالہ دے کر علامہ صاحب اپنے طور پر داد تحقیق اور حق تدقیق ادا کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فرد جرم عائد کر گئے مگر یہ نہ سوچا کہ تفسیر کبیر فن حدیث کی کتاب نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ جو کچھ اس میں مذکور ہوگا وہ درجہ صحت تک بھی پہنچا ہوا ہوگا یا اس میں سہو و ذہول کا امکان نہیں ہوگا حقیقت حال یہ ہے کہ یہ روایت متعدد طریق سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور ہے بھی متعدّد کے متعلق مگر اس میں وجہ اشتباہ یہ ہے کہ متعدّد نساء کے بارے میں نہیں بلکہ متعدّد حج کے بارے میں ہے۔ صحیح مسلم کتاب الحج میں اس حقیقت کا پچھتم خود مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدّد حج سے بھی منع کیا تھا اور آپ اس کو جائز سمجھتے تھے لہذا آپ نے اپنے نظریہ پر قرآن و سنت سے استدلال پیش کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے قرآن یعنی حج اور عمرہ کی ایک ہی ادائیگی کو اولیٰ اور انسب قرار دیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ذاتی عمل بھی یہی تھا اور قرآن مجید میں بھی دونوں کو اکٹھا ادا کرنے اور اتمام تک پہنچانے کا حکم ہے۔ ﴿اتموا الحج والعمرة لله﴾ لیکن پہلے ایام حج میں عمرہ بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا لہذا اسید عالم ﷺ نے اس توہم کو عملی طور پر ختم کرنے کے لئے حج کا احرام باندھنے کے بعد حکم دیا کہ جن کے ساتھ ہدیہ کے جانور نہیں ہیں وہ عمرہ کر کے حج کا احرام کھول دیں اور بعد ازاں آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے تاکہ قولا اور عملا عمرہ کا ان ایام میں جواز اور عمرہ کا احرام کھول کر درمیان میں آسائش اور بیویوں سے مجامعت وغیرہ کا جواز ثابت ہو جائے لیکن اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ بہتر صورت ادائیگی حج کی یہی تمتع ہو بلکہ قرآن میں مشقت زیادہ ہے اور جتنی مشقت زیادہ ہو اتنا ہی اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے لہذا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن حج اور عمرہ کو زیادہ افضل سمجھتے ہوئے اس کا حکم دیا اور تمتع کے خلاف اولیٰ ہونے کی وجہ سے اسے منع فرمایا اور یا حج کا احرام باندھ کر پھر عمرہ کے

انفعال ادا کر کے اس کے نسخ کرنے سے منع فرمایا کہ سید عالم ﷺ نے یہ شرعی طریقہ نہیں بتلایا تھا بلکہ ایک خصوصی مصلحت کہ تحت وقتی طور پر یہ حکم جاری اور نافذ فرمایا تھا تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو معمول بنا لینے سے منع فرمایا بہر حال اس روایت کو عورتوں کے ساتھ متعہ کے جائز ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے لہذا اس کا یہاں ذکر سراسر محکم اور سینہ زوری ہے اور بلا وجہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغض و عناد کا اظہار ہے۔

### حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی متعہ کی اباحت کے قائل حضرات میں شمار کرتے ہوئے کہا۔

جناب جابر بن عبد اللہ انصاری بھی اس کے جواز کے قائل و عامل تھے ابو نصرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب جابر کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آ کر متعہ حج اور متعہ نساء کے بارے میں عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختلاف کا تذکرہ کیا جابر نے کہا ہم نے آنحضرت ﷺ کے عہد میں معوں پر عمل در آمد کیا ہے بعد ازاں جب عمر نے اس کی ممانعت کر دی تو پھر ہم نے (بوجہ تقیہ) عود نہیں کیا۔

ابو اثریر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم رسول خدا اور ابو بکر کے زمانہ میں مٹھی بھر آٹا یا کھجور دے کر متعہ کرتے تھے یہاں تک کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی (صحیح مسلم مع نووی ج ۱ ص ۲۵۱، تجلیات ص ۲۹۶، ۲۹۵)

### الجواب منہ توفیق الصواب:

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کردہ دونوں روایتوں سے صاف ظاہر کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا اور ان کے منع کرنے

کے بعد پھر کبھی متعہ کے قریب نہ گئے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کو مدّتیں گزر گئیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت بھی گزر گیا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور امارت بھی۔ یزید پلید کے آنجہانی ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور امارت آپہنچا مگر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ اس متعہ کی ممنوعیت پر قائم ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متفق و متحد تو پھر اس کو سند جواز اور دلیل اباحت قرار دینے کا کیا جواز رو جاتا ہے۔

### مضحکہ خیز اضافہ

ڈھکوصاحب نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم امتناعی نافذ کرنے پر حضرت جابر کے متعہ نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی کہ انہوں نے تقیہ کرتے ہوئے متعہ نہ کیا مگر ان کے وصال کے بعد اتنا عرصہ بیت جانے پر تقیہ کرنے کا کیا مطلب؟ علاوہ ازیں یہ فعل علانیہ تو ہوتا نہیں حتیٰ کہ شیعہ صاحبان اس عقد کے دوران بچی کے ماں باپ کو بھی پتہ نہیں چلنے دیتے تو حضرت جابر بھی اس پر خفیہ طور پر عمل پیرا رہتے نہ اس میں واو نہ اعلان و تشہیر۔ جب اس عمل متعہ کا دار و مدار ہی تقیہ اور اخفاء پر ہے تو ازراہ تقیہ نہ کرنے کا کیا معنی ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے زنا حرام کیا ہے اور اس پر سنگین سزا بھی مقرر کر رکھی ہے مگر لوگ پھر بھی زنا کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آخر عند اللہ اور عند الرسول جائز امر کے لیے اس قدر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی پابندی کیوں کہ ان کے وصال کے چوالیس پینتالیس سال کے بعد بھی اس کے قریب نہ گئے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں قطعاً تقیہ وغیرہ نہیں تھا بلکہ نسخ کا حتمی علم نہیں تھا جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے منع کیے جانے کا اعلان کیا تو نسخ کا یقین ہو گیا اور سب صحابہ کا اس پر اتفاق بھی معلوم ہو گیا لہذا پھر اس کے قریب نہ گئے

علامہ نووی نے فرمایا:

وہذا محمول علی ان الذی استمت فی عہد ابی بکر و عمر لم یبلغہ

(مسلم ج ۱ ص ۲۵۱)

النسخ

یعنی جن صحابہ سے یہ فعل سرزد ہوا تو ان کو منسوخ ہو۔ نے کا علم نہیں ہوا تھا لہذا یہ شہادت

تو ڈھکوسا صاحب کے خلاف ہے اس کو اپنے حق میں سمجھنا خود فریبی برائی ہے اور عوام فریبی بھی۔

## حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکوسا صاحب نے امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجوزین متعہ میں

شمار کرتے ہوئے کہا "حضرت علی غیہ السلام کا یہ فرمان زبان زد خلاق ہے۔ فرمایا اگر عمر متعہ کی

ممانعت نہ کرتا تو سوائے کسی شقی و بد بخت کے (یا سوائے کسی شاذ و نادر آدمی کے) اور کوئی زنا

نہ کرتا۔

(تجلیات ص ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے متعہ کی حرمت کا اعلان کسی بھی صاحب علم پر

مخفی نہیں ہے اور بخاری و مسلم جیسی مستند کتب حدیث میں مروی و منقول ہے اور ابن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہما پر رو قدح اور سرزنش بھی کسی سے پوشیدہ نہیں اور اس حرمت کا اعلان بھی اپنی طرف

سے نہیں کیا بلکہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نقل کیا ہے تو اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی طرف متعہ کو جائز سمجھنے کی نسبت کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حکم مناسب سمجھا وہ دیا مگر اب تو دور مرتضوی ہے

آپ جو مناسب سمجھتے تھے وہ حکم آپ کو دینا چاہیے تھا اور اگر اس حکم سے خلق خدا کو جرم زنا سے بچایا

جاسکتا تھا اور کتاب و سنت میں اس کی اباحت بھی موجود تھی تو آپ کا فرض تھا کہ متعہ کی اباحت و

رخصت کا حکم دیتے اپنے دور حکومت میں آپ کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟



جو لوگ آپ کے لیے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر صحابیوں اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خلاف جنگ و جدال اور حرب و قتال تک سے گریز نہیں کرتے تھے وہ سراسر اپنی بھلائی اور عام اہل اسلام کی بھلائی پر مشتمل امر اور باخصوص اخروی درجات و مراتب میں عظیم ترقی اور رفعت کے موجب و باعث امر میں کیونکر مخالفت کر سکتے تھے لہذا آپ کو فرمان باری تعالیٰ ﴿تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ پر عمل کرتے ہوئے اس کا خیر کا ضرور حکم دینا چاہیے تھا اور اس کی بندش سے پیدا ہونے والے مفاسد کا سدباب کرنا چاہیے تھا اور فرمان باری تعالیٰ ﴿لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾ کی تنقید اور اعتراض و انکار کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے تھا لیکن ہے کوئی شیعہ جو ہوش و خرد کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کر سکے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ کو اپنے دور خلافت میں مباح قرار دیا تھا بلکہ شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی صاف صاف اقرار کرتا ہے کہ آپ ازراہ تقیہ متعہ کی حرمت کا اعلان کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو: (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

﴿عن زيد بن علي عن آبائه عن علي عليهم السلام قال حرم رسول الله ﷺ يوم خيبر لحوم الحمير الاهلية ونكاح المتعة﴾  
 ﴿فان هذا الرواية وردت مورد التقية وعلى ما يذهب اليه مخالفوا الشيعة...﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

یہ نظر یہ شیعہ کو بابرک ہو ہم تو صرف اور صرف یہی سمجھتے ہیں کہ وہ بوزبان سے فرماتے تھے، ہی ان کا حقیقی نظریہ ہوتا تھا اور شیر خدا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے ڈر نہیں سکتے تھے اور ڈرتے تھے تو شیر خدا اور اسد اللہ الغالب کہلانے کے حقدار نہیں ہو سکتے تھے نعوذ باللہ منہ اصولی بات تو یہ ہے کہ اصح ترین روایات اور کتب صحاح کے مقابل و مناقض جو روایت ہوں اس کی تاویل ہو سکے تو نبہا ورنہ اس کو رد کر دیا جائے گا لہذا یہ روایت مردود اور ناقابل اعتبار ہے اور یا اس کا

مطلب و مفہوم یہ ہے کہ فی الجملہ متعہ جائز رہتا تو اس میں یہ مصلحت حاصل ہوتی لیکن ایک سے میں متعدد پہلو خیر و شر کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ خیر والے پہلو کے پیش نظر اس کی آرزو بھی کی جاسکتی ہے اور شر والے پہلو کے لحاظ سے نفرت و کراہت بھی مثلاً موت کی آرزو و لقاء خداوندی کے تحت جائز ہے اور مصائب و آلام سے گھبرا کر منع ہے لہذا متعہ کا جواز برقرار رہتا تا ناسے مانع ہونے کی وجہ سے بہتر تھا لیکن شرفاء کی عزت و ناموس کے خلاف ہونے اور نسب و نسل کا ضیاع عورتوں کے نان و نفقہ وغیرہ سے محرومی کی وجہ سے اس میں قباحت تھی لہذا اس کو ممنوع ٹھہرانے میں آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتفاق و موافقت فرمائی نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں مخالفت فرمائی اور نہ اپنے دور حکومت میں۔

## اعتذار شیعہ اور اس کی لغویت

چونکہ حضرت امیر کے ہم زمان سیرت شیخین کے معتقد تھے اور اس کی مخالفت کو برداشت نہیں کرتے تھے لہذا آپ اپنے دور خلافت میں بھی ان کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے ورنہ کبھی چھوڑ جاتے اور آپ تنہا رہ جاتے یا قلیل ترین مخلص شیعہ (احتجاج طبری، مجالس المؤمنین) بلکہ خود علامہ ڈھکو صاحب نے تزیہ الامامیہ پر بھی یہی عذر بیان کیا ہے لیکن عذر کئی وجہ سے لغو اور باطل ہے۔

**اول:-** اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہو سکے تو امامت اور خلافت کا بارگراں سر لیکر عام اہل اسلام کی عملی اور اعتقادی کوتاہیوں کو اپنے ذمہ لینا بہت بڑا خسارے کا سودا ہے۔

**دوم:-** اس عذر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کو سراسر ناقص پست غیر معتبر اور ناقابل اعتداد گردانا لازم آتا ہے یعنی ان کی کوئی ماننا تھا اور نہ سنتا تھا ان کے کہنے پر عمل کرنے کرنا تھا تو اس میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واضح کھلی توہین و تحقیر ہے جو عقل مند

دشمن بھی قبول نہیں کر سکتا چہ جائیکہ صاحب ہوش و خرد مومن۔ جن لوگوں نے ان کو مسند خلافت اور منصب امامت سونپا تھا ان کا مقصد کیا تھا؟ مخالفت کرنا یا اطاعت کرنا اور جن اکابرین سے جنگ لڑی وہ اپنے شوق سے یا آپ کے حکم سے؟

سوم:- نیز اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں یا رسول اکرم ﷺ کے دور میں متعہ حرام نہیں کیا گیا تھا تو آپ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل بلکہ ان کے آقا اور مولا کا عمل پیش کر کے اپنا موقف مدلل اور مبرہن انداز میں پیش کر سکتے تھے اور ہر کسی کے لیے چون و چرا کی تمام راہیں مسدود کر سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا اقدام نہ کر کے اس کی حرمت اور عدم جواز پر ہر تصدیق لگا دی۔

## اجماع اہل بیت کے دعویٰ کی لغویت

جب یہ حقیقت ذہن نشین ہو چکی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور حکومت میں بھی متعہ کے جواز و اباحت کا حکم نہیں دیا تھا اور یہی اعلانیہ اس طرح کا قول کیا بلکہ تقیہ کیے رکھا اور عام اہل اسلام کے ساتھ موافقت فرمائی تو اہل تشیع کا یہ دعویٰ بھی لغو و باطل ہو کر رہ گیا کہ متعہ کی اباحت اور جواز پر تمام اہل بیت مجتمع اور متفق ہیں کیونکہ صاحب اقتدار و اختیار ہستی بر ملا حرمت اور عدم جواز کا اعلان کرتی رہی تو دوسرے ائمہ کرام جو مسند اقتدار و اختیار پر فائز نہیں تھے وہ اس کی اباحت اور جواز کا اعلان کس طرح کر سکتے تھے لہذا یقینی امر یہی ہے کہ جو مذہب اہل بیت کرام کا ظاہر اور معروف تھا اور جو ان سے تو اتر اور توارث کے ساتھ ثابت تھا، وہ صرف اور صرف متعہ کی حرمت اور عدم جواز میں اور اس کے برعکس جو کچھ ہے وہ محض ان دو چار راویوں کی کارستانی ہے جن کو امام جعفر صادق اور دیگر حضرات نے یہود و مجوس اور مشرکین اور اہل تثلیث سے بھی بدتر قرار دیا تھا لہذا ان روایات میں نہ کوئی وزن اور نہ ہی وہ ائمتہ و اعتبار کے لائق ہیں

بلکہ ان کا مقصد وحید اہل اسلام میں فتنری انتشار اور عملی گراوٹ پستی اور رذالت پیدا کرنا تھا اور انہیں نادانستہ طور پر یہود و مجوس کی راہ و روش پر گامزن کرنا تھا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہو گئے تھے انا لله وانا الیہ راجعون

## شہادات اربعہ پر بے جواز تکیہ اور اعتماد

علامہ ڈھکو صاحب نے فرمایا ”شہادت کا سب سے بڑا کورس چار عدد کا ہے ان چار معتبر شہادات سے ثابت ہو گیا کہ متعہ والی آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں ہے اگر نسخ کی کوئی اصلیت ہوتی تو کس طرح ان حضرات سے پوشیدہ رہ سکتی تھی؟ (تجلیات صداقت ۲۹۶)

## الجواب بفضل الوہاب

علامہ موصوف، بلا وجہ شہادت کے چکر میں پڑ گئے اول تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان چار حضرات کی شہادت تب بنتی ہے جب براہ راست وہ ڈھکو صاحب کے پاس بیان دیتے وہ تو قطعاً باطل ہے اور اگر کوئی چیز اس طرح کی ثابت ہوئی ہے تو وہ راویوں کی وساطت سے ہے اور محدثین کی نقل ہے جس سے وثوق اور اعتماد میں کمی آسکتی ہے کیونکہ راوی اور ناقل عادل بھی ہوتے ہیں اور ضعیف بلکہ کاذب بھی اور سبھی محدث بھی ہم پلہ نہیں ہیں لہذا بخاری و مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ جیسی ممتاز اور مستند کتب احادیث میں جب سرور عالم ﷺ کی طرف سے حرمت کی تصریح موجود ہے تو پھر غیر معتبر اور غیر مستند کتب کی معارض و مناقض روایات کیونکر قابل قبول اور مفید مدعا ہو سکتی ہیں اور جواز متعہ کی شہادت کیسے بن سکتی ہے اور ان سرآمد روزگار محدثین کے بیان کے بعد دوسرے کسی محدث کا مخالف قول کیا وزن رکھتا ہے دوم :- ان حضرات کی طرف منسوب روایات کا وہ معنی، مفہوم ہی نہیں جو ڈھکو صاحب نے سمجھا بلکہ اس کی حقیقت اور ان حضرات کا نظریہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے جو علامہ صاحب کے قطعاً

موافق نہیں ہے لہذا ان کو آخری کورس قرار دینا تو دور کی بات ہے اس میں ایک کی بھی شہادت نہیں پائی گئی جب ان کے بیانات میں آیت کے متعہ کے جواز پر دلالت کا بھی ذکر نہیں ہے تو اس کا محکم ہونا اور غیر منسوخ ہونا کیسے ثابت ہو گیا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیت کا ذکر ہے اور اس کے نسخ کی نئی کا بھی لیکن وہ تو متعہ حج کے متعلق ہے نہ کہ متعہ نساء کے متعلق لہذا یہ علامہ صاحب کی سراسر سینہ زوری اور تحکم ہے اور دیانت و انصاف کا خون ناحق علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منع کرنے پر ہم نے متعہ ترک کر دیا تو وہ گواہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق ہو گیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رو فرمایا اور انہیں حیران سرگرداں شخص قرار دیا تو اگر ایسی شہادات سے دعاوی ثابت ہو سکتے ہیں تو پھر شیعہ عدالت میں سے کوئی دعویٰ خارج ہو ہی نہیں سکے گا کیا اسی کو اجتہاد اور تحقیق و تدقیق کہتے ہیں؟

سوم:- اگر چار کا عدد پورا ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قطعاً اس کی حرمت کا نفاذ نہ کرتے کیونکہ آپ کا مطالبہ بھی یہی تھا کہ اگر چار گواہ اس پر پیش کر دیے جائیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے حرام فرمانے کے بعد پھر حلال فرمایا ہے تو میں اس کی حرمت کو نافذ نہیں کرتا وگرنہ آج کے بعد جو شخص شادی شدہ متعہ کرے گا میں اس کو سنگسار کرادوں گا ملاحظہ فرمائیے:

(ابن ماجہ ص ۱۴۱)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ما قال لما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان رسول اللہ ﷺ اذن لنا فی المتعہ ثلاثاً ثم حرمها واللہ لا اعلم احداً یتمتع وهو محصن الا رجعتہ بالحجارة الا ان یاتینی باربعة یشہدون ان رسول اللہ ﷺ احلها بعد اذ حرمها (ابن ماجہ ص ۱۴۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی خلافت و امارت بنائے گئے تو آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا بیشک رسول خدا ﷺ نے ہمیں تین دن کے لئے متعہ کی اجازت دی تھی پھر اس کو حرام قرار دے دیا بخدا میں کسی کے متعلق اگر معلوم کر لوں کہ اس نے متعہ کیا ہے اور وہ شادی شدہ بھی ہے تو میں اس کو سنگسار کر دوں گا مگر یہ کہ وہ چار گواہ پیش کرے جو کہ اس امر کی گواہی دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو حرام ٹھہرانے کے بعد پھر اس کو حلال قرار دیا تھا۔

مگر آپ کے اس اعلان کے باوجود چار تو کجا دو گواہ بھی دستیاب نہ ہوئے بلکہ سبھی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کو رد کر دیا حدیث پر آپ کے ساتھ موافقت فرمائی اور اس کو تسلیم کیا۔ اور متعہ کی حرمت پر اجماع صحابہ منعقد ہو گیا لہذا کتاب و سنت کی شہادت اور اجماع صحابہ کے بعد اس کی حرمت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور نہ کسی شہادت سے اس کا جواز ثابت کیا جاسکتا ہے۔

## اعتراف جرم کس کا؟

علامہ ڈھکو صاحب نے ”عمر بن خطاب کا اعتراف جرم“ کا عنوان قائم کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس ناپاک قول کی نسبت کی ہے چنانچہ علامہ ڈھکو صاحب لکھتے ہیں ”حقیقت یہ ہے کہ یہاں مدعی ست اور گواہ چست والا معاملہ ہے انہوں نے اس قدر تاویلات کی کہ صرف عمر کی گرتی ہوئی پوزیشن کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کے سلسلہ میں کی ہیں کہ کبھی روایت سے نسخ کا نظریہ اختیار کیا ہے۔۔۔۔۔ مگر جناب عمر ڈنگے کی چوٹ برسر منبر یہ اعلان کرتے ہیں ﴿معتان کانتا مشروعتین فی عہد رسول اللہ ﷺ وانا انہی عنہما متعہ الحج و متعہ النکاح﴾ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۹)

دوسرے رسول کے زمانے میں جائز تھے مگر میں ان سے ممانعت کرتا ہوں ایک متعہ حج

اور دوسرا متعہ نکاح۔

شرح فاضل کوٹھی (ص ۳۸۳ طبع ایران) پر بجائے انی کے ”وانا حرمتها“ موجود ہے ﴿کذا فی المحاضرات للراغب فیہ﴾ (میں ان دونوں کو حرام قرار دیتا ہوں) اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۳۷، ۱۳۶ طبع مصر پر اولیات عمر کے ضمن میں تصریح کی ہے کہ اول من حرم المتعہ عمر پہلا شخص ہے جس نے متعہ کو حرام قرار دیا۔

لیجئے اب تو یہ حقیقت بالکل واضح اور عیاں ہو گئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص رمز و مصلحت کے ماتحت (کہ رموز مملکت خویش خسروان دانند) متعہ کو حرام قرار دیا ورنہ خدا اور رسول نے اسے حلال قرار دینے کے بعد اسے ہرگز حرام قرار نہیں دیا ورنہ عمر حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف دینے کی بجائے خدا اور رسول کی طرف دیتے۔ اب مسلمانوں کی مرضی ہے کہ وہ خدا اور رسول کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کریں یا عمر کا فیصلہ مان کر اسلام کا جوا گرون سے اتار دیں

۔ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

﴿وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَتَوَلَّىٰ وَوَلَّىٰ وَنَصَلَ جَهَنَّمَ وَمَاءٌ تَمْصِرًا﴾  
مگر معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کو حرام قرار دینے والے عمر کو خدا اور رسول سے زیادہ مانتے ہیں  
(تجلیات ص ۲۹۷، ۲۹۶)

الجواب السدید ومنہ التوفیق:

قبل ازیں آیات کلام مجید اور احادیث رسول ﷺ سے متعہ کی ممنوعیت واضح ہو چکی اور کتب شیعہ سے بھی ممنوعیت کی روایات حضرت علی المرتضیٰ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

و دیگر اکابر اہل بیت کے حوالہ سے نقل کی جائیں گی اور ابھی ابھی ناظرین کرام نے ابن ماجہ شریف کی روایت میں ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے متعہ کی ممنوعیت فرمائی اور ساتھ ہی مطالبہ کیا کہ اس کی ممنوعیت کے بعد کسی کو اس کا حلال ٹھہرایا جانا معلوم ہو تو وہ چار گواہ اس پر پیش کرے لیکن مرکز اسلام مدینہ منورہ میں ہزاروں صحابہ کرام کی موجودگی میں چار گواہ دستیاب نہ ہو سکے بلکہ ایک نے بھی اٹھ کرنے کہا کہ میں نے سرور عالم ﷺ سے سنا کہ وہ اس کو حرام ٹھہرانے کے بعد مباح اور جائز قرار دے رہے تھے حتیٰ کہ اسد اللہ الغالب فاتح خیبر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شہادت نہ دی بلکہ اپنے دور خلافت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کا حکم تحریم نقل فرماتے رہے جس سے اجماع صحابہ بمعہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واضح ہو گیا اور اس آیت کا مصداق خود ڈھکو صاحب اور دیگر دلدادگان متعہ قرار پائے جو اس نے نقل کی ہے

﴿وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

جو شخص بھی راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا اور

مؤمنین کی راہ کے علاوہ دوسری راہ پر چلے گا تو وہ جدھر پھرے گا ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیں گے اور اسے جہنم واصل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ مشعہ کے شائقین کو خدا اور رسول اور ائمہ کرام سے متعہ مقدم ہے

اس کے خلاف کسی کی بات مننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور کیوں نہ ہو ﴿حَبْكُ الشَّنِيِّ يَعْصِي

بِعَصْمٍ﴾ جس چیز کی محبت ہو تو اس کے بارے میں انسان اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے یعنی نہ اس

میں عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی کی تنقید اور بیان و تقریر اس کے خلاف سن سکتا ہے۔



## متعہ کو حرام کرنے والا کون ہے؟

ابن ماجہ شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ تصریح فرمائی کہ تین دین کے لئے اس کو رسول خدا ﷺ نے مباح فرمایا بعد ازاں اس کو حرام کر دیا اور قبل ازیں بھی فتح الباری، بیہقی کے حوالے سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ نبی اکرم ﷺ کے منع فرمانے کی تصریح فرمائی مزید مندرجہ ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں:

﴿اخرج البيهقي عن عمر رضي الله تعالى عنه انه خطب فقال ما بال رجال ينكحون هذه المتعة وقد نهى رسول الله ﷺ عنها لا اوتي باحد نكحها الا رجمته﴾  
(در منشور ج ۲ ص ۱۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو یہ متعہ کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے نبی فرمائی میرے پاس جو شخص بھی ایسا لایا گیا جس نے متعہ کیا ہوگا تو میں اس کو سنگسار کر دوں گا۔

ابن ماجہ، سنن بیہقی، ابن منذر، در منشور وغیرہ کے اندر مذکور اس تصریح کے بعد کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برسرِ منبر یہ اعلان کیا کہ خود سرورِ عالم ﷺ نے متعہ کو ممنوع اور حرام ٹھہرایا ہے پھر بھی یہ رٹ لگاتے جانا کہ متعہ کو صرف اور صرف عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے حرام کیا ہے اور اسے خدا اور رسول ﷺ نے حرام نہیں کیا ڈھٹائی اور بے حیائی کی انتہا ہے اس لئے علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:

﴿ان عمر لم ينه عنها اجتهادا وانما نهى عنها مستندا الى نهى رسول الله ﷺ وقد وقع التصريح بذلك فيما اخرج ابن ماجه... وخرج ابن

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۷)

المنذر والبیہقی.... ﴿

پیشک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ سے از روئے اجتہاد نہی نہیں فرمائی بلکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف اس نہی اور ممنوعیت کی نسبت کرتے ہوئے اس سے منع فرمایا اور اس نسبت کی تصریح لکن ماجہ، ابن منذر، اور بیہقی کی نقل کردہ روایات میں موجود ہے۔

﴿قال الطحاوی خطب عمر فنهی عن المتعة ونقل ذلك عن النبي

ﷺ فلم ينكر عليه ذلك منكر وفي هذا دليل على متابعتهم له على ما نهى

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۸)

عنه ﴿

امام طحاوی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطاب فرمایا اور متعہ سے منع کیا اور اس ممنوعیت اور حرمت کو نبی اکرم ﷺ سے نقل فرمایا تو کسی منکر نے اس حکم اور نقل میں آپ پر انکار اور اعتراض نہ کیا لہذا اس امر کی بین دلیل ہے کہ سب نے متعہ کی ممنوعیت میں آپ کی موافقت و متابعت فرمائی لہذا اس کو صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتی رائے قرار دینا قطعاً غلط ہے اور خلاف دیانت و امانت۔

ان روایات کی روشنی میں ڈھکو صاحب کی منقولہ عبارت کا مفہوم بھی بالکل بے غبار ہو گیا کہ متعہ نساء سید و دو عالم ﷺ کے دور میں مباح تھا اور پھر آپ نے ہی اس کو حرام کر دیا لہذا میں اس سے منع کرتا ہوں اور پوری شدت کے ساتھ حتیٰ کہ کسی کو اس کا مرتکب پایا گیا تو سنگین سزا دوں گا چونکہ اس قسم کا اعلان تحریم اور اس کے ارتکاب پر اس طرح کی سنگین سزا کی دھمکی پہلے نہیں پائی گئی تھی لہذا ﴿اول من حرم المتعة﴾ کا معنی بھی واضح ہو گیا اور انا انہی یا انا احرم کا معنی بھی کہ میں اس نہی اور حرمت کو نافذ کر رہا ہوں اور میں نے نبی اکرم ﷺ کا حرام ٹھہرانے کا بھرے مجمع میں اعلان کر کے عذر ختم کر دیا لہذا اس سابقہ اباحت کی غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے اور نہ لاحقہ تحریم اور ممنوعیت سے کسی کو بے خبر رہنا چاہیے اور دوسرے مقام پر بھی اس امر کی

وضاحت کی جا چکی ہے کہ نائب اور خلیفہ کی طرف بھی احکام کی نسبت جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿يَجِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحْرَمُ عَلَيْهِنَّ النَّجَائِثُ﴾ (الاعراف ۱۵۷) رسول خدا ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال ٹھہراتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام حالانکہ دوسری جگہ فرمایا ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَى اللَّهِ﴾ (الانعام ۵۷) کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء ۵۹) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول خدا ﷺ اور امراء و حکام کی اطاعت کرو لہذا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی امر اور خلیفہ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کی اطاعت اہل اسلام پر لازم تھی۔

لہذا اپنی طرف بھی نسبت دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح رسول خدا ﷺ نے اسے حرام فرمایا اور ان کی اطاعت لازم میں بھی اس کی حرمت کو نافذ کر رہا ہوں لہذا میری اطاعت بھی تم پر لازم ہے تو جس طرح تحلیل و تحریم کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کو حرام نہیں فرمایا اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت کرنے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اسے رسول معظم ﷺ نے حرام نہیں فرمایا۔

عجیبیہ

﴿إِنَّا أَنهَىٰ يَا إنا احرم۔۔۔﴾ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور ﴿لَمْ حرمها﴾ اور ﴿قد نهى عنها﴾ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور سبھی کا مطالعہ بھی ڈھکو صاحب نے کیا ہوا ہے اور بایں ہمہ وہ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں (لیجئے اب تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص چیز و مصلحت کے تحت متعہ کو حرام کر دیا تھا۔ (تا) ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف

دینے کی بجائے خدا اور رسول کی طرف دیتے) تو اس سے بڑھ کر اندھیر ٹگری کیا ہو سکتی ہے اور دیانت و امانت کی دنیا میں ایسے دعاوی کا کیا وزن اور اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور اس تفرقہ اور تقسیم کا کیا جواز ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص کا ایک قول معتبر اور حجت و سند ہو اور اسی کا دوسرا قول ناقابل التفات و اعتبار وہ حقیقت تو قطعاً واضح نہ ہوئی جو ڈھکو صاحب واضح کرنا چاہتے تھے البتہ یہ حقیقت ضرور واضح ہو گئی کہ علامہ موصوف سخت بد دیانت اور انتہائی خیانت پیشہ ہیں۔

## حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلان

### اور صحابہ کرام کی تصدیق و تائید

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سر منبر یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ حدیث کو رسول کریم ﷺ نے حرام فرمایا ہے اور میں بھی اس کی حرمت کا اعلان کر رہا ہوں اور اس کے بعد کسی کے لیے لاعلمی اور بے خبری کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اگر اس کو حرام نہیں سمجھتے تھے اور رسول خدا ﷺ کی طرف تحریم منع اور نہی کی نسبت کو غلط سمجھتے تھے تو ان پر فرض تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حقیقت حال واضح کرتے اور ان پر ان کی غلط فہمی عیاں کرتے اور ان کے اس الزام کو دین میں مداخلت سمجھتے ہوئے مسترد کر دیتے کیونکہ اس امت کی شان ہی یہی ہے ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران ۱۱۰) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہو نیک کام دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو لیکن اس خیر ام کا سراپا خیر اور بھلائی کا دور یعنی قرن اول اور مہاجرین و انصار اور اصحاب نبی ﷺ اس اعلان کو سن کر غلط فہم نہیں بلکہ سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور پہلے منسوخی کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی اس فعل کا مرتکب ہو بھی چاتا تھا تو اب قطعی طور پر اس سے الگ ہو کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے

اندریں حالات ڈھکو صاحب ہی بتلائیں کہ مہاجرین اور انصار نے جناب عمر کا حکم مان کر اسلام کا جواگردن سے اتار پھینکا تھا یا وہ کامل مومن رہے اور واجب التقلید خود اس کی ذکر کردہ آیت بتلا رہی ہے کہ مومنین کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ چلنے والا جہنم کی راہ پر گامزن ہے اور مومنین اولین کی اجماعی راہ تو متعہ سے احتراز واجب تھا اور اس کو حرام اور ممنوع سمجھنا ہے لہذا متعہ کے ولد ادگان نے اسلام کا جواگردن سے اتار پھینکا ہے نہ کہ اس کی حرمت کے قائلین نے وہ تو خیر الامت کے خیر القرون کے نقش قدم پر چل رہے ﴿والحمد لله علی ذلك﴾ علامہ ڈھکو صاحب نے تفسیر کبیر کے حوالے سے جو عبارت ذکر کی اس کے ساتھ ہی صاحب تفسیر کبیر کا بصیرت افروز اور رافضیت سوز استدلال متعہ کی حرمت پر موجود ہے ذرا سنیں اور صحابہ کرام کا راستہ معلوم کریں:

رازی علیہ الرحمہ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ دو سبھی زمانہ رسول اللہ ﷺ میں تھے میں ان سے منع کر رہا ہوں اور اس کے مرتکب کو سزا دوں گا۔

﴿متعتان کانتا علی عهد رسول اللہ ﷺ انما انہی عنہما و اعاقب علیہما﴾ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰) متعہ کے حرام ہونے کی بین دلیل ہے کیوں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان پہلے ہی سے متعہ کی حرمت کو جانتے تھے لہذا خاموش رہے یا متعہ کو تو حلال سمجھتے تھے لیکن دین کے معاملے میں مدہانت اور بے پرواہی سے کام لیتے ہوئے خاموش رہے اور یا قبل ازیں متعہ کی اباحت یا حرمت کا انہیں علم ہی نہیں تھا تیسری صورت کے متعلق فرمایا ﴿فہذا ایضا باطل لان المتعۃ بتقدیر کونہا مباحۃ تکون کالنکاح و احتیاج الناس الی معرفۃ الحال فی کل واحد منہما عام فی حق الكل﴾

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰)

یعنی متعہ کے متعلق ان کی لاعلمی کا دعویٰ قطعاً باطل ہے کیوں کہ مباح ہونے کی صورت

میں وہ نکاح کی مانند ہوتا ہے اور لوگوں کی محتاجی نکاح اور متعہ کے بارے میں حصول معرفت کی طرف یکساں اور سب کو شامل ہے اور اس قسم کے معاملات کا مخفی رہنا ممنوع ہے بلکہ یہ امر واجب و لازم ہے کہ اس کی اباحت کا علم سبھی کو ہونا بلکہ جس طرح سب کو معلوم تھا کہ نکاح مباح ہے اور منسوخ نہیں اس طرح یہ بھی معلوم ہونا ضروری کہ متعہ بھی مباح ہے اور منسوخ نہیں ہے دوسری صورت کے متعلق فرمایا ﴿والثانی یوجب تکفیر عمر و تکفیر الصحابة لاف من علم ان النبی ﷺ حکم باباحة المتعة ثم قال انها محرمة محظورة من غیر نسخ لها فهو کافر بالله ومن صدقہ علیہ مع علمہ یكونہ مخطئا کافرا کان کافرا ایضا وهذا یقتضی تکفیر الامۃ وهو علی صدقہ لہ تعالیٰ "کنتم خیر امة"﴾

(ج ۱۰ ص ۵۰)

دوسری صورت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر لازم آتی ہے اور تمام صحابہ کرام کی تکفیر بھی کیونکہ جس کو معلوم ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے متعہ کی اباحت اور جواز کا حکم دیا ہے پھر کہے کہ یہ حرام اور ممنوع ہے بغیر اس کے کہ وہ منسوخ ہوا ہو تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور جس اس کی خطا کاری اور کفر معلوم ہو اور باوجود اس کے اس کی تصدیق و تائید کر دے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا تو اس طرح امت مصطفیٰ ﷺ کا کافر ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ لازم باطل ہے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ﴿کنتم خیر امة﴾ کے سراسر خلاف ہے جب امت کی خیریت و افضلیت اور شان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر منصوص من اللہ ہے تو جس کی تائید و تصدیق وہ کریں گے لامحالہ وہ بھی خطا اور بے راہ روی سے محفوظ ہوگا۔

﴿ولو لما بطل هذان القسمان ثبت ان الصحابة انما سکتوا عن الانکار علی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لانہم کانوا عالمین بان المتعة صارت منسوخة فی الاسلام﴾  
(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰)

جب وہ دونوں شقیں باطل ہو گئیں تو ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صرف اس لئے انکار نہ کیا کہ وہ اس حقیقت سے باخوبی واقف تھے کہ متعہ اسلام میں منسوخ ہو چکا ہے۔

اس بیان صداقت نشان سے واضح ہو گیا کہ متعہ کی منسوخی کا اقرار و اعتراف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرتی پوزیشن کو سہارا دینے کی کوشش کے لئے نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام مہاجرین و انصار کی پوزیشن بچانے کے لئے ہے اور علی الخصوص حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرتی ہوئی پوزیشن بچانے کے لئے ہے جو ﴿الحق مع علی و علی مع الحق﴾ کی شان رکھتے والے ہیں کہ ان کا باطل اور کفر کے ساتھ اتفاق و اتحاد لازم نہ آئے اور تمام حاضرین اور سامعین کا ایک عمر بن الخطاب سے ڈر کر خدا جل جلالہ و مصطفیٰ ﷺ کے دین سے بے پرواہی اور مدہانت کا مرتکب ہونا لازم نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی اور قرآن کی پوزیشن مجروح نہ ہو اور اس کا جھوٹ اور کذب لازم نہ آئے۔

﴿تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران ۱۱۰)

مگر ڈھکوسل صاحب کی بلا سے جس جس مقدس ہستی پر زد پڑتی ہے پڑے صرف متعہ کی گنجائش نکل آئے۔ العیاذ باللہ اس لئے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دور خلافت میں بھی صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ڈر سے اور خوف سے ازراہ تقیہ متعہ کو حرام قرار دیتے دکھایا ہے۔ ﴿لا حول ولا قوة الا باللہ﴾

## قول فیصل

شیعی اصول اور قواعد و ضوابط کے مطابق ہر مختلف فیہ مسئلہ میں ائمہ اہل بیت کا قول، قول فیصل اور حکم کی حیثیت رکھتا ہے تو ہم انہی کے اقوال سے ہی اس مسئلہ کا حل پیش کر

دیتے ہیں۔

﴿ قال الخطابي تحريم المتعة كالا جماع الا عن بعض الشيعة ولا يصح على قاعدتهم في الرجوع في المختلفات الى علي واهل بيته فقد صح عن علي انها نسخت ونقل البيهقي عن جعفر بن محمد انه سئل عن المتعة فقال هي الزنا بعينه. ﴾ (فتح الباری ۹، ص ۱۳۸)

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ متعہ کی حرمت اجماعی مسئلہ ہے صرف بعض شیعہ اس میں مخالف ہیں اور ان کے قاعدہ اور ضابطہ کی رو سے اس کی مخالفت کی کوئی وجہ جواز نہیں کہ مختلف فیہ امور میں حضرت علی اور ان کے اہل بیت علیہم الرضوان کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ کیونکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے منسوخ ہونے کا اعلان فرمایا اور بیہقی نے امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ ان سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ بعینہ زنا ہے۔ اور شیعہ کتب سے بھی اس کی ممنوعیت حضرت علی اور حضرت امام جعفر صادق کی زبانی نقل کی جائے گی۔ لہذا ڈھکو صاحب کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اعتراف جرم کی نسبت کرنا دراصل تمام مہاجرین و انصار اور ائمہ اہل بیت کو مجرم ماننے کے مترادف ہے

﴿نعوذ بالله من ذلك۔﴾

کیا متعہ کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے؟

محمد حسین ڈھکو صاحب نے جوش متعہ میں حقائق سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا: صحابہ کرام کے اقوال کریمہ سے روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہوتا ہے کہ خدا اور رسول نے متعہ کو حلال کرنے کے بعد ہرگز ہرگز حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے۔ (تجلیات ص ۲۹۴)



صحابہ کرام مہاجرین و انصار اور آئمہ اہل بیت کا اجماع و اتفاق ملاحظہ کر لینے کے بعد دلدادگان متعہ کے یہ ناپاک کلمات صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب پاک میں گالی اور بکواس نہیں بلکہ ان تمام مقدس ہستیوں کو منافق قرار دینے کے مترادف ہے اور یہ طرز اور شیوہ منافقین کا ہی ہے کہ جب انہیں کہا جاتا۔ ﴿لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾ (البقرہ ۱۱)

زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں ﴿إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ﴾ ہم تو اصلاح کے درپے ہیں۔ مسلمان فسادی ہیں اور جب کہا جاتا ﴿إِٰمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ﴾ اس طرح ایمان لاؤ جیسے کہ کامل انسان ایمان لائے تو وہ کہتے ﴿أَنْتُمْ مِّنْ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ﴾ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے سفیہ اور بے وقوف لوگ ایمان لائے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے منافقین کے دونوں دعووں کو رد کرتے ہوئے فرمایا ﴿إِنَّمَا أَنَّهُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ﴾۔ ﴿إِنَّمَا أَنَّهُمُ السُّفَهَاءُ وَلٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ﴾

فسادی یہی منافق ہیں نہ مسلمان لیکن انہیں شعور نہیں اور ان کے حواس معطل ہیں اور یہی سفیہ اور بے وقوف ہیں لیکن ان میں علم و دانش نہیں ہے۔

جس طرح ان منافقین کے مرض قلب کی وجہ سے ان کی سمجھ الٹی ہو گئی تھی اس طرح آج کے منافقین کی سمجھ بھی الٹی ہو گئی ہے۔ خدا و مصطفیٰ کی تحریم اور منع و نہی کے بعد اور اجماع صحابہ و اہل بیت کے بعد اس کو دوبارہ مباح ٹھہرانے اور اہل اسلام کو خدا و مصطفیٰ کا باغی بنانے کی کوشش اور اہل ایمان کی متفق علیہ راہ سے لوگوں کو ہٹانے کی ناپاک سعی منافقین کی بدترین سازش ہے ورنہ تحریم کے بعد اباحت کے ثبوت کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھرے مجمع میں مطالبہ کیا کہ چار آدمی اٹھ کر اس کی گواہی دیں کہ سید عالم نے اس کو حرام کرنے کے بعد حلال ٹھہرایا ہو مگر ایک شخص نے بھی اٹھ کر ایسی شہادت نہ دی۔

علاوہ ازیں جن احادیث میں پہلے پہل اباحت اور رخصت کا ذکر ہے ان میں وقت کی

تحدید کے ساتھ ہی مذکور ہے اور بعد ازاں حرام کئے جانے کی۔ اس لئے علامہ قرطبی نے فرمایا۔

والروایات کلها متفقة علی ان زمن اباحه المتعة لم یطل وانه حرم ثم

اجمع السلف والخلف علی تحريمها الا من لا یلتفت الیه من الروافض

(فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۸)

تمام روایات اس حقیقت پر متفق اور متوافق ہیں کہ اباحت متعہ کا زمانہ طویل نہیں تھا اور نبی اکرم ﷺ نے بھی اس کی حرمت کا اعلان فرمایا اور تمام سلف و خلف کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے ماسوائے روافض کے جن کا قول ناقابل التفات ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا اور یہود و نصاریٰ کی عورتیں اور بچیاں قیدی بن کر بطور ملک یمین غازیان اسلام کے استعمال میں آگئیں جن کے لئے نہ نکاح کی ضرورت نہ چار چار کی پابندی نہ حق مہر اور نہ گواہ اور تشہیر وغیرہ کا تو انہوں نے اہل اسلام سے بدلہ لینے کے لئے ان کی بچیوں بہنوں میں اس قباحت کو عام کر دینے کی ناپاک کوشش کی اور ہزار ہزار کے ساتھ متعہ کو مباح ٹھہرا دیا اور گواہوں وغیرہ کی پابندیاں بھی ختم کر دیں اور چونکہ ان کا داؤ اس وقت تک چل نہیں سکتا تھا جب تک کوئی آڑ نہ ہوتی تو بقانون لکل ضالۃ علة اس گواہی کی علت کے طور پر ایک منسوخ شرعی حکم کا سہارا لیا گیا جو مخصوص حالات میں محدود وقت کے لئے تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے اس کو حرام کر دیا گیا۔ لہذا علامہ ڈھکو صاحب کو اہل ایمان کے آئینہ ہائے صافیہ میں اپنی منافقانہ صورت نظر آئی مگر جہشی کی طرح اپنی صورت کو قبیح سمجھنے کی بجائے شہسے کی قباحت معلوم ہوئی۔

### حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی گستاخی

علامہ ڈھکو صاحب نے ابن عباس و ابن زبیر کا عجیب مکالمہ کا عنوان قائم کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر کی دوران امارت حضرت عبداللہ بن عباس پر تنقید و تبصرہ کو نقل کرتے

ہوئے کہا۔

ایک مرتبہ ابن زبیر نے ابن عباس پر طعن کرتے ہوئے کہا بعض وہ لوگ جو بصارت کی طرح بصیرت کے بھی اندھے ہیں وہ کہتے ہیں متعہ جائز ہے۔

عبداللہ بن عباس جو نابینا ہو چکے تھے جب ان کے کانوں میں بھٹک پڑی تو چونک کر کہا اپنی والدہ سے جا کر پوچھو کہ ان کے اور تمہارے والد (زبیر) کے درمیان جو آتش محبت تھی وہ کس طرح لگی؟ اور پہلی رات کس طرح خوشبو سلگائی گئی۔

(عقد فرید ابن عبداللہ اندلسی ج ۲ ص ۱۱۳ طبع مصر)

محاضرات راغب اصفہانی میں اس قدر اضافہ ہے کہ جب ان زبیر نے گھر جا کر والدہ سے حقیقت حال پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ تم متعہ سے پیدا ہوئے ہو تھی نہ رہے کہ عبداللہ بن زبیر کی والدہ اسماء ہیں جو ابوبکر صاحب کی بڑی صاحبزادی اور ام المومنین عائشہ صاحبہ کی بڑی ہم شیرہ ہیں۔

(تجلیات صداقت ص ۲۹۵)

### الجواب ومنہ توفیق الصواب

علامہ ڈھکو صاحب کا اس حوالے کو یہاں درج کرنے کا مقصد سوائے بغض باطنی اور عداوت قلبی کے اظہار کے اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تولد ہجرت کے فوراً بعد ہو گیا تھا یا زیادہ سے زیادہ بیس ماہ بعد اور متعہ کی حرمت کا حکم خیر یعنی سات ہجری میں یا عند تحقیق فتح مکہ آٹھ ہجری کے موقع پر سرور عالم ﷺ نے دیا تو اندریں صورت بالفرض حقیقت حال وہی ہو تو بھی اس کے یہاں پیش کرنے سے متعہ کا جواز جس میں اہل اسلام اور شیعہ کا نزاع ہے وہ کیسے ثابت ہو گیا اور اس سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب و حسب پر کیا طعن لازم آیا جب کہ یہ عقد اس وقت حرام ہی نہیں تھا۔ علاوہ ازیں عقد نکاح کے بعد خاوند بیوی میں جو محبت پیدا ہوتی ہے یا شب زفاف جو خوشبو وغیرہ سلگائی جاتی

ہے کیا وہ ناجائز ہے اور غیر اخلاقی فعل ہے؟ جب علامہ ڈھکو کے والد صاحب نے ان کی امی سے حد یا نکاح کیا تھا تو دشمنی پیدا ہوگئی تھی یا بدبو پھیلانے کا انتقام کیا گیا تھا اور بھنگیوں کو انسانی غلامت اس کرے میں جمع کرنے کا آرڈر دیا گیا تھا اگر کسی میں اسلام و ایمان کی رمت بھی ہو تو اسے یہ نسبت دیکھ کر کہ حضرت اسماء کس کی بہن ہیں اور کسی ہستی کی سالی ہیں ایسے تذکروں سے شرم آتی چاہیے کیوں کہ یہ اہل ایمان کی ماں کی بہن گویا خالہ کا معاملہ ہے اور سرور عالم کی بھی بہن کا معاملہ ہے کیونکہ سالیوں کو بہنوں کا درجہ حاصل ہے مگر جہاں نہ ایمان ہو اور نہ شرم و حیاء کا نام و نشان ہو وہاں اس قسم کے اخلاقی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی توقع بھی عبث ہے۔ شیعہ مذہب میں اصل الاصول ہی یہی ہے کہ جو ہستی رسول اکرم ﷺ کے جتنی قریب ہے اور جس قدر عنایت اور نوازش محبوب خدا ﷺ کی اس پر ہے اسی قدر اس کو زیادہ مطعون کیا جائے اور سب و شتم گالی گلوچ اور طعن و تنقید کا نشانہ بنایا جائے اور ضرور ہونا بھی اس طرح چاہیے کیونکہ یہ مذہب یہودیت کا اور بحیثیت کا مظلوم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا۔

﴿تَجِدُنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا﴾

(المائدہ ۸۲)

کہ تم ضرور بالضرور یہود اور مشرکین کو اہل ایمان کے ساتھ شدید ترین عداوت رکھنے والے پاؤں کے گریہ غصراں میں نہ ہو تو ان کا نسب بھی مشکوک ہو جائے اس لئے اپنے صحیح النسل ہونے کے ثبوت کے طور پر انہیں ایسی حرکات کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے ڈھکو صاحب نے حضرت ابو بکر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت اسماء کی رشتہ داری بیان کرنی ضروری سمجھی رہا حضرت ابن عباس کا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا معاملہ تو وہ قریمی رشتہ دار بھی ہیں اور شرف صحابیت سے بہرہ ور اور تقریباً ہم عمر۔ لہذا ان کا باہمی معاملہ دو بھائیوں کا معاملہ ہے جس میں ہمارے دخل دینے کا کوئی جواز نہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا باہم

دست و گریبان ہونا اور چھوٹے بھائی کا بڑے بھائی کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنا قرآن میں مذکور ہے۔ مگر ہمارے لئے کف لسان اور سکوت کے بغیر چارہ نہیں ہے اور یہی حکم صحابہ کرام کے باہمی نزاع و جدال اور تلخ کلامی میں ہے۔ لہذا اس کو اچھا لانا اور ہوا دینا قطعاً نازیبا بلکہ ناجائز ہے۔

۲۔ علامہ ڈھکو صاحب اگر روایات کے انکار پر آتے ہیں تو اپنی صحاح اربعہ اور علی الخصوص حضرت مہدی کی مصدقہ کتاب کافی کلینی کی روایات کی صحت کا انکار کر دیتے ہیں اور ایک ہی مضمون یعنی تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی دو ہزار سے زیادہ مستفیض و متواتر روایات کا اور جب استدلال کرنے پر آتے ہیں تو غیر متداول اور رطب و یابس پر مشتمل تاریخی اور ادبی غیر مستند کتابوں کو قرآن کا درجہ دے لیتے ہیں خواہ وہ روایات صحاح ستہ کے مخالف ہوں بلکہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں اگر علامہ موصوف یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ روایات کے صحیح اور ضعیف، موضوع اور اختراعی ہونے کا فیصلہ دے سکیں حتیٰ کہ اپنی صحاح اربعہ کے خلاف بھی تو انہیں ایسی ہستیوں کے متعلق اس قسم کی بے سرو پا روایات کا سہارا لے کر اہل سنت کو الزام دینے کے بہانے ان مقدس اور بزرگ ہستیوں پر طعن زنی اور تنقید و اعتراض سے بھی گریز کرنا لازم ہے۔

اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بلکہ شہادت تک حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کی زوجیت میں رہیں اور آپ کے بطن سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ صاحبزادے متولد ہوئے۔ حضرت عبد اللہ، عاصم، عروہ، منذر اور مصعب رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت اسماء کی سکونت حضرت زبیر کے گھر رہی اور جملہ اخراجات بھی انہی کے ذمہ رہے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی شخص سے آپ کا عقد نکاح قطعاً ثابت نہیں تو اس صورت میں آپ کے حق میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ متغذ کا دعویٰ قطعاً بے بنیاد ہے اور سراسر خلاف حقیقت شیعہ مورخ صاحب تاریخ التواریخ نے میدان جنگ میں حضرت

علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باہمی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ جب اس ملاقات کا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم ہوا تو انہوں نے کہا۔

واذ بیراہ بیچارہ خواہرم اسماء بیوہ گشت گفتد بیناک مباحث کہ علی را سلاح جنگ در بر نیست ہمانا با او سخنے خواہد گفت (ناسخ کتاب الجمل ج سوم کتاب دوم ص ۵۵)

افسوس ہمارے زبیر پر میری بہن اسماء بیوہ ہوگئی لوگوں نے کہا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سلاح جنگ نہیں ہیں۔ صرف اتنی بات ہے حضرت علی حضرت زبیر کے ساتھ گفتگو کریں گے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ حضرت صدیقہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا تھا کہ کہیں جنگ کے لئے جمع ہوئے ہیں تو حضرت زبیر کے مقتول ہونے کی صورت میں میری بہن اسماء بیوہ ہو جائے گی اگر وہ مقتول نہ ہوئے تو پھر وہ بیوہ نہیں ہوں گی۔ اسی شیعہ مورخ نے ہجرت کے سال اول کے وقائع میں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا اپنی والدہ ام رومان اور ہمیشہ گان حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہن کے ہمراہ مدینہ منورہ حاضر ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا

واسماء ذات النطاقین بعد اللہ بن الزبیر حال بود۔

(ناسخ جلد اول کتاب دوم ص ۳۶)

اس دوران حضرت اسماء ذات النطاقین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاملہ تھیں اور لکھا۔ ہم دریں سال عبداللہ بن زبیر متولد شد و مسلمانان از ولادت او شاد شدند۔

یعنی ہجرت کے پہلے سال ہی حضرت عبداللہ بن زبیر متولد ہوئے اور ان کی ولادت سے اہل اسلام بہت خوش ہوئے کیونکہ یہود نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مہاجرین پر جادو کر دیا ہے لہذا ان کی نسل منقطع ہوئے گی۔ مگر ان کی ولادت نے ان کے دعویٰ کو باطل کر دیا۔ لہذا

اہل اسلام کو ان کی ولادت کی بہت خوشی ہوئی۔ الغرض یہ صورت حال حضرت اسماء اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح دوام کی واضح دلیل ہے اور اس کا خلاف سراسر وہم و گمان ہے اور گمان فاسد۔

علامہ ڈھکو صاحب نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے کے لئے عقد کا سہارا لیا ہے۔ حالانکہ وہ کتاب محض ادب عربی سے قلعہ رکھتی ہے اور اس میں درج واقعات و حکایات یا روایات کی صحت و غیرہ کا اس نے قطعاً التزام و اہتمام ہی نہیں کیا نہ اس میں اسناد وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ تا کہ روایوں کا حال معلوم کر کے اس روایت کی حیثیت متعین کی جاسکے۔

علاوہ ازیں وہ سنی مصنف ہی نہیں بلکہ شیعہ نظریات کا حامل ہے جیسے کہ عقد فرید کے مقدمہ میں جناب احمد امین نے ذکر کیا ہے۔

﴿وہو امیل الی الشیع فی اعتدال فیقص ما یعلی شان الطالبین فی رفق ولا یتخرج من ذکر مالیس من مذہب﴾ (مقدمہ ص ۹)

لکن عبور بہ تشیع کی طرف زیادہ مائل ہے باوجود معتدل ہونے کے اور نرم انداز میں دعویٰ کچھ بیان کرتا ہے جو طالبیوں (جناب ابو طالب سے نسبت قرابت رکھنے والوں) کی شان کو بلند و برتر کرنے کا موجب ہو اور جو کچھ اس کے مذہب اعتدال کے مطابق بھی نہیں ہوتا اس کے ذکر میں حرج محسوس نہیں کرتا۔

مزید برآں یہ کہ وہ یا وہ کوئی اور بے ہودگی سے بھی پہلو تکی نہیں کرتا اور مذہب و اعتقاد سے قطع نظر شریعت و احکام از بیان بھی اختیار نہیں کرتا۔ ﴿وان کان فوقہ ینبوا حیثا فیروی﴾ (مقدمہ عقد فرید از احمد امین ص ۹)

من الہجر مالاً یلیق﴾

اگرچہ اس کا ذوق کبھی کبھار ادا استقامت سے دور ہو جاتا ہے اور وہ ہذیان اور بیہودگی

پر مشتمل غیر متناسب اور ناموزوں امور کو روایت کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بھی اس کے متعلق تصریح موجود ہے لیکن اس کے باوجود ابن عبد ربہ پر تشبیح کا غلبہ تھا۔

(انسائیکلو پیڈیا ج ۱، ص ۵۹۵ سطر نمبر ۱۶ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی)

ایسے مصنف کے حوالے دے کر علامہ ڈھکو صاحب جس تحقیق و تدقیق کا حق ادا کر رہے ہیں وہ بھی واضح ہو گئی اور یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی کہ وہو کہ وہی کے فن میں بھی آپ یکتا ہیں اور اپنے مذہب کے غیر معروف شیوخہ قسم کے مصنفین کو سنی ظاہر کر کے عوام کو دام فریب میں جلا کرنے کی مذموم کوشش سے بھی باز نہیں رہتے۔

سوال: خود حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حد کا اقرار منقول ہے جیسے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں ذکر کیا ہے کہ نسائی اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔

﴿فعلنا ما علی عہد رسول اللہ﴾ ہم نے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں حد کیا۔

(مظہری ج ۲ ص ۷۴)

جواب اول: جمع کا صیغہ استعمال کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود حکم بھی اس میں داخل

ہو بلکہ باہم حکم کلام سے خارج ہوتا ہے۔ ﴿کم هو المقرور فی موضعہ﴾

علاوہ ازیں جمع کا صیغہ بعض کے فعل پر بھی سچا آتا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ صحابہ کرام

علیہم الرضوان میں سے بعض نے ابتداء میں دو دروازوں پر ہوتے ہوئے سرور عالم ﷺ کی

اجازت سے محدود وقت کے لئے حد کیا پھر اس کو مٹا دیا گیا۔ لہذا ان بعض کا فعل بطور جمع

حکم کے صیغہ سے تعبیر کر دیا گیا جس طرح جائیداد کے لالچ میں قتل کئے جانے والے بنی

اسرائیل کے فرد کے قتل کی نصیحت تمام بنی اسرائیل کی طرف کر دی گئی۔

﴿وَقَالَ تَعَالَى: وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَرَأْتُمُوهَا﴾ (البقرہ ۷۴)



حالانکہ اس کو صرف چچا زاد بھائیوں نے قتل کیا تھا۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے ﴿انما انا و انتم عبيد مملو كون لارب غيرہ يملك منا مالا نملك من انفسنا و اخر جنا مما كنا فيه الى ما صلحنا عليه فا بدلنا بعد الضلالة بالهدى و اعطانا البصيرة بعد العمى﴾ (جلد ۱ ص ۵۳۹ مصری)

میں اور تم صرف اور صرف غلام مملوک ہیں اس رب کے جس کے علاوہ کوئی رب نہیں جو ہمارے انفس کا اس قدر مالک ہے کہ ہم ان پر اس قدر ملکیت نہیں رکھتے اور اس نے ہمیں اس حالت سے جس میں تھے نکالا اس حالت کی طرف جس پر ہم درست اور راست قدم ہیں پس ہمیں گمراہی اور ضلالت کے بدلے ہدایت عطا فرمائی اور بے خبری اور بے بصیرتی کے بعد دانائی اور بصیرت عطا فرمائی۔

حالانکہ اہل سنت اور شیعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضلالت اور بے راہروی کا مرتکب قطعاً نہیں مانتے لہذا کتاب اللہ اور فرمان مرتضوی سے واضح ہو گیا کہ خود متکلم کا عموم کلام میں داخل ہونا اور صیغہ جمع کی وجہ سے ہر فرد کا اس فعل میں حقیقتاً شریک ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ لہذا محض ان الفاظ سے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس فعل کا مرتکب ثابت کرنا محکم اور سینہ زوری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق شیعہ نظریہ

۱۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال سمعته يقول قال امیر المرعین علیہ السلام اللهم العن ابنی فلان (عبداللہ و عبید اللہ ابنی عباس) و اعم ابصارهما کما اعمیت قلوبہما الا جلین فی رقبته و اجعل عمی ابصارهما دلیلاً علی عمی

(رجال کشی ص ۵۲)

قلوبہما ﴿

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ائی عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں  
 کہ امیر المؤمنین نے حضرت عباس کے ان دو بیٹوں عبد اللہ اور عبید اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہم) کے متعلق یہ بددعا کی کہ اے اللہ ان دونوں پر لعنت بھیج اور ان کی آنکھوں کو بھی اندھا کر  
 جیسے کہ ان کے دلوں کو اندھا کر دیا ہے۔ اور ان کی آنکھوں کا اندھا ہونا ان کے دلوں کے اندھا  
 ہونے کی دلیل بنا دے۔

۲۔ امام زین العابدین سے ان کے متعلق یہ الفاظ ایک علمی مباحثہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

(رجال کشی ص ۵۳)

﴿لقد طمع الخائن فی غیر مطمع﴾

اس خیانت پیشہ نے ایسی جگہ کامیابی اور غلبہ کی حرص کی ہے جو اس کے طمع و حرص کا  
 مقام نہیں یعنی ہم پر علمی مباحثہ میں غالب نہیں آسکتا۔

۳۔ حارث سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حضرت) عبد اللہ بن  
 عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بصرہ پر عامل بنایا ﴿تحمل کل مال فی بیت المال بالبصرة  
 ولحق بمكة وترك عليا عليه السلام وكان مبلغه الفى درهم﴾

(ص ۵۷)

انہوں نے بصرہ کے بیت المال میں جتنا مال تھا اس کو ازراہ خیانت جمع کر کے مکہ پہنچا  
 دیا اور حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر مکہ میں جا بیٹھے اور اس مال کی قیمت بیس لاکھ درہم تھی  
 جب آپ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور رورور کر فرمایا۔

﴿هَذَا ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي عِلْمِهِ وَقَدْرِهِ يَفْعَلُ مِثْلَ هَذَا فَكَيْفَ

يَوْمَنْ مَنِ كَانَ دُونَهُ اللَّهُمَّ انِي قَدْ مَلَلْتَهُمْ فَارْحَنِي مِنْهُمْ وَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ

عاجز ولا ملول ﴿

یہ رسول اللہ ﷺ کا چچا زاد بھائی ہے اور باوجود اس عظیم علم اور بلند مرتبہ کے اس قسم کے افعال کا مرکب ہے تو دوسروں پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔ اے اللہ میں ان سے سخت ملال میں ہوں لہذا مجھے ان سے راحت بخش اور اپنی طرف بلا لے دو۔ آنحضرت ﷺ میں عجز اور ملال سے محفوظ ہوں۔ اسی ضمن میں طویل خط و کتابت طرفین سے ذکر کرنے کے بعد آخر میں عبد اللہ بن عباس کا یہ جواب درج کیا ہے کہ میں (بطور خیانت وغیرہ) روئے زمین کے تمام زرو مال کو لے کر اللہ تعالیٰ کی جانب پیش ہوں تو وہ اس سے بہتر ہے کہ ﴿القی اللہ بدم رجل مسلم﴾ کہ میں کسی مسلمان کا خون ناحق بہا کر اس کی جناب میں پیش ہوں گویا کہ یہ ایک تعریف ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کہ تم نے خون مسلم ناحق بہایا ہے اگر تم نے اس کا جواب دے دیا تو میں بھی اس مال کا جواب دے لوں گا۔

شیعی عالم امامتانی نے نقل کیا ہے کہ جب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور امارت میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر دوران خطاب یہ تنقید کی کہ یہ وہ شخص ہے جس نے لاکھوں درہم بھرے کے بیت المال سے تمھارے لئے جب کہ وہاں پر لوگ گھسٹیاں کھا کر گزر بسر پر مجبور تھے تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

واما حملى المال فاندك ان مالا جيناہ واعطينا كل ذى حق حقه

ووبقيت بقيته هي دون حقنا في كتاب الله فاخذنا بحقنا ﴿

(تنقيح المقال ج ۲، ص ۱۹۵)

لیکن میرا مال کو اٹھالانا تو وہ ایسا مال تھا جسے ہم نے جمع کیا تھا اور ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا اور کچھ بچ گیا جو کہ اس سے بھی کم تھا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی رو سے بنا تھا لہذا ہم نے اپنا حق وصول کیا۔

امامتانی صاحب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد عمل، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے رد عمل

اللہ تعالیٰ عز کے اترائیں وانکار پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب پر تیرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

﴿و غایۃ ما یمکن ان یوجہ بہ اتہ کان مغروراً یعلمہ قا جہاد ینسب حقاقتہ  
لہ و کونہ دون حقہ وان اخطاء فی اجہادہ لکونہ فی قبال النص وقد کان علیہ  
ان اخطاء لولا ان یجوب وترجع المال ولم یحقق منہ قالک وبالجملة فتامیر  
امیر المؤمنین ایہ علی البصرۃ ینبت عدلہ و عیادہ لیت المال یریلہا﴾

(طبرانی ص ۱۹۵)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل کی توجیہ جس حد تک ممکن ہے وہ یہ ہے کہ  
انہیں اپنے علم پر غرور نہ تھا اور اسی ضروری میں انہوں نے ازراہ جہاد اپنا اتحاق بھی سمجھا لیا اور  
اس مال کو اپنے اتحاق سے کم بھی سا کر چاہیں اس جہاد میں خلا اور غلطی لگی کیونکہ یہ نص کے  
مقابلے میں جہاد تھا اور ان پر لازم یہ تھا کہ جب غلطی سرزد ہوگی تو اس سے توبہ کرتے اور مال  
کو واپس کرتے لیکن ان سے توبہ اور مال کی واپسی ثابت نہیں ہے اور علامہ کا یہ ہے کہ حضرت  
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے سرے پر حال اور کہ نہ جانا جہاں ان کی عدالت اور لائت اور  
مستعدی کی دلیل ہے ان کا بیت المال کے اصول میں خیانت کرنا اس عدالت و شہادت اور  
احکام و تقیاد کو محرم کرنے والا ہے۔

ان روایات اور تیسروں کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کو یہ چل گیا کہ حضرت عبداللہ بن

عباس کی حکمت اور ادب و احترام ان لوگوں کے نزدیک کس حد تک ہے؟

اپنے نظریہ کے خلاف ان کا کوئی عمل اور اقدام نظر آئے تو وہ خلا کار میں عدالت

سے محروم اور خیانت پیشہ بھی ہیں اور علم پر غرور اور نازاں ہو کر صریح قصوں کی خلاف بندی کرنے

والتے بھی ہیں۔ اور امیر المؤمنین کو قتل ناحق میں موٹ اور اہل اسلام کے خون سے ہولی کھیلتے

والے اور اللہ کے حضور اس اقدام کی توجیہ اور معذرت سے عاجز و قاصر ماننے والے بھی ہیں۔ مگر متعہ کا معاملہ تو ایسے اٹھہ کہ کتاب اللہ، سنت رسول علیہ السلام اور اجماع امت کی بھی ان کے ذاتی اجتہادی قول کے مقابل کوئی وقعت نہیں ہے۔ حالانکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو متعہ کے جواز و اباحت کے فتویٰ سے منع کیا اور ان کو حیران و سرگردان شخص قرار دیا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تحریم ان کو سنایا۔ خود ان کا آخر الامر رجوع ثابت اور توبہ کرنا مروی و منقول مگر یہ سب کچھ بیچ ہے شیعہ کے لئے صرف اور صرف ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس کا متعہ جائز رکھنا ہی کافی ہے جس سے صاف ظاہر کہ یہ ابن عباس کی محبت و عقیدت کے تحت نہیں نہ ان کو معصوم عن الخطا سمجھنے کی وجہ سے بلکہ صرف اور صرف حب متعہ اور اس کے عشق کا کرشمہ ہے ﴿وَجِبَكَ الشَّيْءُ يَعْصِي وَيَعْصِمُ﴾۔ لہذا اس طرح کے آپ کی طرف منسوب قول سے استدلال نہ برہانی انداز ہے اور نہ ہی جدلی اور نہ ہی اصول مناظرہ و مباحثہ کے مطابق و موافق ہے بلکہ صرف مشاغبہ اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعی نامتمام و نامشکور۔

۴۔ ملا محسن فیضی تفسیر صافی ص ۳۳ پر رقمطراز ہے:

ویروون تفسیرہ عن بحسبونه من کبر ائہم مثل ابی ہریرۃ و ابن عمر و انس و نظر ائہم و کانوا یعدون امیر المؤمنین من جملتہم ویجعلونہ کو احد من الناس و کان خیر من یستندون الیہ بعدہ ابن مسعود و ابن عباس ممن لیس علی قولہ کثیر تعویل و لالہ الی لباب الحق سبیل و کان ہولاء الکبراء ربما یتقولون من تلقاء انفسہم غیر خالفین من مالہ (الی) ولم یجتروں یعلموا ان اکثرہم کانوا یطنون النفاق و یجتروں علی اللہ و یفتروں علی رسول اللہ۔۔ الخ

اہل سنت و الجماعت تفسیر قرآن ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں جن کو وہ اپنے

عظما کبراء کہتے ہیں مثلاً ابو ہریرہ۔ عبد اللہ بن عمر اور انس وغیرہ کے اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان میں سے ایک فرد شمار کرتے ہیں اور ان کے بعد جن کو بہترین مفسر قرار دیتے ہیں۔ اور حجت و سند وہ ہیں عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس جن کے قول پر کوئی خاص اعتماد بھروسہ نہیں اور نہ ہی ان کو حق خالص تک رسائی حاصل تھی بلکہ ان کے یہ اکابر بسا اوقات تفاسیر اپنی طرف سے گھڑ لیتے تھے اور ان کے انجام بد سے ذرا برابر خوف نہیں رکھتے تھے اور بسا اوقات اسے رسول خدا ﷺ کی طرف بھی منسوب کر دیتے تھے اور جنہوں نے ان صحابیوں سے یہ تفسیری اقوال نقل کیے ہیں ان میں سے بعض تو ان کی حقیقت حال سے بھی بے خبر تھے۔ بس وہ صرف (الصحابہ کلہم عدول) کے قائل تھے اور ان میں سے کسی کے حق میں عدول و انحراف کو جائز نہیں رکھتے تھے۔ حالانکہ ان کے زعم کے برعکس ان صحابہ کرام میں سے اکثر در پردہ منافق تھے اور اللہ تعالیٰ پر جرات و جسارت سے کام لینے والے، رسول نبی ﷺ پر افتراء و بہتان باندھنے والے۔

۵۔ نیز الروضۃ من الکافی ج ۸، ص ۲۳۵ اور رجال کشی ص ۱۶ میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔

عن ابی جعفر قال کان الناس اهل الردۃ بعد النبی الا ثلاثۃ فقلت

ومن الثلاثۃ فقال المقدم بن اسود، و ابوذر الغفاری و سلمان فارسی

یعنی ما سوا تین صحابیوں حضرت ابوذر، حضرت مقدم اور حضرت سلمان الفارسی رضی

اللہ عنہم کے سب صحابہ مرتد ہو گئے۔ العیاذ باللہ۔ لہذا بقول ان کے ابن عباس بھی نعوذ باللہ

مرتدین میں داخل ٹھہرے تو ان اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ صاحبان کا حضرت عبد اللہ بن

مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات پیش کرنا استدلال کے

طریق برہانی اور جدلی دونوں کے خلاف ہیں۔

برہانی استدلال کے تو اس لئے کہ جب وہ لوگ ان کو مومن ہی تسلیم نہیں کرتے اور ان

کی تقابیر کو اللہ تعالیٰ پر حرمت اور رسول ﷺ پر احترام قرار دیتے ہیں تو پھر ان کے اقوال کو دلیل بنانے کے کیا سہی؟ اور جدلی طریق استدلال کے اس لئے خلاف ہے کہ عمارے لئے حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام جن کی طرف منسوب روایات کو اہل تشیع پیش کرتے ہیں وہ اپنی تمام تر عظمت کے باوجود عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ علم و حکمت میں برابر نہیں علی الخصوص جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول خدا ﷺ کی طرف سے حج کی حرمت نقل فرمادے ہیں اور صحابہ کرام کی اکثریت عقیدہ تھی کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس حکم میں ان کے ساتھ جھڑکتی ہیں۔ جن کے عبداللہ بن عباس سے علم میں نہ لندھونے کا شیوہ برادری کو بھی اعتراف ہے تو پھر اہل سنت والجماعت کے خلاف ان کے ذاتی خیال اور استیلا کو پیش کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ فرماں رسول ﷺ بہر حال مقدم ہے اور اس میں کسی بھی مسلمان کا اختلاف بھی نہیں۔

پھر لطف یہ ہے کہ صحابہ کرام حضرت و فطر اور اس کو جاننا تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اس صورت میں جب لڑکی بچھری اور پیش ہو جیسے بھوکے شخص کے لئے مرد اور خنزیر کھانے کی اور اس قول سے بھی اس کا رجوع حصول ہے۔ چار رجوع میں اتفاق تہ کی تعارض اقوال ہی کسی تاہم آخر تک اس نظر پر قائم رہنا چھٹی طور پر تو عدوت نہ ہو لڑکی صورت میں شیوہ برادری کے لئے اس قول کا سہارا نہ دے کہ اس کا سہارا ان سے بھی نہیں تھا جس کا کافی سہارا لینے والی بات ہے۔

## حج کی ممانعت، کتب شیعہ سے

عن المنفل قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام يقول فی المصنعة دعواھا  
لما یتحیی احدکم ان یری فی موضع تغزوة فی حمل فلک علی صالحی

اخواتہ و اصحابہ

مفضل سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حد کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ اسے چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم میں سے ایک شخص عورت کی شرم گاہ کو دیکھے اور پھر اس کا اپنے نیک بھائیوں اور ساتھیوں کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کے ساتھ متعد کی ترغیب دے۔ (استبصار ج ۳ ص ۷۹، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

۲۔ ﴿عن حفص بن البحرى عن ابى عبد الله عليه السلام فى الرجل يتزوج البكر متعة قال يكره للعب على اهلها﴾

حفص بن بحری سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس شخص کے متعلق مروی ہے جو کہ باکرہ عورت کے ساتھ متعد کرتا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ناپسندیدہ، کیونکہ یہ اس کے اعزہ و اقارب کیلئے عار اور عیب ہے۔

(استبصار ج ۳ ص ۷۹۔ تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

۳۔ ﴿عن ابى الحسن عن على عن بعض اصحابنا يرفعه الى عبد الله عليه السلام قال لا تمتع بالمومنة﴾

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مومنہ کے ساتھ متعد نہ کرو۔ کیونکہ متعد کی وجہ سے تم اس کو ذلیل و خوار اور بے عزت و بے آبرو کرو گے۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۲، استبصار ج ۳ ص ۷۷)

۴۔ ﴿عن زيد بن علي عن آباءه عليه السلام عن علي عليه السلام قال حرم رسول الله ﷺ لحوم الحمر الاهلية و فکاح المتعة﴾

(استبصار ج ۳ ص ۷۷، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

حضرت زید بن زین العابدین نے اپنے آباء کے واسطے سے حضرت امیر المومنین



حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے پالتو گدھوں اور نکاح متعہ کو حرام قرار دیا۔

ف: ان روایات سے رسول اکرم ﷺ اور ائمہ کرام کی زبانی متعہ کی حرمت و کراہت اور اس کا مہمنات اور ان کے اہل و اقارب کے لئے جو جب ننگ و عار اور باعث ذلت و خواری ہونا ثابت ہو گیا اور یہ امر روز روشن کی طرح عیاں کہ تذلیل مومن و مومنہ حرام اور سخت مکروہ و ناپسندیدہ امر ہے لہذا متعہ بھی حرام اور ناپسندیدہ فعل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مضمون کی روایت کتب اہل سنت میں موجود ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی متعہ کا بعینہ زنا ہونا منقول ہے۔ لہذا شیعہ اور سنی کتب کی یہ روایات متعہ کی حرمت و ناپسندیدگی پر متفق ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

الزمو السواد الاعظم فان يدالله على الجماعة و اياكم و الفرقة فان الشاذ من الناس للشيطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب (نسخ البلاغ مصری ج ۱ ص ۲۹۸)

سواد اعظم اور جماعت عظمیٰ کے ساتھ وابستہ رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دست شفقت و عنایت جماعت پر ہے۔ اور افتراق و شذوذ سے دور رہو کیونکہ جماعت سے الگ ہونے والا انسان شیطان کا لقمہ ہے جس طرح ریوڑ سے الگ ہونے والی بھیڑ بھیڑیوں کا لقمہ بن جاتی ہے اور امر واقعہ بھی یہی ہے اور شیعہ کو اس کا اعتراف بھی ہے کہ سواد اعظم اہل سنت و الجماعت ہی ہیں اور یہ سواد اعظم رہے ہیں چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری کہتا ہے۔

فقیر گفت اہل سنت ہمیشہ سواد اعظم بودہ اند (مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۵۷۲) اور

دوسرے مقام پر کہا:

حضرت امیرورایام خلافت خوددیکہ اکثر مردم حسن سیرت ابوبکر و عمر را معتقد اند و ایشان را برحق مے دانند قدرت برآں نداشت کہ کارے کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشان داشته باشد  
(مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۵۴)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے ایام خلافت میں یہ مشاہدہ کیا کہ اکثر لوگ اور جمہور اہل اسلام ابوبکر و عمر کے حسن سیرت کے معتقد و معترف ہیں۔ اور ان کو برحق خلیفہ سمجھتے ہیں تو آپ میں اس امر کی قدرت اور سکت نہ رہی کہ ایسا کام کریں جو ان کی خلافت کے ناحق اور فاسد ہونے پر دلالت کرے اور ایسے ہی مضامین، شافی و تلخیص شافی اور تزییہ الانبیاء میں موجود ہیں۔ لہذا یہ حقیقت دو پہر کے آفتاب کی طرح بے غبار ہو گئی کہ آپ نے اہل السنہ سے ہی وابستہ رہنے کو لازم فرمایا اور ان سے علیحدگی کو شیطان کا لقمہ بننے سے تعبیر کیا اور اہل السنہ کا مذہب، حرمت متعہ ہے۔ اور یہ احادیث و روایات جو شیعی مستند کتب حدیث میں منقول ہیں اور ائمہ کرام کی منشاء و مرضی کے مطابق اور اس کا خلاف سراسر ضلالت و گمراہی ہے۔

﴿کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

## شیعی تاویلات اور ان کی لغویت

شیعی محدثین نے ان روایات کی عجیب و غریب اور بے سرو پا تو جیہات و تاویلات کی ہیں۔ عقل و خرد کا منہ چڑایا ہے اور متعہ کی اباحت ثابت کرنے کے شوق میں ائمہ کرام کی عزت و آبرو اور استقلال و استقامت کو پامال کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا علی الخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عظیم افتراء اور بہتان طرازی سے کام لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان و افتراء

چونکہ روایت جس میں حضرت زید، حضرت زین العابدین، حضرت امام حسین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سند سے نبی اکرم ﷺ کا پالتو گدھوں اور نکاح متعہ کو حرام ٹھہرایا مروی و منقول ہے۔ اس کے متعلق شیعہ کے شیخ الطائف ابو جعفر طوسی نے کہا:

﴿فالوجه في هذا الخبر ان نحملها على التقية لانها موافقة لمنهبا العامة﴾

اس روایت کی توجیہ یہ ہے کہ ہم اس کو تقیہ پر محمول کریں کیونکہ یہ جمہور اہل اسلام یعنی اہل السنّت کے موافق ہے۔

(استبصار جلد ثالث ص ۷۷، و کذافی تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۱)

﴿سبحانک هذا بہتان عظیم...﴾ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد امجاد نے سینوں کے ڈر سے یا ان کی دلجوئی کے لئے حرام کہہ دیا اور رسول معظم ﷺ پر افتراء اور بہتان سے کام لیا۔ اس سے بڑا ظلم اور تجاوز ان مقدس ہستیوں پر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ان کو سینوں کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ان کی ہمدردیاں اور اعانت و تائید حاصل کرنے کے لئے خدا و مصطفیٰ پر افتراء پردازی اور بیان بازی کا مرتکب اور اسلام کا حلیہ مسخ کرنے والا تسلیم کر لیا جائے۔ حالانکہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار اپنے خطابات میں ڈر اور خوف اور مدہمت فی الدین کے اتہامات کی نفی فرماتے رہے ہیں اور کیوں نہ ہو شیر خدا اور اسد اللہ الغالب ہو اور برحق نائب رسول ہوں اور دین کے معاملہ میں کسی ضعف و ناتوانی اور مدہمت وغیرہ کا مظاہرہ کریں یہ کیونکر ممکن ہے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں ان کا عمل بھی اس تو ہم کو بیخ و بن سے اکھیڑنے والا ہے۔

سر داد نہ داد دست در۔ دست یزید      حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

کیا عام اہل اسلام کی عزت و ناموس کا تحفظ اسلام نہیں ہے

تیسری روایت کے متعلق ابو جعفر طوسی نے ایک توجیہ و تاویل یہ ذکر ہے کہ متعہ اس عورت کے ساتھ ممنوع ہے جو شریف خاندان کی ہو کیونکہ اس کے ساتھ متعہ کرنے سے اس کے اہل اقارب کو عار لاحق ہوگی اور خود اسے ذلت و حقارت سے دوچار ہونا پڑے گا اگرچہ فی نفسہ عقد متعہ ممنوع اور حرام نہیں ہے۔

لا یمتثل ان یکون المراد به اذا كانت المرءة من اهل بیت الشرف  
فانه لا ینبغی التمتع بها لما یلحق اهلها فی ذلک من العار ویصیبها ہی من الذل  
وان لم یکن محظورا (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳، استبصار ج ۳ ص ۷۷)

حالانکہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطلق مومنہ کا ذکر کیا ہے اس میں کسی خاندان کی تخصیص نہیں فرمائی اور نصوص کتاب و سنت کو اپنے ظاہر پر رکھنا ضروری ہوتا ہے اور عام ہوں تو ان کا عموم پر رکھنا لازم ہوتا ہے لہذا یہ تاویل بالکل بے محل اور بے جواز ہے نیز مشتق پر حکم ہو تو مبداء اشتقاق علت حکم ہوتا ہے۔ لہذا یہاں پر مومنہ کا ایمان اس ممنوعیت اور حرمت کی علت ہے نہ کہ خاندانی برتری۔ علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ عوام اہل اسلام کی عزت و ناموس کا تحفظ اسلام میں نہیں ہے کیا اسلام ان کی عزت و حرمت کو پامال کرنے کی اجازت دیتا ہے پھر اگر متعہ کرنے والا بھی شریف خاندان کا فرد ہو تو کیا اس کو بھی متعہ کرنے سے عار لاحق ہوگی یا نہیں؟ لامحالہ پھر شرفاء کے لئے مطلقاً اس کو بوجہ عار ہونے کے ممنوع اور حرام تسلیم کرنا پڑے گا۔

علیٰ ہذا القیاس اگر متعہ کرنے والے مرد اور عورت کا تعلق شریف خاندان سے ہو تو نکاح دوام ان کے لئے عار نہیں مگر متعہ عار اور عیب بن گیا اور موجب ذلت و حقارت تو مہر نیمروز

کی طرح واضح ہو گیا کہ متعہ شیعہ کے نزدیک نکاح کی مانند نہیں ہے۔ اور یہ فعل کینے اور رذیل لوگوں سے سرزد ہو تو ہوشرفاء کے لئے باعث تنگ و شرم ہے اور شرافت کے خلاف مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عداوت اور دشمنی ان کے لئے اس اعتراف سے مانع ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿جَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ﴾

اور یہ حقیقت بھی کسی سے مخفی نہیں کہ اسلام میں عزت و کرامت کا دار و مدار نسب پر نہیں تقویٰ پر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ تو ثابت ہو گیا کہ یہ فعل کسی متقی اور دیندار کے لئے روا نہیں ہے بلکہ اوباش اور رذیل لوگوں کا کام ہی ہو سکتا ہے الغرض شیخ الطائفہ کی یہ توجیہ بھی متعہ کو شرفاء اور دیندار لوگوں کے لئے جائز نہ بنا سکی تو اس کے ذریعے حسنی حسینی اور مرتضوی و مصطفوی درجات تک رسائی کا کیا امکان ہو سکتا ہے۔

ابو جعفر نے یہی توجیہ اس روایت کی یہ بیان کی ہے:

﴿هذا حديث مقطوع الاسناد شاذة يحتمل ان يكون المراد به اذا كانت المرأة من اهل بيت الشرف﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳)

یہ حدیث شاذہ ہے اس کی اسناد منقطع ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ حکم اس مومنہ کے متعلق ہو جو شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہو اس کے ساتھ متعہ جائز نہیں ہے کیونکہ بوجہ متعہ اس کے اہل خاندان کو عار لاحق ہوتی ہے اور اس کو بھی ذلت و رسوائی لاحق ہوگی اور یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہوگا بغیر اس کے کہ ممنوع ہو۔

اقول: پہلا اعتراض ساقط الاعتبار ہے کیونکہ متعدد روایات متصل الاسناد اسی مضمون پر مشتمل امام ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیعہ صاحبان کی صحاح میں منقول ہیں منجملہ ان کے حفص بن سحری کی روایت ہے کہ امام صاحب سے باکرہ کے ساتھ عقد متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو

آپ نے فرمایا۔ ﴿يَكْرَهُ لِلْعَيْبِ عَلَيَّ أَهْلَهَا...﴾ مکر وہ ہے کیونکہ اس سے اس کے اہل خانہ کو عار و عیب لاحق ہوتا ہے۔ (تہذیب ج ۷ ص ۲۵۵، استبصار ج ۳ ص ۷۹)

اور اسی طرح ابو سعید قماط کی روایت کہ میں نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

عرض کیا:

﴿جارية بكر بين ابويها تدعوني الى نفسها سرا من ابويها افا فعل

ذلك؟ قال نعم واتق موضع الفرج قال قلت فان رضيت بذلك قال وان

رضيت بذلك فانه عار على الابكار﴾ (تہذیب ج ۷ ص ۲۵۴)

والدین کے ہاں موجود کنواری لڑکی مجھے خفیہ طور پر اپنی طرف بلائی ہے اپنے والدین

سے چوری چھپے تو کیا میں اس کی دعوت قبول کر لوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور اس کے فرج والی جگہ

سے بچنا یعنی جماع نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا تو اگر وہ راضی ہو جائے پھر بھی؟ فرمایا اگر چہ راضی

ہو جائے کیونکہ ان کے ساتھ مباشرت (بطور متعہ) ان کے لیے عار اور عیب ہے۔

ان دونوں متصل روایات سے باکرہ کے ساتھ بطور مباشرت متعہ کا اس کے لئے

موجب تنگ و عار ہونا ثابت ہو گیا۔ اور اس خاندان کے لئے بھی لہذا اس کو شاذ اور مقطوع

الاسناد کہہ کر گلو خلاصی کرانی ممکن نہیں جب کہ خود ابو جعفر طوسی صاحب نے مکر وہ ہونے والے قول

کی تائید میں حفص بن البختری والی روایت ﴿يَكْرَهُ لِلْعَيْبِ عَلَيَّ أَهْلَهَا﴾ کو پیش کیا

ہے۔ تو اگر یہ روایت بھی شاذ اور با قابل اعتبار ہے تو اس سے استشہاد کا کیا معنی؟ جب ثابت

ہو گیا کہ متعہ موجب ذلت تو ﴿لا تمتع بالمومنة﴾ والی نہیں اور ممنوعیت بھی ثابت ہو گئی اور

تذلیل مومن حرام۔ لہذا اس کا موجب بھی حرام ہو گا اور تہذیب الاحکام والی روایت ﴿واتق

موضع الفرج﴾ سے جماع سے اجتناب کا لزوم ثابت ہو گیا کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ نہی حرمت

پر دلالت کرتی ہے اور امر و جوب پر۔ نیز کراہت تحریمی بھی ہوتی ہے اور تنزیہی بھی اور جب ایک

امر حلت و حرمت کے درمیان دائر ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے لہذا اس کو مکروہ تحریمی قرار دینا ہی لازم ٹھہرانہ کہ مکروہ تنزیہی تو ان قواعد اور اصول کی رو سے شیعوہ صاحبان کے لئے حرمت تسلیم نہ کرنے کی صورت میں کراہت تحریمی تسلیم کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ جبکہ مکروہ تحریمی بھی حرام کے حکم میں ہوتا ہے فرق صرف انکار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ حرام کا منکر کافر ہو جائے گا اور مکروہ تحریمی کو حلال ماننے والا کافر نہیں کہلائے گا مگر عمل کی صورت میں قاسق و قاجر دونوں ہوں گے۔

### ثواب متعہ والی روایات کا بطلان

ف: ان گزارشات کو ملاحظہ کر لینے کے بعد متعہ کے ثواب اور درجات پر مشتمل روایات کا بطلان واضح ہو گیا کیونکہ حرام یا مکروہ تحریمی پر اصرار گناہ میں مستغرق ہونے کا موجب ہے اور فسق و فجور کی پستیوں میں اور اتھاہ گہرائیوں میں گرنے کا نہ کہ مدارج اور مراتب عالیہ پر فائز ہونے کا۔ فتامل جدا۔

### ممنوعیت متعہ میں وارد پہلی روایت اور علامہ ڈھکو کی غلط بیانی

پہلی روایت جو کہ منقولہ نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کی ہے۔ یعنی متعہ کو چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم سے کوئی شخص ایک عورت کی شرمگاہ کی جگہ دیکھے پھر اسے اپنے بھائیوں اور احباب کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کے ساتھ متعہ کی ترغیب دے علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا:

اصل بات یوں ہے (جو اصل کتاب میں موجود ہے) کہ کچھ حضرات موسم حج میں مکہ جا کر متعہ شروع کر دیتے تھے ایسے ہی ایک شخص کو امام نے سرزنش کی کہ ایسے موقع محل پر متعہ کرتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع محل پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بدتمہارے دوسرے

نیک بھائیوں پر بھی پڑے یعنی لوگ یہ کہیں کہ یہ لوگ یہاں حج کرنے نہیں آتے بلکہ متعہ کرنے آتے ہیں۔  
(تجلیات صداقت ص ۳۰۳، ۳۰۴)

ہو والجواب بتوفیق الوہاب ﴿ عربی عبارت قارئین کرام بار بار ملاحظہ فرمائیں اور اس میں کہیں حج کا اور مکہ مکرمہ کا تذکرہ دیکھیں تو ہمیں مطلع فرمادیں۔ اور اگر کہیں کوئی ایسا لفظ نہ آئے اور یقیناً نظر نہیں آئے گا اور نہ آسکتا ہے۔ تو پھر آیت معلومہ بے شک نہ پڑھیں مگر اس چوری اور سینہ زوری سے نفرت کا اظہار ضرور کریں اور اس امر کا یقین کر لیں کہ شیعہ برادری کے پاس اس روایت کا کوئی جواب نہیں ورنہ اس قدر صریح جھوٹ بولنے پر مجبور نہ ہوتے۔ مزید تحقیق کیلئے درج ذیل امور پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں۔

۱۔ اس باب کا عنوان ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلبینی نے یوں قائم کیا ہے: ﴿باب انه يجب ان يكف عنها من كان مستغنيا عنها﴾ جو شخص متعہ سے مستغنی ہو اس پر متعہ سے اجتناب اور دور رہنا واجب ہے کیا اس میں مکہ مکرمہ اور حج کے موقع کی پھر لگ سکتی ہے؟  
۲۔ اس باب میں کل چار روایات ہیں پہلی میں علی بن یقطین نے امام ابوالحسن موسیٰ کاظم سے متعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔

دوسری روایت میں فتح بن یزید نے امام ابوالحسن سے متعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

﴿ہی حلال مباح مطلقاً لمن لم یغنه الله بالتزویج....﴾ یعنی یہ حلال ہے اور مباح مطلق ہے اس شخص کے لئے جسے اللہ تعالیٰ نے نکاح دائمی کے ذریعے سے مستغنی نہیں کیا اور اگر مستغنی ہو تو صرف دوران سفر مباح ہے جبکہ بیوی سے غائب ہو۔

تیسری روایت محمد بن حسن بن شمعون سے ہے کہ حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض موالیٰ



کی طرف یہ فرمان تحریر کیا ﴿لَا تَحْلُوا عَلَى الْمَتْعَةِ﴾ کہ متعہ پر بہت اصرار نہ کرو بلکہ صرف سنت قائم کرنے پر اکتفا کرو اور مفصل روایت بعد میں ذکر کی جائے گی۔

چوتھی روایت مفصل والی ہے کہ انہوں نے متعہ چھوڑنے کا حکم دیا اور سرزنش فرمائی پورے باب اور اس کی تمام روایات میں جس چیز کا نام و نشان تک نہ ہو اس کے متعلق یہ دعویٰ کہ اصل بات یوں ہے نہ وہ جو اصل کتاب میں ہے کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ اور بے سرو پا تاویل ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہے۔

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت

خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

۳۔ علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں وہ لوگ ایسا فعل کرتے تھے یا اس سے آگے پیچھے، حالت احرام میں ہو متعہ ہو یا نکاح دائم میں جماع ہو دو مفسد حج ہوئے پھر متعہ کی کیا تخصیص؟ اور اس سے آگے پیچھے جس طرح زوجہ سے مباشرت جائز، شیعہ شریعت میں متعہ بھی جائز بلکہ متعہ زیادہ کار ثواب اور موجب ترقی درجات پھر اس سے منع کرنے کا کیا مطلب؟

۴۔ ڈھکوصاحب فرماتے ہیں کہ شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بد تمہارے دوسرے نیک بھائیوں پر بھی پڑے۔ ڈھکوصاحب اول تو جب متعہ شروع ہوتا ہے تو فرشتے پہرہ پر ہوتے ہیں تو اس وقت کسی سنی غریب کی نظریں کب پڑنے دیتے ہیں جس طرح ثواب متعہ کی روایات میں عرض کر چکے ہیں۔

دوم:- متعہ علانیہ ممنوع نہیں زوجہ کے ساتھ علانیہ ہم بستری منع ہے تو پھر بھی وجہ تفریق و تخصیص متعہ کی موجود نہیں اس صورت میں تو صرف اتنا فرمانا چاہیے تھا۔ بیٹا! بس ذرا پردہ سے اور مخصوص مقامات پر داعش دے لیا کرو سر عام نہیں۔

**سوم:** متعہ کوئی کرے اور اس کا اثر دوسرے بھائیوں پر پڑے آخر اس کا کون عقل مند تصور کر سکتا ہے جن کو حالت متعہ پر دیکھا گیا انہیں کے متعلق کہا جائے گا نہ کہ دوسروں کے متعلق۔ پھر اس میں اثر بد والی کون سی بات ہے بلکہ ایک عظیم المرتبت رکن اسلام کی ایسے عظیم اجتماع میں رسم نقاب کشائی ادا ہو رہی ہے تاکہ پورے عالم اسلام میں جلد از جلد پھیل سکے اور ہر کوئی یقین کرے کہ ایسی مقدس جگہ یہ طریقہ جاری ہے تو اسے حرام کون کہہ سکتا ہے؟

**چہارم:** ڈھکو صاحب اپنے دھرم سے کہیں جس میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس دور میں اس فعل کے جواز کا زبانی علانیہ فتویٰ بھی دیا جاسکتا ہے؟ جب نہیں اور بالکل نہیں تو موسم حج میں کرنا اور پھر بھائیوں پر اثر بد مرتب ہونا چہ معنی دارو؟ بلکہ انہوں نے اپنی طرف نسبت کے ڈر سے ایسے دلدادگان متعہ پر مدینہ میں ہوتے ہوئے متعہ حرام ٹھہرا دیا کہ اگر تم پکڑے گئے تو لوگ کہیں گے کہ یہ اصحاب جعفر ہیں اور اس طرح تمہارا فعل میری مخبری کا موجب بنے گا کہ وہ ایسے فتوے دیتے ہیں۔

**پنجم:** جن کے ساتھ شیعہ صاحبان متعہ کرتے تھے وہ مکہ میں رہتی تھیں یا اپنے ساتھ لے جاتے تھے پہلی صورت تو ناممکن کیونکہ اہل مکہ اس نظریہ کے خلاف تھے اور پتہ چلنے پر ان کو سنگین سزا دیتے نہ صرف یہ طعنہ کہ یہ متعہ کرنے آتے ہیں اور بس۔ اور دوسری صورت میں کسی کو پتہ ہی کیسے چل سکتا تھا کہ یہ دائمی نکاح والی مومنہ ہے یا وقتی گزر بسر کرنے والی اور سفر کو خوشگوار رکھنے کے لئے تن بخش کرنے والی۔

الغرض یہ توجیہ و تاویل سراسر لغو و باطل نہ کتاب سے اس کا کوئی تعلق اور نہ ہی حقائق و واقعات سے بلکہ محض جواب سے عاجزی کو چھپانے کی ایک ناکام کوشش اور وہ بھی خوف خدا و خوف خلق سے عاری اور بے نیاز ہو کر اور اپنے عوام کا لالہ انعام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر صرف اور صرف عیاری اور مکاری سے کام لینے کی ناپاک جدوجہد تاکہ وہ فرض کر لیں کہ

ہمارے مجتہد العصر نے جواب کا حق ادا کر دیا ہے۔

## امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لا جواب ہونا

شیعہ صاحبان نے ایک طرف تو ائمہ کرام کے حق میں قدم قدم پر تقیہ اور اخفاء حق کا دعویٰ کیا اور دوسری طرف ائمہ کرام کو تقیہ کے پردہ میں چھپے متنازعہ مسائل پر مناظرے کرتے اور پھر لا جواب ہوتے بھی دکھایا گیا ہے چنانچہ شیعہ کے محدث اول علامہ کلینی نے فروع کافی میں نقل کیا ہے کہ:

۵۔ عبد اللہ بن عمر لیشی امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور متعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا ہے اور زبان نبی ﷺ پر بھی اسے حلال ٹھہرایا ہے لہذا یہ قیامت تک کے لئے حلال اور مباح ہے۔ تو عبد اللہ لیشی نے کہ آپ جیسا شخص یہ فتویٰ دے رہا ہے حالانکہ حضرت عمر بن الخطاب نے اسے حرام ٹھہرایا ہے آپ نے کہا اگرچہ عمر بن الخطاب نے حرام ٹھہرایا ہے میں تو اسے حلال سمجھتا ہوں۔

عبد اللہ نے کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ تم ان کے حرام قرار دیے ہوئے فعل کو حلال مت ٹھہراؤ تو امام موصوف نے فرمایا:

﴿فانت علی قول صاحبک وانا علی قول رسول اللہ فہلم الاعنک﴾

فان الاولیٰ مقال رسول اللہ ﷺ وان الباطل مقال صاحبک۔ ﴿﴾

تو تم اپنے صاحب کے قول پر قائم رہو اور میں رسول اللہ ﷺ کے قول پر کار بند ہوں آؤ میں تمہارے ساتھ مباہلہ کرتا ہوں کیونکہ اولیٰ وانب وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور باطل وہ ہے جو تیرے صاحب نے کہا یہ سن کر عبد اللہ لیشی نے کہا:

﴿ایسرک ان نساءک وبناتک وایخوانک وبنات عمک یفعلن﴾

فَاعْرَضَ عَنْهُ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ ذَكَرَ نِسَاءً وَبَنَاتٍ عَمَّهُ ﴿

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۰، تہذیب الاحکام لابی جعفر طوسی ج ۷ ص ۱۵۰)

کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تمہاری عورتیں، بچیاں، بہنیں اور بھتیجیاں یہ فعل کریں۔ تو امام ابو جعفر محمد باقر نے عبد اللہ شعی سے منہ پھیر لیا جبکہ اس نے آپ کی عورتوں اور بھتیجیوں کا ذکر کیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔

## دریافت طلب امر

اگر واقعی متعہ کرنے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور ایک مرتبہ متعہ کرنے سے امام حسین کا مرتبہ، دو مرتبہ متعہ کرنے سے امام حسن کا مرتبہ، تین مرتبہ متعہ کرنے سے حضرت امیر المؤمنین علی کا مرتبہ، اور چار مرتبہ کرنے سے امام ارسل سید الانبیاء علیہ وعلیہم السلام کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ نیز جس نے متعہ نہیں کیا ہوگا روز قیامت اس کے ناک اور کان کٹے ہوں گے وغیرہ وغیرہ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرفاء کہ بہنوں، بیٹیوں وغیرہ کو ان درجات کی ضرورت نہیں ہے۔ اور کیا وہ متعہ سے نفرت و کراہت کا اظہار کرنے پر ان وعیدات اور تکذبات اور لعنت ملامت کا نشانہ نہیں بنیں کی جو متعہ سے نفرت کرنے والوں کے متعلق وارد ہیں لہذا بالکل روشن اور آشکار ہو گیا کہ امام موصوف نے علی تقدیر صحیحہ الروایت خاموشی اختیار کی اور صرف اور صرف اس لئے اس سوال کا جواب ان کے پاس نہیں تھا کیونکہ جو چیز اپنے لئے پسند نہ ہو از روئے شرع شریف دوسرے کے لئے بھی اسے پسند نہ کرنا چاہیے۔ آنچہ برائے خود مکی پسندی برائے دیگران پسند۔ فاعبروا یا اولی الابصار۔

## علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب

شیخی محدث احمر علامہ ڈھکو صاحب نے اس روایت کے جواب میں بہت بچاؤ تاب

کھائے مگر بات جتنی نظر نہ آئی۔ ڈھکو صاحب لکھتے ہیں جب اس (عبداللہ) نے اپنی خارجیت کا اظہار کرتے ہوئے امام علیہ السلام کی بنات اخوات کا ذکر کیا تو امام نے بموجب ارشاد ربانی ﴿اعرض عن الجاهلین﴾ یعنی جاہلوں سے روگردانی کرو، اس سے روگردانی کر لی (۲) ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ خفگی کا مقام تھا۔ کسی کام کا جائز ہونا اور بات ہے اور اس کا کرنا اور نہ۔ اگر مثال درکار ہے۔ کہ مرد کیلئے باعث ثواب اور عورت کے لئے باعث شرم، تو مثال پیش خدمت ہے۔ کتب اہل سنت سے ثابت ہے کہ ختنہ لڑکے اور لڑکی کیلئے یکساں سنت ہے مگر عوام تو کجا خواص بلکہ خود علماء اہل السنۃ لڑکی کے نام سے گھبراتے ہیں اور لڑکیاں شرم اور عار محسوس کرتی ہیں۔ (تجلیات ص ۳۰۳)

**اقول:** یہ سارا کلام شاعری اور لفاظی ہیرا پھیری اور چکر بازی تو کہا سکتا ہے مگر اس کو جواب کسی طرح بھی نہیں کہا جاسکتا تا بہ جواب صواب چہ رسد؟

۱۔ عبداللہ لیشی کے اس جواب کو اے امام ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تمہاری بنات و اخوات اور چچا زاد متحہ کریں خارجیت کا اظہار اور جہالت قرار دے کر جواب جاہلاں باشند خاموشی پر اکتفا کیا گیا۔ مگر عبداللہ لیشی کا مقصد تو صرف اور صرف ایک تھا۔

آنچہ برائے خودی پسندی برائے دیگران پسند

اگر متحہ کرنا موجب عار نہیں تو اس پر برہمی کیوں؟ اور موجب عار ہے تو دوسروں کے لئے اس پر اصرار کیوں؟ بلکہ نہ کرنے کی صورت میں وعیدات اور انذار کیوں؟ اور کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے حسنین کریمین، علی مرتضیٰ اور سید الانبیاء کے ساتھ درجات میں اشتراک اور مساوات کا اعلان اظہار کیوں؟

ب۔ عبداللہ لیشی نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ اپنی بنات و اخوات کو متحہ کا حکم دیں اور نہ روپے کمانے

کی بات کی تھی لہذا ڈھکو صاحب کا اس ضمن میں نکاح حق مہر اور طلاق کے جواز کے فتویٰ اور سائل کے اس رد عمل کا ذکر کیا کہ پھر تم اپنی بیٹیوں کو کہو کہ اس طرح روپے کمائیں تو کیا مولوی صاحب کو خفگی نہیں آئے گی؟ بالکل بے رابطہ، بے جوڑ اور بے موقع وکل تمثیل ہے کیونکہ اس کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ جو چیز اپنے لئے پسند نہیں فرماتے وہ دوسروں کے لئے پسند نہیں کرنی چاہیے۔

ج۔ ڈھکو صاحب فرماتے ہیں ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ خفگی کا مقام تھا کسی کام کا جائز ہونا اور بات ہے کرنا اور۔ مگر آپ نے تو ائمہ کرام کی زبانی یہ حکم نقل کر رکھا ہے کہ ہاشمیات کے ساتھ متہ کرو۔ پھر عبد اللہ لیشی کے جواب میں ازراہ غیرت خفگی کا اظہار کیا معنی؟ اگر ہاشمیات کے ساتھ متہ کو آپ نے جائز کر دیا تھا تو اسے بھی فرمادیتے میرا فتویٰ جواز کا ہے اور اگر یہ فتویٰ غیرت اور عزت نفس کے خلاف ہے تو پھر شیعہ نے یہ فتویٰ نقل کر کے امام محمد باقر کی غیرت اور عزت پر حملہ کیا ہے اور بدترین گستاخی کا مظاہرہ کیا ہے۔

﴿عن منصور الصقل عن ابی عبداللہ علیہ السلام فمتع

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۷۱)

بالہاشمیة﴾

منصور صقل نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہاشمیہ کے ساتھ متہ کرو۔ کیا ہاشمیہ عورت رشتے میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی؟ اور اشراف کے ساتھ متہ کے مکروہ اور ناجائز ہونے کی صورت میں ہاشمیہ کو یہ حکم شامل نہیں تھا؟ یا اپنی بے غیرتی یا خارجیت کا اقرار کرو اور یا پھر عبد اللہ لیشی کے سوال کا صحیح جواب دو۔ یا مان لو کہ ولد اوگان متہ نے ائمہ پر افتراء اور بہتان سے کام لیا ہے۔

و۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں اگر مثال درکار ہے کہ مرد کیلئے باعث ثواب اور عورت کے لئے باعث شرم۔ سائخ مگر فسوس تو یہ ہے کہ علامہ صاحب نشہ میں سب کچھ اگلے جا رہے ہیں انہیں

نظیر و مثال کے فرق سے قطع نظر اس جگہ ختنہ کا حوالہ دینے کی کیا گنجائش تھی نہ لڑکے کے ختنہ لڑکی کے ختنہ پر موقوف نہ لڑکی کا ختنہ لڑکے کے ختنہ پر موقوف۔ مگر متعہ مرد کا عورت کے بغیر اور متعہ عورت کا مرد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

کیا علامہ صاحب اور ان کے مردے اور زندہ ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ مرد متعہ کا ثواب کمالے مگر عورت کو استعمال نہ کرے لہذا اگر عورت کے لئے موجب شرم ہے تو لامحالہ مرد کے لئے بھی موجب شرم ہے علاوہ ازیں جو ثواب کی روایات گھڑی ہیں ان میں بھی مرد اور عورت برابر کے حصہ دار ہیں مگر عورتوں کے لئے اسے باعث شرم قرار دینا ان سب روایات کو لغو اور بے ہودہ قرار دینے کے برابر ہے ﴿الیس منکم رجل رشید؟﴾

۰۔ نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح دوام اور متعہ اگر یکساں حلال اور جائز ہیں تو پھر دائمی نکاح بھی مردوں کے لئے کار ثواب اور عورتوں کیلئے باعث شرم اور عار نہیں ہونا چاہیے اور اگر دائمی نکاح میں شرم اور عار نہ عورتوں کیلئے ہونے ان کے اولیاء اور سرپرستوں کے لئے اسی لئے ان سے ہی رشتہ طلب کیا جاتا ہو اور وہ شرم و حیا کے تقاضوں کے عین مطابق ہو تو آخر متعہ میں عورتوں کے لئے شرم اور عار کا موجب کون سا ہے؟ اگر کسی کو کہا جائے خواہ کتنا بڑا پاک باز کیوں نہ ہو اور اعلیٰ خاندان کا فرد کہ تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری بیات و اخوات شادی کر لیں اور نکاح دوام تو کیا وہ اس پر ناراض ہو جائے گا؟

معلوم ہوتا ہے کہ دل گواہی دیتا ہے کہ متعہ رذیل فعل ہے اور روح اسلام کے خلاف اور مقاصد نکاح کے برعکس اور ممانی۔ مگر صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض و عناد، شیعہ کو اس کی حرمت کے اقرار سے نالغ ہے۔

۰۔ یہ بات بھی سراسر غلط ہے اور واقعات و حقائق کے بالکل خلاف کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے طور پر حد کو حرام ٹھہرایا بلکہ ہم خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عندہ اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعدد صحیح روایات سے ثابت کر چکے ہیں کہ خود سرور عالم ﷺ نے متعہ کو حرام فرمایا۔ لہذا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کا دعویٰ کیونکر کر سکتے تھے اور خود شیعہ کتب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو حرام ٹھہرایا تھا اگرچہ اس کو تقیہ پر محمول کیا گیا لیکن یہ تو ثابت ہو گیا کہ بر ملا حکم تو حرمت کا ہی دیتے رہے اور وہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ سرچشمہ ہدایت کی طرف ہے۔

اگر محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر جرات سے کام لے سکتے تھے اور مباہلہ کے لئے آمادہ تیار تھے تو ابوالائمہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اپنے دور خلافت میں کیوں جائز قرار نہ دے سکے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مباہلہ کا حوصلہ انہیں کیوں نہ ہوا؟ اگر یہ روایت درست ہے تو تقیہ کے دعاوی غلط ہیں اور وہ صحیح ہیں تو یہ روایات غلط ہیں اور محض افتراء۔

الغرض علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب اور بے چینی اس امر کی غماز ہی نہیں بلکہ بین دلیل ہے کہ شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اور شیعہ کو امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عبد اللہ لیشی کے سامنے لا جواب ہونا تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں یا حکایت کو بے ہودہ تسلیم کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خود سرور عالم ﷺ کا فرمان ہے ﴿تَحِبُّ لَأَخِيكَ مَا تَحِبُّ لِنَفْسِكَ﴾ تقاضا ایمان یہ ہے کہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے یا بالفاظ دیگر

آنچه برائے خود نمی پسندی برائے دیگران پسند

## کثرت متعہ کی ممانعت

ایک طرف شیعہ صاحبان نے ہزار ہزار عورت کے ساتھ متعہ کو جائز قرار دیا ہے اور اسے بھی کرام کی طرف منسوب کر دیا ہے اور دوسری طرف کثرت متعہ سے منع بھی انہیں ائمہ



سے نقل کر دیا ہے روایت ملاحظہ فرمائیں:-

۴۔ عن محمد بن الحسن بن شمعون قال كتب ابو الحسن عليه السلام الى

بعض موالیه: لا تلحوا علی المتعہ انما علیکم اقامۃ السنۃ.

محمد بن حسن بن شمعون کہتا ہے کہ امام ابو الحسن علیہ السلام نے اپنے بعض موالی کی طرف

لکھا کہ متعہ پر اصرار نہ کرو اور اس میں زیادہ اشتغال و انہماک سے کام نہ لو بلکہ تم پر صرف سنت قائم

کرنا لازم ہے۔ لہذا اس میں دلچسپی اور انہماک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی حرارت اور بیویوں سے

منہ ہی نہ موڑ لینا ورنہ وہ کفر کی اور دین سے بیزاری و برات کی مرتکب ہو جائیں گی اور متعہ کا حکم

دینے والے کے خلاف فریادی بن جائیں گی اور (یہ معلوم کر کے کہ متعہ کو حلال ٹھہرا کر ان کے

ساتھ ہونے والی اس زیادتی اور بے داد کا دروازہ ہم نے کھولا ہے تو) وہ ہم پر لعنت بھیجنے لگیں گی۔

لیکن باز آئے کون؟ مگر سوال یہ ہے کہ جب ہر دن نئی نوٹی دہن ملے اور صرف ایک

مٹھی گندہ بنا۔ مسواک پیش کر دینے پر بھی یہ شادی انجام پذیر ہو سکے اور اس کے بعد نان و نفقہ اور

رہائش، بستہ اور لباس وغیرہ کی مکمل چھٹی ہو تو پھر ساری زندگی ایک عورت کے ساتھ مقید اور پابند

رہنا اور اس کے بھاری بھر کم اخراجات برداشت کرنا کون گوارا کوسکتا ہے؟

زنے نو کن اے خواجہ ہر نو بہار

کہ تقویم پارینہ ناپید بکار

اگر منع ہی کرنا تھا تو پھر یہ چسکا کیوں ڈالنا تھا اور یہ دروازہ کھولنا ہی کیوں تھا؟ علی تقدیر

صحتہ الروایۃ بھی امام کا یہ فرمان سن کر متعہ کا ہر شیدائی اور دلدادہ یہی کہتا ہوگا۔

اب تو نہ روک اے غنی عادت سگ بگڑ گئی

میرے کریم پہلے ہی لقمہ تر کھلائے کیوں

علاوہ ازیں اگر سنت قائم کرنے تک اس کا جواز محدود تھا تو ہزار ہزار عورت سے متعہ کو

جائز کیوں رکھا؟ شاید شیعہ شریعت میں الحاح و اصرار اور اشتغال و انتہاک ہزار سے اوپر شروع ہوتا ہوگا اور صرف اس صورت میں ہی زوجات کو فریاد کی ضرورت پیش آتی ہوگی لیکن اس کے برعکس علیم و حکیم خدا نے تو صرف پارتک کی اجازت دیتے وقت ساتھ ہی فرمادیا کہ اگر عدل و انصاف نہ کر سکو تو پھر صرف ایب پراکتفا کرو۔ ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةٌ﴾ بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ تم عدل و مساوات کی کوشش کرو تو جس کماحقہ عدل و انصاف نہ کر سکوئے۔ ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾

لہذا اس روایت نے ان تمام روایات کا صفایا کر دیا جن میں متعہ والی عورتوں میں حدود و قیود ختم کر دی گئی تھیں اور ستر ستر بلکہ ہزار ہزار سے متعہ کو رو رکھا گیا تھا۔

## امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متعہ کو حرام قرار دینا

۷۔ عن عمار قال ابو عبد الله عليه السلام لي ولسليمان بن خالد قد حرمت عليكما المتعة من قبلي مادمتما بالمدينة لانكما تكثران الدخول علي و اخاف ان توخذافيقال هولاء اصحاب جعفر (فروغ کافی جلد ثانی ص ۱۹۸)

عمار سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے اور سلیمان بن خالد کو فرمایا کہ میں اپنی طرف سے تم پر متعہ حرام قرار دیتا ہوں جب تک تم مدینہ منورہ میں ہو کیونکہ تم بہت زیادہ میرے پاس آمد و رفت رکھتے ہو اور مجھے خطرہ ہے کہ تم متعہ کرتے ہوئے پکڑے جاؤ گے۔ پس کہا جائے گا یہ امام جعفر صادق کے ساتھی اور ان کے متعلقین و معتقدین ہیں (جو اس فعل شنیع اور امر بیع کا ارتکاب کرتے ہیں اور انہیں شرم اور عار محسوس نہیں ہوتی)۔

اس روایت میں کئی امور غور طلب ہیں۔

۱۔ امام جعفر صادق نے حلال کو حرام کیوں ٹھہرایا کیا متعہ کی حرمت کسی وقت اور مکان کی پابندی تھی

اگر نہیں اور اہل تشیع کے نزدیک قطعاً اس طرح نہیں ورنہ مدینہ رسول ﷺ میں اور ائمہ معصومین کی خدمت میں حاضری کے وقت ان مخلصین کو قطعاً متعہ کرنے کی نہ سوجھتی اور نہ امام عالی مقام کو منع کرنے کی ضرورت پیش آتی لہذا قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ شیعہ لوگ قطعاً متعہ کو ہر زمانہ اور ہر مقام میں جائز سمجھتے تھے لیکن امام عالی مقام نے ان پر مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اس کو حرام ٹھہرا دیا تو امام جعفر صادق بھی خدا تعالیٰ کے حلال کو حرام ٹھہرانے کے مرتکب ہو گئے لہذا حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب پر اعتراض کا کوئی موقعہ و محل نہ رہا۔

۲۔ امام موصوف نے صرف اپنی ذات پر سے یہ عار دور کرنے کے لئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ امام جعفر صادق کے متعلقین متعہ کرتے ہیں اس کو حرام ٹھہرا دیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مومنین سے اس عار کو دور کرنے کے لئے کہ وہ شہوت کے پتلے ہیں اور جہاں جاتے ہیں شہوت رانی کے درپے ہو جاتے ہیں اور مومنات کو اس اجرت والی اور بکا و مال ہونے کی ذلت اور عار سے بچانے کے لئے اس فعل کو حرام ٹھہرایا لہذا اس صورت میں انا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام زیادہ وسیع اور مستحسن ہو گیا۔

۳۔ اگر امام موصوف کے نزدیک واقعی یہ فعل یعنی متعہ اتنا بابرکت تھا اور موجب درجات عالیہ تو اس کو منع کرنا خیر کثیر میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے اور اپنے مخلصین کو محروم کرنے کا موجب۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قبیح سمجھا لہذا منع کر دیا مگر امام موصوف نے جائز و حلال بلکہ کارِ ثواب بھی سمجھا اور حرام بھی کر دیا تو کیا یہ حکم قرین قیاس ہو سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

### روایات کی صحت کا معیار

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ شیعی کتب میں متعہ کی حلت بلکہ اس کا ثواب کا موجب ہونے اور درجات عالیہ کا کفیل ہونے کے متعلق ان گنت روایات موجود ہیں مگر سوال یہ ہے کہ

جب دونوں قسم کی روایات موجود ہوں تو ترجیح کس کو ہوگی؟ اس معاملہ میں ہم ائمہ کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۷۵ پر رقمطراز ہے:-

روی عن النبی ﷺ وعن الائمة علیہم السلام انہم قالو اذا جاء کم منا حدیث فباعر ضوہ علی کتاب اللہ فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالفہ فاطر حوہ اور دور علینا (وکنذانی الاستبصار ج ۲ ص ۸۵)

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے اور ائمہ کرام سے کہ جب تمہیں ہماری طرف سے کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو پس جو اس کے موافق ہو اس کو مضبوطی سے تھامو اور جو اس کے خلاف ہو اس کو پھینک دو۔ لہذا اس ضابطہ اور قاعدہ کی رو سے صحیح اور قابل اعتماد وہی روایات ہو سکتی ہیں جن میں متعہ کی حرمت بیان کی گئی ہے کیونکہ قرآن حکیم کے مطابق وہی ہیں۔ اور جن میں متعہ کی حلت بیان کی گئی ہے اور اس کا عظیم اجر و ثواب، وہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ لہذا ان قابل اعتبار ہیں۔

تنبیہ: نیز یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ مذہب کی کتب میں ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔ اور ان میں صحیح و تضعیف اور جرح و تعدیل کی گنجائش ہے اور اس لئے انہوں نے بھی اسماء الرجال کی کتب وضع کی ہیں تو پھر اہل سنت پر محض ان کی کتابوں میں کوئی روایت موجود ہونے سے الزامی کاروائی کا کیا جواز ہے؟ آخر انہیں بھی تو جرح و تعدیل کا حق حاصل ہے۔ اور ان کے نزدیک بھی صحیح و تضعیف کا ایک معیار ہے لہذا جو اس پر پوری نہ اترے گی وہ ان کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگی۔ بلکہ درحقیقت ان اصول و قواعد میں اہل سنت امام و پیشوا ہیں اور اہل تشیع ان کے مقلد اور پیروکار ہیں۔ چنانچہ ابوالحسن بن محمد الشعرانی مقدمہ تفسیر منہج الصادقین میں اس حقیقت

کا خود اعتراف کرتا ہے:-

خود اہل حدیث کہ اس اعتراض از ناحیت ایشاں است اکثر اصطلاحات خویش را از عامہ گرفتہ اند مانند حدیث مسلسل و مسند و مرفوع و مقطوع و درجہ و مناوہ و جادہ و اخبار اہل بیت اس اصطلاحات نیامدہ است الا آنکہ چون محدثین ما کتب درایت اہل سنت را خواندند و روش آنانرا پسندیدند و اصطلاحات آنہارا مناسب یافتند (مقدمہ شیخ نس ۲۶)

ترجمہ: وہ شیعہ محدثین جن کو اہل سنت کے تفسیری اقوال نقل کرنے کی وجہ سے شیعی مفسرین پر اعتراض ہے خود انہوں نے اپنے اکثر اصطلاحات اہل السنہ سے اخذ کی ہیں مثلاً حدیث مسلسل اور مسند، مرفوع اور مقطوع، درجہ اور مناوہ و جادہ وغیرہ حالانکہ اہل بیت کے مرویات اخبار میں ان اصطلاحات کا نام و نشان نہیں ملتا لیکن جب ہمارے محدثین نے اہل سنت کی کتب درایت (اصول و قواعد) کا مطالعہ کیا اور ان کی روش اور طرز ان کو پسند آئی اور ان کی اصطلاحات ان کو مناسب معلوم ہوئیں تو انہوں نے بھی ان کو اپنالیا۔

الغرض جب شیعہ صاحبان کے نزدیک روایات کی درجہ بندی اور ان میں بعض کی بعض پر ترجیح اور بعض کا رد و قدح امر مسلم ہے تو اہل سنت جو ان قواعد و ضوابط کے موجد ہیں ان کو یہ حق کیوں نہیں دیا جاتا؟

## عند الشیعہ روایات کی کثرت و قلت معیار حق نہیں

رہا یہ عذر کہ متعہ کی حلت پر دلالت کرنے والی روایات مشہور و مستفیض ہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی اخبار آحاد کے قبیل سے ہیں تو یہ عذر قابل قبول نہیں۔ کیونکہ بقول علامہ نوری طبری صاحب فصل الخطاب، قرآن مجید کی تحریف پر دلالت کرنے والی روایات مستفیض و مشہور ہیں بلکہ متواتر جن کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ جو قرآن مجید میں ہر قسم کے نقص پر دلالت کرتی

ہیں لیکن شیعی علماء شیخ صدوق علم الہدی سید مرتضیٰ اور طبری نے ان کو غلط اور ناقابل اعتبار قرار دے دیا اور قرآن مجید کو کامل و مکمل تحریف سے منزہ و مبرا اور ہر قسم کے نقص سے پاک اور مقدس تسلیم کر لیا جس سے صاف ظاہر کہ یہاں قلت و کثرت اور خبر واحد یا متواتر کا قطعاً کوئی لحاظ نہیں ہے۔ بس طبیعت جس کی طرف مائل ہو جائے اور دل تو بھٹ جائے۔

## متعہ کے مفاسد کا بیان اور عقلاً ناجائز ہونے کا ثبوت

اگر کوئی عقل مند خواہشات نفس کے جال سے آزاد ہو کر اور اپنی نفسانی ہوس سے مجرود ہو کر اس عقد قاسد کے مفاسد میں غور و فکر کرے تو قطعاً اس کے حلال اور جائز ہونے کا قول نہیں کر سکے گا۔

۱۔ اولاد کا ضائع ہونا اور تعلیم و تربیت اور تہذیب و شائستگی سے غاری ہونا متعہ میں لازمی امر ہے کیونکہ ایک جہاں گشت آدمی جہاں گیا اس نے متعہ کر لیا اور دو تین دن رہنے کے بعد دوسری اور تیسری جگہ چلتا رہا اگر ہر جگہ اولاد پیدا ہو گئی ہو اور اس سے دور رو کر پرورش پائے تو ہر جگہ اس کا جانا مشکل اور سب کا اس کے پاس جمع ہونا مشکل۔ لہذا وہ اولاد زنا کی طرح بے کسی کی حالت میں وقت گزارے گی اور اخلاقی لحاظ سے بھی تہی و امن ہوگی۔

۲۔ اگر مختلف علاقوں میں متمتع کی بچیاں متولد ہوں تو ذلت و رسوائی حد سے بڑھ جائیگی کیونکہ کفو میں ان کے نکاح کی صورت ہی کوئی نہ ہو سکے گی اور نہ ہی ان کی عزت و آبرو کا تحفظ کیونکہ والدہ بھی نت نئے حصوں کے درپے رہے گی کس کس کے پتے یاد رکھے گی اور کس کس کو اولاد کی اطلاع بہم پہنچائے گی پھر وہ فصلی خاوند بھی کہاں سے کہاں جا چکا ہوگا۔

۳۔ اگر یہ شخص جگہ جگہ متعہ کرتا چلا گیا، اولاد پیدا ہوتی گئی تو میراث کا معاملہ بانٹنا الجھ کر رہ جائے گا۔ وراثت بھی تقسیم ہونے سے رہی کیونکہ کیا پتہ اولاد کہاں کہاں پھیلی ہے پھر لڑکے کتنے ہیں اور لڑکیاں کتنی؟ نیز اولاد کی وراثت کا معاملہ بھی الجھ جائے گا کہ باپ کدھر ہے؟ اور دوسرے بہن

بھائی کتنے اور کہاں کہاں؟ کیونکہ متعہ تو ہزار ہزار عورت سے ہو سکتا ہے اور ایک دن اور رات کے لئے بھی بلکہ ایک دفعہ جماع اور قضاء شہوت کے لئے بھی تو اتنا طویل حساب کتاب رکھنا بہت ہی مشکل اور ناممکن ہوگا بلکہ ان اعداد و شمار کے لئے تو بہت ہی وسیع محکمہ درکار ہوگا۔

۴۔ اگر سفر طویل ترین ہو اور ہر جگہ پڑاؤ ڈالتے وقت متعہ کا کاروبار جاری رہے اور متعہ عورت سے بچیوں کا تولد ہوتا رہے تو جب دس گیارہ سال بعد ادھر گزر رہو تو عین ممکن ہے کہ یہ باپ جس نے اس عرصے میں بیٹی کی شکل ہی نہیں دیکھی اس سے متعہ کر بیٹھے کیونکہ وہ متعہ عورت تو ایک حیض یا ڈیڑھ ماہ کے بعد دوسری جگہ پھر تیسری جگہ متعہ کرنے میں لگی ہوگی اور اس عقد میں گواہ نہ اعلان تشہیر اور مکان اور رہائش گاہ کی پابندی اور مکان وغیرہ تو اس متمتع کا وہاں پر تھا نہیں جس میں بچی کی سکونت کا انتظام ہوتا اور مکان میں رہائش سے کچھ اندازہ لگ سکتا تو آخر اس ظلم سے بچنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

۵۔ متمتع کا بھائی یا بیٹا بھی اس سفر پر روانہ ہوا اور ان بچیوں کے ساتھ متعہ کرتا چلا گیا کیونکہ کوئی کہاں تک جملہ قرابت داروں اور متمتعات کی تعداد یاد رکھے وہ تو ہزاروں کے ساتھ جائز ہے تو اس قباحت سے بچنے کی آخر کیا صورت ہو سکتی ہے؟

۶۔ اگر ایک آدمی اس سفر میں ان عورتوں کے ساتھ متعہ کرتا جائے جو اس سے پہلے شخص سے متولد ہوئیں تا چالیس پچاس بہنوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے عدت کے اندر عقد متعہ لازم آجائے گا۔ جو انتہائی قبیح ہے اور جرم عظیم۔

۷۔ عقد متعہ میں ایک گواہ کی بھی ضرورت نہیں چوری چھپے عقد ہو گیا ماں پاپ نے ایام متعہ میں دوسری جگہ نکاح اور رخصتی کر دی لڑکی اور لڑکا اظہار بھی نہیں کر سکتے (کیونکہ وہ خفیہ کاروبار تھا) تو اب دو عقد بیک وقت مجتمع ہو گئے اور اگر متمتع نے مدت متعہ کے بقایا دن معاف کر دیئے اور اس طرح خدا خونی کا مظاہرہ کر بھی دیا تو کم از کم متعہ کی عدت میں دوسرا عقد لازم آ گیا اور یہ بھی

مطلقاً ناجائز ہے۔

۸۔ عقد متعہ خفیہ ہو گیا علق ٹھہر گیا مرد تو چند دن کے بعد فارغ اب لڑکی اس حمل کے ساتھ کیا کرے اور اس لڑکی کا معاشرہ میں کیا مقام ہو گیا بتائے تو کیا بتائے اور چپ رہے تو کیسے اگر کہے بھی سہی کہ یہ متعہ مقدسہ کا اثر ہے زنا کا نہیں تو کون اعتبار کرے گا؟

۹۔ چلو خفیہ والی بات چھوڑیے عقد متعہ میں گواہ رکھے گئے لیکن حمل ٹھہرنے پر وہ شخص انکار کر دے کہ یہ حمل میرا نہیں اس کو کون ثابت کر سکتا ہے کہ یہ اس کا ہے۔ نکاح میں لعان والی صورت موجود ہے۔ مگر متعہ میں تکلیف لعان بھی نہیں تو بلا حیل و حجت وہ متقی شخص فارغ البال ہو گیا اور یہ وبال صرف اس متعہ کی شائق لڑکی کے سر رہ گیا کہ اس مولود کی پرورش بھی کرے اور زنا کار ہونے کی تہمت بھی برداشت کرے اور فصلی خاوند فقط قسم اٹھانے کا پابند بھی نہ ہو۔ ہائے مومنات کی بد قسمتی واہ رے مومنین کی بہار عیش و نشاط۔

۱۰۔ متعہ کو جائز رکھنے والے تو ڈنکے کی چوٹ پر کھ رہے ہیں حمل کا خرچہ فصلی خاوند کے ذمے نہیں۔ زنی کہ صیغہ شدہ اگر چہ آہستہ شو حق خرچہ ندارد۔ (توضیح المسائل ص ۲۵۵)

تعد میں نان و نفقہ اور رہائش کا بند دست عورت کے اپنے سپرد ہوتا ہے۔ مرد صرف متعہ کی اجرت دیتا ہے آخر وہ عورت اپنی ضروریات کا انتظام کیسے کرے گی اور دوران عدت جو اس متمتع کی پابند ہوگی اپنے خرچ کا بندوبست کیسے کرے گی لازماً مزدوری وغیرہ کرے گی جو اس متعہ کرنے والے مرد کی عزت نفس کے خلاف ہے اور بازاری عورتوں کی طرح روز و شب کئی لوگوں سے رابطہ رکھے گی جس سے عصمت فروشی کا وسیع دھندا شروع ہو جائے گا۔ کیا اسلام اس کی اجازت دے سکتا ہے؟

۱۱۔ جو عورت دو تین مرتبہ حہ کر بیٹھے گی اور اولاد متعہ کو بھی جنم دے لے گی فصلی خاوند تو حاجت پوری کر کے گئے اب اس کا مستقبل کیا ہوگا؟ دائمی نکاح کے لئے تو اس کو کوئی شاذ و نادر ہی قبول



کرائے کا لازماً اس کو زندگی بھر اس متعہ پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں اس کے والدین کا معاشرہ میں کیا مقام ہوگا جن کا ہر ڈیڑھ دو ماہ بعد نیا داماد بن رہا ہوگا اور کرایہ کی ٹیکسی کی طرح ان کی بیٹی کو استعمال کر کے رفو چکر ہوتا رہے گا! اور ان کی اس بچی کا مستقبل کیا ہوگا؟ جو اجرت دینے والے کے انتظار میں آنکھیں فرشِ راہ کئے بیٹھی ہوگی۔

۱۲۔ متعہ عورت پر عدت و وفات لازم ہے اور رواٹت میں حصہ نہیں ہے تو چار ماہ دس دن آخر کس طرح اخراجات نکالے گی؟ اور کون اس کا پرسان حال ہوگا؟ جب خاوند کے دکھ میں دوسرے پس ماندگان کے ساتھ اس کی شرکت لازم ہے تو آخر اس کو ترکہ میں سے حصہ دے کر دوسری بیویوں کا ہم پلہ کیوں نہیں بنایا جاتا؟ بیوی ہے تو دونوں حقوق میں برابر ہوتی اور نہیں تھی تو عدت و وفات سے پابندی سے رہائی پاتی اور اپنی گزران کا فکر رتی کیا یہ اس پر ظلم و زیادتی نہیں اور اسلام اس کا روادار ہو سکتا ہے؟

### لحہ فکریہ!

کیا ہے کوئی اپنی بہن اور بیٹی کی عزت کا پاسبان جو اس قسم کے گھناؤنے اور گندے فعل کو جائز رکھے اور الٹا اسے کارِ ثواب قرار دے بلکہ عین ایمان سمجھے اور اس کو اخروی فلاح و نجات کا دار و مدار قرار دے۔ کیا وہ نبی الانبیاء اور آخر الزمان پیغمبر جو مکارم اخلاق کی تکمیل و تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے اور انسانیت کو علمی اور فکری و نظری بلند یوں پر فائز المرام کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ان کی شریعت و ملت میں خسیس اور غلیظ نظریات و اعمال داخل ہو سکتے ہیں۔

﴿العباد باللہ ثم العباد باللہ﴾

## متعہ کا بطلان از روئے عقل

### متعہ ذلت و رسوائی کا موجب ہے اور بے عقلی کی دلیل

دلدادگان متعہ نے اس کے جواز پر انوکھا اور چونکا دینے والا استدلال یہ پیش کیا ہے کہ متعہ کی حرمت روایت پر مبنی ہے اور اس کا جواز روایت پر مبنی ہے اور روایت و قیاس اور دلالت عقل۔ روایات و اخبار اور دلائل نقلیہ پر مقدم ہے جیسے کہ علامہ کاشانی نے منہج جلد دوم ص ۲۸۶ پر کہا: مشروعیت آں روایت است و نسخ آں روایت و ما طرح نمی کتم روایت را بوایت۔

اسی طرح صاحب برہان المتعہ ابوالقاسم بن الحسین النقی الرضوی نے سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی کتاب انتصار سے اور علامہ ابوالفتوح کی تفسیر روض الجنان سے اور ابن ادریس کی کتاب السرائر سے نقل کیا:

آنچه بہ برہان عقل و نقل ثابت است اینست کہ ﴿کل منفعته لا ضرر فیہافی عاجل ولا آجل فہی مباحہ بضرورة العقل و ہذہ صفة نکاح المتعہ فیجب

(ص ۸)

اباحتها بضرورة العقل

یعنی جو قدر عقلی اور نقلی براہین اور ادلہ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایسی منفعت جس میں نہ دنیا میں ضرر ہو اور نہ آخرت میں تو وہ بقضائے عقل مباح اور جائز ہونی ضروری ہے اور عقد متعہ میں بھی دنیا اور آخرت کے لحاظ سے کوئی ضرر نہیں ہے لہذا ضرورت عقلیہ کے تحت اس کا مباح اور جائز ہونا واجب و لازم آتا ہے۔

الغرض ان حوالہ جات سے یہ بات مہر و نیمروز کی طرح عیاں ہو گئی کہ متعہ کی اباحت پر اصل اور بنیادی دلیل شیعہ علماء کے نزدیک ان روایت اور قیاس عقل ہے اور دوسرے دلائل محض تائید و تقویت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں ورنہ نقلی دلائل کی صرف اس قدر اہمیت ہے کہ عقل کی

تائید کریں تو بہتر ورنہ ان کو رد کر دیا جائے گا اور عقل کہتی ہے کہ متعہ منفعت خالصہ ہے اور اس میں نہ دنیوی ضرر اور نہ اخروی۔ لہذا مباح اور حلال ہے۔

والجواب السدید ومنہ التوفیق والتسدید

یہ استدلال بوجہ باطل اور لغو ہے۔

**اول:** اگر احکام کا دار و مدار عقل پر ہوتا تو پھر رسل کرام کو بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور ان کو صرف اور صرف اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ یہ عذر ختم ہو جائے کہ ہمیں صحیح اور باطل عقائد میں درست اور ناجائز اعمال میں امتیاز معلوم نہیں تھا۔ قال اللہ تعالیٰ:

للا یكون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل

تاکہ رسولوں کی آمد کے بعد لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عذر اور بہانہ نہ مل سکے لہذا عقل انسانی مدار احکام نہیں ہو سکتا اور جتنے اختلاف مذاہب کفار و مشرکین وغیرہ میں موجود ہیں وہ سب عقل کی پیداوار ہیں اور بت پرستی بھی عقل رکھتے ہیں اور ان کی عقل بھی اس پرستش کو جائز بلکہ ضروری بتلاتا ہے تو کیا علماء شیعہ ان کے تقاضائے عقل کو جائز رکھیں گے؟ بلکہ عقل کو شریعت کے تابع کرنا ضروری ہے اور اسے غلام رسالت رہنا لازم ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ

**دوم:** علماء شیعہ نے اس قاعدہ اور ضابطہ میں صرف اپنا لحاظ رکھا اور اپنی مجموعات عورتوں کا خیال نہیں رکھا۔ ان کے لئے تو سراسر منفعت ہے کہ نہ رہائش کا بوجھ نہ لباس اور نان و نفقہ کا، نہ رواشت سے حصہ بانٹنے کا خطرہ اور نہ ہی اولاد کا بوجھ۔ بلکہ جب چاہا انکار کر دیا کہ یہ میری اولاد ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسے کہ مفصل طور پر یہ احکام دوسری جگہ بیان کئے گئے ہیں۔

لیکن متعہ عورتوں کیلئے سراسر نقصان ہے اور وہ منکوحہ عورتوں کے حقوق سے کلیتہً محروم

ہو جاتی ہیں اور صرف چند صاحب غرض اور اوباش لوگوں کی ہوس نفس کا نشانہ بن کر رہ جاتی ہیں لہذا جب ان کیلئے دنیوی لحاظ سے خسارہ ہی خسارہ ہے تو از روئے عقل ان کا حرام ٹھہرا لہذا دلائل عقل متعارض ہو گئے۔ اندریں صورت اس کے مباح اور جائز ہونے کو ضرورت عقل قرار دینا تو بیکور مغز ہونے کی دلیل ہے۔ اسلئے ابوالحسن شعرانی نے ایسی عورتوں کو رشیدہ اور صاحب عقل ماننے سے انکار کر دیا جو اس عارضی اور انتظامی عقد پر راضی ہو جاتی ہیں۔

### متعہ پر راضی لڑکیاں بے عقل ہیں

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شیعہ کتب میں دس سال کی لڑکی بغیر اذن ولی کے متعہ کر سکتی ہے۔ مگر ابوالحسن شعرانی نے اس کو زنا قرار دیا اور ان روایات کو موضوع اور من گھڑت۔ مگر جب یہ اشکال سامنے آیا کہ شیعہ فقہاء و مجتہدین نے بھی دس سالہ لڑکی کو خود مختار قرار دیا ہے اور وہ روایات ان فتاویٰ کے عین مطابق ہیں تو ان کو موضوع کیونکر کہا جاسکتا ہے؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے شعرانی صاحب نے کہا:

آنها کہ جائز و اشہد شرط کردند دختر رشیدہ باشد یعنی مصالح و مفاسد خویش را تشخیص دہد و دختر بے کہ چہیں باشد ہرگز راضی بعقد انتظامی نئے شود و سرمایہ آبروئے خویش را بپادانے دہد و ہمیں عمل کاشف رشد نبودن اوست۔ (مقدمہ منہج ص ۳۲)

جن فقہاء مجتہدین نے دس سالہ لڑکی کے لئے بغیر والدین اور دیگر اولیاء کی اجازت کے عقد متعہ کو جائز رکھا ہے۔ انہوں نے اس شرط پر جائز رکھا ہے کہ وہ رشیدہ ہو یعنی اپنے نفع و نقصان کو سمجھ سکتی ہو اور موجبات نفع و نقصان میں تمیز کر سکتی ہو اور جس لڑکی میں یہ استعداد ہوگی اور اس قدر شعور ہوگا وہ ہرگز ہرگز عارضی اور انتظامی عقد پر راضی نہیں ہوگی اور اپنی عزت و آبرو کے سرمایہ کو برباد نہیں کرے گی اور جو لڑکی ایسا عقد کرتی ہے تو اس کے بد نتیجہ اور بے شعور ہونے پر

یہی کافی و وافی دلیل ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ جب باشعور اور صاحب عقل و فہم لڑکی ایسے عقد پر رضا مند نہیں ہو سکتی اور جو رضا مند ہو جائے اس کی عقل و فہم اور شعور و تمیز سے عاری اور خالی ہونے پر مزید دلیل کی ضرورت ہی نہیں تو پھر ان بڑی بی صاحبہ میں عقل و شعور اور فہم و تدبیر نام کی کوئی شے ہو سکتی ہے؟ جن کی ساری زندگی ہی ہوس ناک لوگوں کی ہوس رانی میں گزر جائے اور وہ اولیاء اور سرپرست کیونکر صاحب فہم و ادراک اور ارباب فکر و نظر سمجھے جاسکتے ہیں۔ جو اپنی بہنوں بچیوں کو اس طرح کے عقد کی اجازت دیں گے لہذا یہ کاروبار سراسر خلاف عقل و درایت ہے۔

### لحہ فکریہ

اس سوال کا ابوالحسن شعرانی پر جواب دینا ابھی ادھار ہے کہ جب ایسے عقد پر رضا مندی عقل و فہم سے عاری اور غیر رشید ہونے کی دلیل ہے تو فقہاء اور مجتہدین شیعہ نے کون سے رشیدہ بی بی کیلئے اس عقد متعہ کو جائز رکھا تھا؟ ظاہر ہے جو رشیدہ ہوگی وہ اس پر راضی نہیں ہوگی اور جو راضی ہے وہ رشیدہ نہیں تو بقول شعرانی صاحب کے نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھانا چے گی۔ کیا جو فعل دس گیارہ سالہ لڑکیوں کیلئے بے عقل اور بے شعور ہونے کی دلیل ہے۔ وہ عمر رسیدہ بزرگ عورتوں کیلئے عقل مندی اور دانائی کی دلیل ہو سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

نیز جن محدثین نے ایسی روایات نقل کیں بلکہ تیار کیں اور آئمہ کرام کی طرف منسوب کیں اور درجات و مراتب بیان کرتے ہوئے متعہ کرنے والے کو انبیاء کرام اور آئمہ عظام سے بھی بڑھا دیا۔ ان کے اندر عقل و تمیز اور نظر و فکر اور ادراک و شعور تسلیم کرنے کا کوئی جواز ہو سکتا ہے؟

**سوم:** عقل اس امر کو مستحسن اور جائز و مباح قرار دے گی جو دنیا کی طرح آخرت میں بھی مضر

اور موجب عذاب و عقاب نہ ہو لیکن آخرت کے معاملات کا فیصلہ تو عقل کر ہی نہیں سکتی کیونکہ اس کا کما حقہ ادراک ہی نہیں تو پھر متعہ کی اباحت والا حکم امر محال پر موقوف ہو گیا۔

یعنی اخروی مضرت اور نقصان عقل کو متعہ میں معلوم نہ ہو تو حلال ہے اور مضرت سمجھے تو حرام اور اخروی مضرت اور نقصان اسے معلوم نہیں لہذا متعہ کی اباحت و حرمت بھی اس کو معلوم نہیں ہو سکتی تو اس کو از روئے عقل واجب الا اباحت قرار دینا اور اس کے جواز کو واضح اور روشن بدیہی امر قرار دینا احمقوں کی جنت میں بسنے والوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ لہذا خود تراشیدہ دلیل ہی شیعہ کے خلاف ہے۔

چہارم: جن لوگوں نے محارم کے ساتھ نکاح جائز رکھا اور مردوں کے ساتھ لواطت کو جائز رکھا جیسے اسماعیلی، بشری اور نصیری شیعہ۔ انہوں نے بھی اسی درایت کا سہارا لیا کہ یہ منفعت خالصہ ہے اور عند العقل اس میں کوئی مضرت پہلو نہیں ہے لہذا یہ امور مباح و حلال ہے۔ تو اثنا عشریہ شیعہ اپنے ان بھائیوں کی اس درایت کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں۔ لہذا انہیں ان امور کو جائز رکھنا لازم اور واجب ٹھہرا اور اگر ان شیعہ کی درایت اثنا عشری شیعہ کے نزدیک غلط ہے کیونکہ محارم کے ساتھ نکاح کو اور مردوں کے ساتھ لواطت کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ لہذا یہ فعل آخرت میں موجب عذاب و عقاب ہے۔ تو ہمارے نزدیک عقد متعہ چونکہ ممنوع حرام ہے لہذا اس کا ارتکاب آخرت میں مضرت اور نقصان دہ ہے۔ لہذا از روئے عقل و درایت اس کو حلال ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اور اثنا عشریہ شیعہ کی یہ درایت سراسر باطل ہے اور ناقابل التفات و اعتبار بلکہ بقول ابوالحسن شعرانی بدتمیزی اور بے عقلی کی روشن اور عیاں اور آشکار دلیل ہے۔

پنجم: آئمہ کرام سے منقول و مروی ہے کہ متعہ مومنین عورت کے لئے موجب ذلت ہے لہذا ان کے ساتھ متعہ نہ کرو۔ کنواری بچیوں کے لئے موجب عار اور ننگ ہے اور ان کے خویش

واقارب کیلئے بھی لہذا مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے۔ جیسے کہ مفصل بیان ان کا گزر چکا تو اس میں بھی عقلی قباحت کا بیان ہے نہ کہ شرعی قباحت کا۔ ورنہ فرماتے اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام فرمایا ہے۔ جب دلیل نقلی ذکر نہیں کہ بلکہ اس کا ازروئے عقل موجب ذلت و رسوائی اور باعث عار و عیب ہونا ذکر کیا ہے۔ ان کی درایت درست ہے۔ تو اس کی اباحت کو واجب اور لازم سمجھنا غلط اور عقلی دلیل بے بنیاد ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو آئمہ کرام کو تقاضائے عقل سمجھنے سے عاری اور قاصر سمجھنا لازم۔ نعوذ باللہ۔ لیکن آئمہ کا فرمان یقیناً عقل سلیم کا ترجمان ہے۔ اور جو کچھ ان علماء نے ذکر کیا ہے وہ تقاضائے نفس اور مقتضائے قوائے حیوانی لہذا ایسی درایت کا اسلام اور شریعت مصطفوی ﷺ میں قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔

**سوال:** متعہ زنا سے بچنے کا ذریعہ ہے اور جو حرام سے بچنے کا ذریعہ ہو وہ واجب نہ ہو تو کم از کم اس کا استحباب تسلیم کرنا تو لازم ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

یرحم اللہ عمر ما كانت المتعة الا رحمة من اللہ رحم بها امة محمد ﷺ ولولا نهي عنها ما احتاج الي الزناء الا شقى۔

اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن الخطاب پر رحم کرے متعہ نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت جس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا۔ اگر عمر بن الخطاب کی طرف سے منع اور نہی نہ پائی جاتی تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتے مگر شقی اور بد بخت یا قلیل ترین مردم۔

(برہان ص ۹، تجلیات صداقت بحوالہ تفسیر کبیر و نہایہ بن کثیر و در منشور)

والجواب الشافی بتوفیق اللہ لکافی:

اولاً: یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ متعہ کی ممنوعیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام مجید میں ثابت اور سرور عالم

ﷺ کی طرف سے بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف میں ثابت جیسے کہ آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ اس ضمن میں صراحت و وضاحت کے ساتھ بیان کی جا چکی ہیں۔ لہذا یہ بات تو قطعاً قرین قیاس نہیں کہ صحاح ستہ کی مرفوع و متصل روایات کو چھوڑ کر صرف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذاتی قول اختیار کر لیا جائے اور وہ بھی ان کتابوں سے جن کی صحت کا التزام ہی نہیں کیا گیا۔ یا فن حدیث سے ہی تعلق نہ رکھتی ہوں۔

ثالثاً: اہل سنت کے نزدیک حضرت ابن عباس اپنی تمام تر علمی عظمت اور برتری کے باوجود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برابری اور ہمسری نہیں کر سکتے۔ علی الخصوص جبکہ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں اعلان فرما رہے ہوں کہ سرور عالم ﷺ نے اس سے منع فرمادیا تھا اور اگر کوئی شخص چار گواہ ایسے پیش کر دے جو اس امر کی شہادت دیں کہ آپ نے دوبارہ اس کی اجازت دے دی تھی تو میں بھی اس کی تحریم کا حکم واپس لے لوں گا۔ جیسے کہ ابن ماجہ شریف کے حوالے سے یہ روایت عرض کی جا چکی ہے کہ سید عالم ﷺ کی طرف سے تحریم متعہ پر اجماع کی حیثیت رکھتی ہے لہذا اس کے بعد حضرت ابن عباس کے ذاتی خیال کے ساتھ جواز متعہ پر استدلال کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتا بلکہ اس قول کی مناسب توجیہ ہو سکے تو بہتر ورنہ اس کو نظر انداز کریں گے۔ نہ کہ آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کو۔ اگر یہ دلیل اس قدر اہم تھی تو آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اسے کیوں نہ بیان فرمایا اور پوری امت پر مہربانی کیوں نہ فرمادی۔

مثلاً: زنا سے بچانے والا وہی امر مستحب ہو سکتا ہے جو بذات خود ممنوع نہ ہو۔ اگر محارم کے ساتھ جواز نکاح میں کوئی شخص یہی دلیل پیش کر دے تو کوئی صاحب عقل اس کی صحت اور قبولیت کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے جب اس کے جواز اور اباحت میں ہی بحث و کلام ہے اور وہ



خود بھی از روئے قرآن و حدیث اور اجماع ممنوع ہے تو اس کا ارتکاب زنا کا ارتکاب ہے۔ وہ زنا سے مانع کیونکر ہوگا۔

رابعاً: بعض اوقات ایک ایسا امر اور معاملہ پیش آتا ہے جس میں مضر اور مفید دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ مفید اور کارآمد پہلو کے لحاظ سے اگر اس کا مشروع اور مباح ہونا رحمت و رافت ہے تو مضر اور نقصان وہ پہلو کے لحاظ سے اس کا حرام اور ممنوع ٹھہرایا جانا بھی سراسر رحمت و عنایت ہوگا مثلاً شراب اور جو پہلے پہل اسلام میں ممنوع نہیں ٹھہرائے گئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعٌ لِلنَّاسِ وَاثِمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾

ان دونوں میں بہت بڑا گناہ بھی ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی اور ان کی گہن گاری ان کے منافع سے زیادہ ہے۔ مگر بایں ہمہ فوری طور پر ان کو حرام نہ کیا گیا بلکہ عرصہ بعد اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر ان کی حرمت واضح کر دی گئی۔

﴿انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان

فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾

جزاں نیست کہ شراب، جوا، تھان اور فال گیری نجس امور ہیں اور شیطانی امور۔ لہذا

ان سے بچو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

اس ارشاد ربانی سے ہر مسلمان بخوبی اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے مثلاً شراب کو ابتداء میں

حرام نہ فرمانا بھی ظلم نہیں تھا بلکہ رحم الراحمین کی طرف سے رحمت کا اظہار تھا اور آخر میں اس کو حرام

اور نجس قرار دینا اور شیطانی عمل قرار دینا بھی ظلم نہیں بلکہ سراسر رحمت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

احکام شرعیہ تدریجاً اور آہستہ آہستہ لاگو کئے جاتے رہے تو پہلے پہل ان کو مقید نہ ٹھہرانا بھی عین

رحمت تھا اور بعد ازاں ان کے ساتھ مقید اور مکلف ٹھہرانا بھی سراسر رحمت۔ ابتداءً اسلام میں

بیویوں کے متعلق چار کی تعیین نہیں تھی بعد ازاں ان کی آخری حد چار مقرر کر دی گئی لہذا دونوں پہلوؤں میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور بہتری بھی موجود ہے اور کوئی نہ کوئی تضیق و تکلیف و اذہا پہلو بھی ہے۔ تو اگر ابتدائی حالت کی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی کہے کہ اگر یہ تبدیلی نہ آتی تو فلاں منفعت اور مصلحت حاصل ہوتی تو اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ آخری حالت میں مصلحت اور منفعت ہی نہیں ہے یا اس کو پہلی پر فوقیت و رجحان حاصل نہیں ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ عورتوں کی چار تک تحدید نہ ہوتی تو زنا کا ارتکاب کم ہوتا۔ کیونکہ امراء روؤ سا اس سے زیادہ رکھنے پر قادر ہوتے ہیں اور مزید کی رخصت نہ ہونے پر زنا کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ تو کسی حد تک بات درست ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عواقب امور کا حتمی علم یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ یہ حد بندی بھی سراسر رحمت و عنایت ہے اور اس میں عورتوں کے حقوق کی زیادہ نگہداشت کی گئی ہے۔ اس طرح متعہ کو کبھی اضطرار اور مجبوری کے تحت مباح کیا گیا تو بھی عین مصلحت اور بعد ازاں حرام ٹھہرایا گیا تو وہ بھی عین مصلحت اور اس میں بھی عورتوں کے حقوق کی پہلے کی نسبت زیادہ نگہداشت اور رعایت کی گئی ہے۔ لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول متعہ کی حرمت کے بنیانی نہیں ہے۔

خامساً: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی متعہ کا ابتداء اسلام میں مباح ہونا اور بعد ازاں اس کا منسوخ ٹھہرایا جانا ثابت ہے۔ جیسے کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے۔ تفسیر درمنثور میں ابن ابی حاتم کے حوالہ سے مذکور ہے۔

﴿كان متعة النساء في اول الاسلام (الى) وكان يقرء لما استمتعتم به منهن النى اجل مسمى نسختها محصنين غير مسافحين وكان الاحصان بيد الرجل يمسك متى شاء ويطلق متى شاء.﴾

یعنی متعہ آغاز اسلام میں جائز تھا (تا) اور قول باری تعالیٰ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ﴾ کے بعد ﴿الِیْ اَجَلٍ مُّسْمًی﴾ پڑھا جاتا ہے۔ جس کو قول باری ﴿مُحْصِنِیْنَ غَیْرِ مَسَافِحِیْنَ﴾ منسوخ ٹھہرایا اور عورت کے احصان اور عزت و آبرو کے تحفظ کا معاملہ مرد کے ہاتھ میں دے دیا گیا وہ جب تک چاہے اسے اپنے عقد نکاح میں رکھے اور جب چاہے طلاق دے دے۔

تفسیر درمنثور میں بیہقی اور طبرانی کے حوالے سے حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد منقول ہے۔

﴿كَانَتِ الْمُتَعَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ وَكَانُوا يَقْرَأُونَ هَذِهِ الْآيَةَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسْمًی (الِی) حَتَّىٰ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ حَرَمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ الْآيَةَ فَنَسَخَ الْأَوَّلَىٰ فَحَرَمَتْ الْمُتَعَةَ وَتَصَدَّقُهَا مِنَ الْقُرْآنِ الْأَعْلَىٰ أَزْوَاجَهُمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمَانُوكُمْ هَذَا الْفَرْجُ فَهَمَّ حَرَامٌ﴾

متعہ ابتداء اسلام میں مباح تھا اور اہل اسلام اس آیت کی تلاوت اس طرح کیا کرتے تھے یعنی ﴿الِیْ اَجَلٍ مُّسْمًی﴾ کے اضافہ کے ساتھ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ جن عورتوں کے ساتھ تم ایک مدت مقرر تک نفع اندوز ہوتے رہے تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ، الْخ﴾ تو اس نے پہلی آیت اور قرأت کو منسوخ ٹھہرایا اور متعہ حرام ہو گیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ ﴿إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمَانُوكُمْ...﴾ یعنی فلاح پانے والے صرف وہی مومن ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی محافظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں پر یا مملوکہ لونڈیاں پر اور اس کے علاوہ تمام فرج حرام ہیں۔

ان دونوں روایتوں سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک بھی متعہ کو حرام کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس نے ﴿الِیْ اَجَلٍ مُّسْمًی﴾ کی تلاوت اور اس کے حکم

کو منسوخ ٹھہرایا ہے اور اس نے اس نسخ اور رفع اباحت میں مصلحت اور رحمت دیکھی۔ لہذا حضرت ابن عباس کی ان روایات کو نظر انداز کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور اس روایت کے ساتھ ان کی منافات بھی نہیں کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت باہتمام تام نفاذ اور عمل درآمد کرانے کے لحاظ سے ہے۔ اور اس کی ممنوعیت کا اعلان کرنے کے عذر اور تعلق ختم کرنے کے لحاظ سے ورنہ ایک جائز اور مباح کو حرام ٹھہرانے والے اور شریعت میں تغیر و تبدل کرنے والے شخص کے لئے دعاء رحمت کا کیا مطلب؟ حالانکہ آپ نے ذکر ہی دعاء رحمت کے ساتھ کیا ہے۔

سادہ سادہ: زنا سے مانع ہونے کے لحاظ سے متعہ کا وجوب یا استحباب اس وقت ثابت ہوتا جب اس کے علاوہ دوسری صورت موجود نہ ہوتی جب نکاح دوام یا لونڈیوں کے ساتھ نکاح جیسی صورتیں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادی ہیں تو پھر اس کا استحباب وغیرہ کیسے ثابت ہو گیا؟

سادہ سادہ: اگر متعہ صرف اس لئے مستحب ہونا لازم ہے کہ اس میں بوجہ زیادہ برداشت نہیں کرنا پڑتا تو پھر حرائر کے ساتھ نکاح دوام کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں اس کا حکم دیا جانا چاہیے تھا۔ حالانکہ اس ارجم الراحمین نے دوسروں کی لونڈیوں سے نکاح کرنے کی رخصت دی مگر متعہ کی رخصت نہ دی اور یہ رخصت بھی خوف زنا کے تحت دی اس لئے فرمایا:

﴿ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

اور لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی رخصت تم میں سے اس شخص کے لئے ہے جو رحمت تجرد سے خوفزدہ ہو (اور زنا کے ارتکاب سے اندیشہ ناک ہو) اور صبر کرنا تمہارا بہتر ہے (لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحمت والا ہے اس ارشاد تعالیٰ سے صاف ظاہر کہ رحمت کا اظہار اس نے صرف اس صورت میں فرمایا کہ حرہ سے نکاح کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں

نوندی کے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی۔ اُر متعہ رحمت ہوتا تو اس کا ذکر از حد ضروری تھا کیونکہ لونڈیوں میں نہ تو تہذیب و شائستگی اور تربیت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اولاد آزاد اور مالک حریت ہوتی ہے بلکہ لونڈی کے موٹی کی غلام بن جاتی ہے اور قیمت ادا کر کے باپ کو آزاد کرانا پڑتی ہے۔ اور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: کہ جس میں نکاح کرنے کی ہمت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیونکہ اس سے شہوانی طاقتوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔ لہذا ارحم الراحمین اور رحمۃ للعالمین ذاتوں نے جو صورت بیان فرمائی رحمت وہی ہے۔ اور سراسر مصلحت بھی وہی ہے نہ کہ ہم اپنی درایت اور دلالت عقل سے رحمتوں کے نئے باب کھولنے لگ جائیں۔

### متعہ خالص زنا ہے

جب کلام مجید کی آیات بینات سید الانبیاء ﷺ اجماع صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت اتفاق سے متعہ کی منسوخیت اور اس کی حرمت ثابت ہو گئی تو اب بلا ریب و تردہم کہتے ہیں کہ متعہ بالکل زنا ہے۔ اور اس کا مرتکب زنا کار اور فاسق و فاجر ہے اور یہی حکم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جیسے کہ بیہقی نے نقل کیا ہے کہ آپ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہی الزنا بعینہ۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۱۵۰)

لیکن شیعہ علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب اس بات پر بہت رنجیدہ و کبیدہ بلکہ سراپا غیظ و غضب اور مجسم اشتعال بنے نظر آتے ہیں کہ متعہ کو زنا اور فسق ترین فعل کیوں قرار دیا گیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

و اس کا مطلب یہ ہونہ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ نے زنا کو حلال کر دیا؟ حالانکہ اس

پر سب کا اتفاق ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں مباح و حلال تھا۔ (تجلیات صداقت ص ۳۰۰)

اقول و علی توفیقہ اعول:

ہماری گزارشات کے مطابق کتاب و سنت، اجماع امت اور علی الخصوص ائمہ اہل بیت کرام کے ارشادات سے اس فعل کی اباحت اور رخصت منسوخ ہو چکی اور اس کی حرمت ثابت ہو چکی تو اس کے بعد وہ یقیناً زنا ہے اور اس کا مرتکب فاسق و فاجر اور جب تک اس کی حرمت بیان نہیں ہوئی تھی تو اس کا مرتکب زنا کار نہیں تھا۔ علامہ موصوف کی منطق الٹی ہے کہ جو فعل حرام ہونے کے بعد زنا کہلاتا ہو اس کو تحریم سے پہلے بھی زنا کہنا چاہیے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر زنا کے حلال ٹھہرانے کی وجہ سے فتویٰ لگانا چاہیے۔ اب اس علامہ کو کون سمجھائے کہ عورت کے ساتھ جنسی تعلقات کی حدود شرعیہ سے تجاوز زنا کہا جاتا ہے۔ اور قوانین و احکام شرعیہ کی مخالفت زنا ہوگی نہ کہ مخالفت و تجاوز سے قبل ہی کوئی فعل زنا بن جائے گا۔

مثلاً ہماری شریعت میں دو بہنوں کو ایک شخص اپنے عقد کی نکاح میں نہیں رکھ سکتا لیکن پہلی شریعتوں میں یہ صورت عقد کی مباح اور جائز تھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے عقد میں دو سگی بہنیں تھیں حضرت لیا جو یہودہ کی والدہ تھیں اور حضرت راحیل جو سیدنا یوسف علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ اور موجودہ احکام میں تفاوت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾

اور تم پر دو بہنوں کو عقد نکاح میں جمع کرنا حرام کر دیا گیا ہے مگر وہ جو گزر چکا تو اس فرمان خداوندی کے بعد ایک بہن کے ہوتے ہوئے دوسری بہن سے شادی کرنے والے اور جنسی تعلق قائم کرنے والے کو زنا کا مرتکب نہیں کہیں گے اور کیا علامہ موصوف یہاں بھی ہم پر یہی اعتراض کریں گے کہ ان کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حلال کر دیا تھا؟

نیز حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں چونکہ سوائے آپ کی اولاد کے نسل انسانی کا وجود ہی نہیں تھا تا کہ ان کے ساتھ رشتہ داریاں قائم کر کے نسل انسانی کو بڑھایا جاسکتا اور اس نوع کی جاء کا سامان کیا جاسکتا لہذا اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم و حوا علیہما السلام میں باہمی ازدواجی تعلقات

قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اور اس طرح ہوتا تھا کہ ایک لٹن کے لڑکے کا دوسرے لٹن کی لڑکی کے ساتھ باہم نکاح کر دیا جاتا جیسے شیعہ کے عظیم مفسر علامہ طبری نے مجمع البیان میں اور انہی کے مورخ نے روضہ الشہداء میں اس کی تصریح کی ہے بلکہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس طرح منقول ہے ملاحظہ ہو۔

(انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۲۶۴ مولفہ سید نعمت اللہ الجزائری)

لیکن یہ حوالہ جات نقل کرنے کے بعد جزائری نے ڈھکوسل کی طرح اس پر اعتراض کر دیا کہ وہ دونوں لٹن والے بہن بھائی تھے لہذا ان کا باہمی نکاح کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اور یہ تو سراسر مجوسیت ہے اور ان کا جنسی تعلق قائم رکھنا زنا کا ارتکاب کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جس کا جواب دیتے ہوئے قاضی محمد طباطبائی نے اپنے استاد کاشف الغطاء کے حوالہ سے کہا:

ان الزنا ليس الا مخالفة القوانين الشرعية والنواميس المقررة من المشرع الحكيم وحيث ان في بدء الخليقة لا يمكن التناسل الا بهذا الوضع اجازة الشرع في وقته بوجود المقتضى وعدم المانع (حاشیہ انوار نعمانیہ ص ۲۶۴)

یعنی زنا تو قوانین شرعیہ کی مخالفت کا نام ہے اور منج حکمت سے صادر ہونے والے الہامی دائمی احکام کی خلاف ورزی کا اور ابتداء تخلیق میں تو والد و تاسل کا سوائے اس وضع و طریقہ کا امکان ہی نہیں تھا لہذا شریعت نے اس وقت میں اس عقد کے جواز و اباحت کا مقتضی اور موجب موجود ہونے کی وجہ سے اور مانع و موجب تحریم موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کا جائز رکھا اور جب یہ ضرورت پوری ہو گئی تو حفظ نسل اور احکام وراثت وغیرہ کی خاطر اس کو حرام فرما دیا لہذا اس کو زنا یا مجوسیت سے تعبیر کرنا سراسر غلط ہے۔

الغرض اب بہن بھائی کے عقد اور جنسی تعلق کے زنا ہونے میں کسی کو بحث اور کلام نہیں ہو سکتا۔ اور ابتداء و آغاز میں خود ائمہ کرام سے اس کا وقوع اور تحقیق منقول ہے اور شیعہ مفسرو

مورخ اور فقہا بھی اس کے قائل ہیں۔

لہذا علامہ ڈھکو صاحب کا متعہ کی اباحت و رخصت کے حرمت سے بدلنے اور زنا بن جانے پر حیرت و تعجب کا اظہار بذات خود محل تعجب ہے اور سراسر گھبراہٹ اور سرگردانی کا مظاہرہ ہے۔ مگر نہ تحقیق و تدقیق کی دنیا میں ایسے توہمات قائل کے علم و تحقیق کے نہیں بلکہ عقل و فہم کے لحاظ سے مفلس و فلاس ہونے کی بین برہان ہوا کرتے ہیں۔

## اس فتویٰ کی زد میں کون لوگ آتے ہیں؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ یہ فتویٰ دیکھنے سے قبل یہ دیکھنا تھا کہ اس کی زد میں کون کون بزرگ آتے ہیں۔ جوش کے ساتھ ہوش کی بھی ضرورت ہے ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔

(تجلیات ص ۳۰۰)

الجواب الصواب بتوفیق معطى السداد:

تحریم سے قبل یا اس کے علم سے قبل جو بزرگ سے بزرگ تر ہستی بھی اس فعل کا ارتکاب کرے اس پر کوئی فتویٰ لگ ہی نہیں سکتا جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام جنہوں نے خود اولاد کا باہمی ازدواجی تعلق قائم فرمایا۔ کیونکہ اس وقت یہ تعلق ممنوع و حرام نہیں تھا۔ لہذا ان پر فتویٰ لاگو نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ان حضرات صحابہ پر بھی جو تحریم سے قبل عقد متعہ کے مرتکب ہوئے اور بعد ازاں اگر کسی کو تحریم کا علم نہیں ہو سکا تو وہ معذور سمجھا جائے گا۔ بوجہ لاعلمی کے نہ کہ اس کا وہ فعل مباح اور جائز ہوگا۔

علامہ موصوف نے یہاں بھی اپنی وصیت و نصیحت کے برعکس صرف جوش کا مظاہرہ کیا۔ ہوش کا مظاہرہ نہیں کیا معذور سمجھا جانا اور مواخذہ نہ کیا جانا علیحدہ امر ہے اور اس فعل کا مباح اور جائز ہونا علیحدہ امر ہے۔ ایک شخص عمد احموت بولتا ہے تو وہ لعنت کا مستحق ہے۔ ﴿لَعْنَةُ اللَّهِ



علیٰ الکاذبین ﴿ لیکن غلطی کی بنا پر نادانستہ ایسی بات سرزد ہو جائے جو خلاف واقعہ ہو مگر اس کا گمان یہی ہے کہ جو میں نے کہا ہے واقعہ و حقیقت بھی اسی طرح ہے تو وہ لعنت کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور معذور سمجھا جائے گا۔ لہذا اعلامہ موصوف نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ صرف شاعرانہ انداز بیان اور صرف الفاظ کا کھیل ہونے کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور تحقیق و تدقیق کی دنیا میں پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

الغرض کتاب و سنت اور ائمہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال اور عقلی و نقلی دلائل سے یہ امر واضح اور عیاں ہو گیا کہ متعہ معروفہ حرام ہے اور اس کا مرتکب زنا کار ہے اور اس کی حلت و اباحت پر کوئی آیت اور حدیث دلالت نہیں کرتی اور اس ضمن میں شیعہ حضرات کے دلائل کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

## حصہ دوم

## کلمۃ التقدیم

﴿اعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾  
﴿اَمَّا بَعْدُ﴾

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں ہے کہ دین اسلام نے اللہ تعالیٰ کی امداد اعانت اور اس کے ازلی وعدہ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ کے تحت تمام ادیان عالم پر غلبہ اور برتری حاصل کر لی اور صرف دلائل و براہین سے اس کا مقابلہ ناممکن نہ بنایا بلکہ غازیان اسلام کی روز افزوں فتوحات سے اس کو اطراف و اکناف کے ممالک میں تمکین اور غلبہ ظاہری بھی عطا فرمایا حتیٰ کہ ایران، عراق، شام، فلسطین اور مصر وغیرہ سے مجوس، یہود اور عیسائی سلطنتوں کی بیخ کنی کر کے اپنے وعدہ ازلی ﴿وَلَيَمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾ کے مطابق وہاں پر دین اسلام کی حکومت قائم فرمائی اور یوں دین اسلام نظریاتی سطح پر بھی غلبہ اور تفوق سے بہرہ ور ہوا اور نظام کی حیثیت سے بھی نمایاں مقام حاصل کرنے والا مذہب قرار پایا لیکن دشمنان اسلام نے میدان کارزار میں گوغازیان اسلام کے مقابلہ و مقاتلہ کی ہمت اپنے اندر نہ پائی مگر اس کو دل جان سے تسلیم بھی نہیں کیا تھا اور بالکل ہی سپر انداز اور تن بتقدیر بھی نہیں ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے محاذ بدل کر لڑنے کا فیصلہ کیا جس کے لئے تجویز یہ طے پائی کہ اسلام میں داخل ہو کر اہل اسلام کا بظاہر ہمنوا بن کر ان میں ملک و سلطنت اور حکمرانی اور جہان بانی کے استحقاق کے لحاظ سے لڑا پیدا کر دو تا کہ باہم جنگ و جدال تک نوبت آجائے اور ہم ان کی ضربہائے شمشیر سے محفوظ ہی نہ ہو جائیں بلکہ ان کے باہمی جنگ و جدال اور قتل و قتل کو دیکھیں اور بغلیں میں اور خود ان کی تلواریں ان سے ہمارے بدلے لیں چنانچہ عبداللہ بن سبا یہودی نے ۳۵ھ

میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف یہی سازش کی اور بنو امیہ اور بنو ہاشم کا ٹکراؤ پیدا کر کے اور ہزاروں مسلمانوں کو اپنی تلواروں سے تہ تیغ ہوتے دیکھ کر اور سلسلہ فتوحات کی یکسر بندش دیکھ کر گھمی کے چراغ جلانے ملاحظہ ہو (تاریخ التواریخ جلد ثانی صفحہ ۵۲۳) لیکن صرف اس اقدام سے ان کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی ہوا بلکہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غیبی خبر کو سچا کر دیا ﴿ان ابنی هذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتين عظیمین من المسلمین﴾ کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عالی ہمت امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت اہل اسلام سے دو عظیم گمراہوں میں صلح کرے گا۔

چنانچہ آپ نے اپنی خلافت و امارت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر کے باہمی اغتیار و اختلاف کا سدباب کر دیا اس لئے انہوں نے اس سازش کے ساتھ ساتھ نظریاتی اور عملی محاذ پر بھی دین اسلام کے خلاف سازش کا ناکام منصوبہ بنایا اور اہل اسلام کو غلط نظریات اور فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال و افعال کے ذریعے بے دین بنانے کی کوشش کی تاکہ اگر مسلمان کہلائیں تو بھی حقیقت میں مسلمان نہ ہوں بلکہ مجوسی، یہودی اور نصرانی یا ماور پدرا آزاد ہوں چنانچہ اسی مقصد کو بروئے کار لاتے ہوئے یہود و مجوس وغیرہ نے اہل اسلام میں حلول و اتحاد تجسیم تشبیہ والوہیت علی والوہیت اولاد علی، نبوت علی وآل علی، خلافت بلا فصل اور وصیت وغیرہ کے عقائد داخل کئے معرفت امام کو نماز و روزہ کی جگہ کافی قرار دے کر اعمال کی اہمیت کو ختم کر دیا بلکہ ان کو عیاش، شہوت پرست اور آوارہ بنانے کے لئے ہزار ہزار عورتوں کے ساتھ متعہ کو جائز قرار دیا اور گواہوں کے تکلف کو بھی ختم کیا اور ساتھ ہی نان نفقہ اور سکونت مہیا کرنے کے بارگراں کو بھی معاف کر دیا اور اجرت بھی اتنی معمولی رکھی کہ ہر کس و ناکس ہزاروں عورتوں کو وہ اجرت مہیا کر سکے یعنی جو یا گندم کی مٹھی، مسواک یا پانی کا گلاس پھر اس پر بھی بس نہ کی بلکہ قوم لوط کے عمل کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مباح قرار دے دیا یعنی اپنی عورتوں کے ساتھ لواطت کو مباح قرار

دے دیا اور مجوس کے نظریہ تحلیل محارم کو بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اسلام کا حصہ بنا دیا مجوس کا عقیدہ یہ ہے کہ ماں، بہن اور دیگر محارم انسان کے لئے حلال ہیں مگر انہوں نے تھوڑے سے ریشم کے ٹکرے کو آلہ تناسل پر لپیٹ کر ماں، بہن اور خالہ پھوپھی سے مباشرت کو جائز کر دیا اسی طرح سپر پارٹس کے طور پر عورتوں کو استعمال کرنے کا طریقہ جاری کر دیا مثلاً ایک شخص کی لوٹھی ہے اور دوسرے کو ضرورت پیش آگئی تو وہ چند دن کے لئے متاع مستعار کے طور پر استعمال کر کے واپس کر دے بلکہ آقاؤں اور غلاموں میں کاروباری شراکت کے طور پر اس جنسی تعلق کو مباح کر دیا لوٹھی مالک کی ہے نکاح غلام کا ہو گیا ہے مگر جب مالک کی مرضی بن جائے وہ بھی اس کو استعمال کر سکتا ہے وہی ہذا القیاس اور یہ حقیقت کسی سے بھی مخفی نہیں کہ ہر شخص طبعاً شہوانی امور کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور بالخصوص عورتوں کے معاملہ میں آزادی تو اس کو بہت مرغوب ہوتی ہے اسی لئے انگریز جن جن علاقوں پر غالب آتے رہے اور متصرف و حاکم بنے تو انہوں نے عورتوں کی آزادی کا علم بلند کیا اور مخلوط تعلیم کا سلسلہ جاری کر کے جنسی بے راہ روی کو عام کر دیا جس کا تدارک اب ناممکن ہو گیا ہے وہ خود تباہ حال تھے ہی انہوں نے اہل اسلام کو بھی اس تباہی و بربادی سے دوچار کر دیا۔

الغرض ان کا یہ عمل اور طرز و طریق بھی اس سازش کا حصہ ہے جس سے نئی نسلوں کو عملاً عیسائی، یہودی اور مجوسی بنا دیا گیا اور صرف اسلامی نام ہی مسلمان ہونے کی علامت رہ گئے ورنہ نہ نظریات اسلامی اور نہ ہی عمل و کردار اسلامی رہ گیا۔ تم بالائے تم یہ کہ ان نظریات، فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال کی ترویج و اشاعت کسی ایسے ہی نام سے کرنی تھی جس کا اسلام میں تقدس حاصل ہوتا اور عظمت و رفعت تو اس کے لئے اکابر اہل بیت کے نام استعمال کیے اور بالخصوص امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ حالانکہ ان کا اور تمام اہل بیت کرام کا مذہب وہی تھا جو اہل سنت و الجماعت کا مذہب ہے اور وہی مقدس ہستیاں ان کی ان

نقائد اور اعمال میں امام اور قائد تھیں اور ہیں لیکن انہوں نے مکاری اور عیاری سے ان کو ڈر پوک بزدل اور خوف و خشیت کا شکار قرار دے کر ان کے دو مذہب بنا ڈالے ایک ظاہری اور علانیہ جو جمہور اہل اسلام کے مطابق تھا جو محض جان بچانے کے لئے ظاہر کرتے تھے اور تقیہ پر مبنی تھا اور دوسرا حقیقی اور باطنی جو چند خواص کے سامنے ظاہر کرتے تھے اور لطف یہ کہ ائمہ کا بالعموم مسکن مدینہ منورہ رہا لیکن خفیہ ذرائع سے ان کا مذہب عراق میں پھلتا پھولتا رہا کیونکہ وہ خاص اور محرم اسرار اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس زمانہ کے ذرائع رسل و رسائل محدود تھے اور یہ مذہب و نظریہ بھی اندر ہی اندر تقیہ اور رازداری کے انداز میں چلایا جاتا تھا۔ لہذا ائمہ کرام تک اطلاع پہنچتے پہنچتے بہت وقت لگ جاتا تھا اور اس دوران وہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہوتے تھے اور جب ائمہ کرام ان کے حق میں فرماتے کہ یہ یہود اور مجوس کی مانند ہیں اور تثلیث کے قائلین سے بھی بدترین ہیں اور یہ جھوٹے، مکار اور مفتری بہتان پرداز ہیں تو یہ لوگ اس کی تاویل یہ کرتے کہ دراصل امام کو ہم سے بڑا پیارا اور لگاؤ ہے مگر ہم پر جمہور اہل اسلام کی طرف سے قتل اور غیظ و غضب سے ڈرتے ہیں اس لئے اس طرح کے کلمات فرماتے ہیں گویا گالیاں نہیں بلکہ ہمارے لئے تیغ بند تعویذ اور ہماری حرز و حفاظت کی ضمانت ہیں۔ (رجال کشی و حاشیہ)

الغرض اس طرح ان دشمنان دین اسلام نے ائمہ کرام پر بہتان اور افتراء سے کام لے کر خفیہ اور رازدارانہ انداز میں اس بے دینی کو امت میں رائج کر دیا اور شہوت کے پتلوں نے اس کو دل و جان سے قبول کر لیا اور اس کو واقعی اہل بیت کرام کا مذہب و دین اور عقیدہ و نظریہ تسلیم کر لیا حاشا و کلا وہ مقدس ہستیاں ان مکروہ اور سراپا ضلالت اعمال و اطوار سے ان کو جائز قرار دینے سے بالکل مبرا اور منزہ ہیں اور یہ صرف ان دشمنان دین اسلام کی سازشی کارروائی تھی جس کے ذریعے انہوں نے اسلام پر خاتم بدہن کاری ضرب لگانے کی مذموم کوشش کی۔

قارئین کرام! پہلے پہل ان بد اعمالیوں اور شہوت رانی کے ان شیطانی طریقوں کا مذہب شیعہ

کے آئینہ میں مشاہدہ فرمائیں اور اس کے بعد اسلامی مقدس اور منزہ نظریہ ملاحظہ ہو اور خود ہی محاکمہ فرمائیں کہ آیا روح اسلام کے مطابق اور نبوی تعلیمات اور ائمہ کرام کی روش و کردار کے مطابق یہ اعمال و افعال ہیں جن کو شیعوہ صاحبان نے جاری کیا ہے یا وہ جس کے اہل سنت و جماعت قائل اور معتقد ہیں۔

﴿ان اريد الاصلاح وما توفيقى الا بالله عليه توكلت واليه

انيب، ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين﴾

## باب اول

### متعہ کے بیان میں

متعہ کافر عورتوں سے جائز ہے مگر ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں

۱۔ ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لا باس ان یتمتع الرجل بالیہودیة والنصرانیة  
وعندہ حرۃ﴾ (استبصار ص ۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حرہ اور آزاد عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے  
یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۲۔ ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لا باس للرجل ان یتمتع بالمجوسیة﴾  
(استبصار ص ۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مرد کے لئے مجوسی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں  
حرج نہیں ہے۔

۳۔ ﴿عن محمد بن سنان عن الرضاء علیہ السلام قال سالتہ عن نکاح  
الیہودیة والنصرانیة فقال لا باس بہ فقلت المجوسیة قال لا باس بہ یعنی  
متعہ﴾ (استبصار ص ۷۸)

محمد بن سنان سے مروی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے یہودی اور نصرانی  
عورت کے ساتھ نکاح متعہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے تو میں  
نے عرض کیا مجوسی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے تو آپ نے فرمایا اس میں حرج نہیں یعنی متعہ کے  
طور پر (نہ کہ دائمی نکاح کے طور پر) ملاحظہ ہو (الاستبصار ص ۷۸)

۴۔ برہان المتعہ میں شیعہ فاضل ابوالقاسم ابن الحسین لکھتا ہے:-

نزد اصحاب ما عقد دائم بازناں اہل کتاب ابتدائی صحیح نیست بخلاف متعہ کہ بازناں یہود و نصاریٰ جائز است اما بازناں مجوس ترک احوط است (برہان المتعہ ص ۵۴)

ہمارے علمائے اعلام کے نزدیک دائمی نکاح تو اہل کتاب یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جائز نہیں ہے البتہ متعہ کا حکم اس سے مختلف ہے وہ ان عورتوں کے ساتھ جائز ہے مگر مجوسی عورتوں کے ساتھ محتاط امر یہ ہے کہ متعہ نہ کیا جائے (مگر حرام اور ناجائز نہیں ہے)۔

۵۔ استبصار میں ابو جعفر طوسی نے مستقل باب قائم کیا ہے۔ ﴿تحريم نکاح الکوافر من سائر اصناف الکفار﴾ یعنی ہر قسم کے کافروں کی کافرہ عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہونے کا بیان اور جن روایات میں یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے ان کی توجیہ کرتے ہوئے کہا۔

﴿الاجبار التي تضمنت جواز نکاح اليهوديات و النصرانيات فانها تحتمل وجوها من التاويل منها ان يكون خرجت مخرج التقية لان جميع من خالفنا يذهبون الى جواز ذلك فيجوز ان يكون هذه الاخبار وردت موافقة لهم كما وردت نظائر المثل ذلك (الى) ومنها ان يتناول ذلك اباحة العقد عليهن عقد المتعة دون نکاح الدوام على ما بيناه فيما مضى﴾

وہ روایات جو یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں مختلف وجوہ تاویل کا احتمال ہے۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ ایسی روایات تقیہ پر محمول ہیں کیونکہ جتنے فرقے شیعہ کے علاوہ ہیں وہ سب اس نکاح کو جائز رکھتے ہیں لہذا ائمہ اہل بیت کی روایات بھی از روئے تقیہ عام اہل اسلام کے ساتھ ظاہری موافقت (اور در پردہ مخالفت) پر مبنی ہیں اور آخری توجیہ یہ ہے کہ ان میں نکاح سے مراد عقد متعہ ہے نہ کہ دائمی نکاح اور عقد متعہ ان عورتوں



کے ساتھ جائز ہے جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

## یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جواز نکاح منسوخ

۱۔ امام ابوالحسن رضا نے ابو محمد حسن بن الجہم سے دریافت فرمایا کہ جو شخص مسلمان بیوی کے ہوتے ہوئے نصرانی عورت کے ساتھ شادی کرے اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میں آپ پر فدا ہوں تمہارے سامنے میرا کچھ کہنا جسارت ہے آپ نے فرمایا نہیں ضرور جواب دو تاکہ اس طرح تمہیں میری رائے معلوم ہو سکے چنانچہ میں نے کہا نصرانی عورت کے ساتھ نکاح قطعاً درست نہیں ہے خواہ مسلمان بیوی موجود ہو یا غیر مسلمہ انہوں نے دریافت کیا وہ کیوں؟ تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُوْمِنَ مُشْرِكِ عورتوں کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں انہوں نے فرمایا تو اس آیت کے متعلق کیا کہتا ہے:-

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اہل ایمان میں سے محصنات اور تم سے پہلے اہل کتاب کی محصنہ عورتوں کے ساتھ نکاح حلال ہے میں نے کہا یہ حکم پہلے کا ہے اور قول باری تعالیٰ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُوْمِنَ﴾ نے اس کو منسوخ کر دیا ہے تو آپ مسکرائے (اور کوئی رد و قدح نہ فرمایا)۔

۲۔ ذرارہ ابن اعین سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ تو آپ نے فرمایا ﴿منسوخة بقوله وَلَا تَمْسِكُوا بِعَصَمِ الْكُوفَرِ﴾ یعنی یہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے کہ کافر عورتوں کو عقد نکاح میں نہ روکو۔ (استبصار ج ۲)۔

۳۔ اور منہج الصادقین میں ہے متاخر و ناصحاب ما حکم کرد و اند بکل کتابیات در منعہ نہ در غیر آن

(جلد اول ۵۰۷)

فائدہ: ان روایات سے نکاح اور منعہ کا فرق اچھی طرح واضح ہو گیا کہ یہودی، نصرانی اور مجوسی عورتوں سے نکاح ناجائز مگر منعہ جائز۔ کیا منعہ نکاح نہیں ہے یا کفر و شرک وقتی طور پر قابل قبول ہے اور دائمی طور پر قابل قبول نہیں؟ بلکہ قرآن مجید میں جب مطلقاً مشرک عورتوں سے نکاح ممنوع ہے تو پھر وقتی اور دائمی دونوں ممنوع ہوں گے اور جب منعہ جائز رہا گیا تو اس کو نکاح کہنا از روئے قرآن غلط ہو گیا۔

### منعہ ہزار عورتوں سے بھی جائز ہے

۱۔ بکر بن محمد ازدی سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوالحسن الرضا سے دریافت کیا ہسی من الاربع قال لا کیا منعہ صرف چار عورتوں سے جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں (اس میں پابندی جائز نہیں ہے)۔

۲۔ زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کیا منعہ ما بحل من المتعنتہ؟ قال کم شنت ﴿منعہ کتنی عورتوں سے جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا جتنی عورتوں سے چاہے۔

۳۔ ابوبصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے منعہ کے متعلق دریافت کیا گیا ہسی من الاربعۃ؟ قال لا ولا من السبعین ﴿کیا منعہ صرف چار عورتوں کے ساتھ جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں چار تو کیا اس میں ستر کی پابندی بھی نہیں۔

۴۔ عبید اللہ بن زرارہ اپنے باپ کے واسطے سے حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ آپ سے منعہ کے متعلق استفسار کیا گیا کہ صرف چار عورتوں سے ہو سکتا

ہے تو آپ نے فرمایا تزوج منہن الفا تو نذر عورتوں کے ساتھ متعہ کر کے تفسیر منہن الصادقین، جلد دوم ص ۴۹۶ پر مرقوم ہے در نکاح متعہ عدد زوجات نیست اور برہان المتعہ ص ۶۴ متعات زیادہ چہار عدد و بلا حصر جائز است۔ الغرض یہ شیخ صاحبان کا حتمی اور یقینی نظریہ ہے جس میں کوئی اختلافی قول ذکر نہیں کیا گیا استبصار میں مستقل ہے ان قائم کر کے کہا ﴿باب یجوز الجمع بین لا کثر من الاربع﴾ ملاحظہ ہو (ج ۲، ص ۷۹) اور (فروع کافی ج ۲، ص ۱۹۱) پر لکھا ہے ﴿باب انہن من الاماء لیست من الاربع﴾

د۔ محمد بن مسلم امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿المتعہ لیست من الاربع لانہا لا تطلق ولا ترث ولا تورث وانما ہی مستاجرة وقال عدتها خمسة واربعون لیلۃ﴾ متعہ میں چار کا عدد معتبر نہیں (بلکہ ہزار عورت سے ہو سکتا ہے) کیونکہ اگر کوئی طلاق دی جاتی ہے نہ وہ وارث بنتی ہے اور نہ اس کے ساتھ متعہ کرنے والا اس کا وارث بنتا ہے وہ تو صرف اجرت پر ملی ہوئی عورت ہے اور فرمایا کہ اس کی عدت پختالیس دن ہیں۔ لہذا یہ حلوائے بے دود ہے اور مفت کی شراب عقیق و ریحق اس میں کمی و کوتاہی تو محرومی کی علامت ہے۔

باب بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

نبی اکرم ﷺ کی امت کے لئے حکم قرآنی

فائدہ: یار رہے کہ قرآن مجید میں حلال حرہ عورتوں میں سے صرف چار کے ساتھ نکاح جائز رکھا گیا ہے ﴿فانکحوا ما طاب لکم من النساء منی و ثلاث و رباع﴾ جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ان میں سے دو دو یا تین تین یا چار چار کے ساتھ نکاح کر لو۔ لیکن اس صورت میں بھی عدالت نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو صرف ایک عورت کے ساتھ نکاح کرو

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ اور پھر لونڈیوں کے ساتھ مباشرت پر اکتفا کرو مگر متعہ کا عقد کس قدر رنگیلا شامی طریقہ ہے کہ بیک وقت بہار عورت ہو تو بھی خوب تر ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ متعہ نکاح نہیں ہے یا دوسرے نکاح سے اس کا حکم الگ ہے؟ صورت اولیٰ میں اس کا جائز ماننا ممکن نہیں ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ آیت بتلائی جائے جس سے ثابت ہو کہ حرہ عورتوں کے ساتھ متعہ بلا عدوا اور بلا حصر جائز ہے ﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾

### عقد متعہ میں باپ و دادا کی اجازت ضروری نہیں

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے سوال کیا کہ مرد نو جوان عورت کے ساتھ متعہ کر سکتا ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں کر سکتا ہے۔ الا ان تکون صبیۃ تخذع قلت اصلحک اللہ فکم الحد الذی اذا بلغت لم تخذع قال بنت و عشر سنین البتہ اگر بیچی ہو اس کو دھوکہ دیا جا سکتا ہو تو پھر (اذن ولی) کے بغیر جائز نہیں۔ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ اس کے لئے عمر کی کیا حد ہے جس تک پہنچ کر دھوکہ کھانے سے بچ سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا دس سال یعنی اس عمر کو پہنچ جائے تو متعہ کے معاملہ میں تو خود مختار ہے (مگر نکاح کے معاملہ میں خود مختار نہیں بلکہ اذن ولی لازمی ہے)

۲۔ امام ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا جو باکرہ اور نو جوان لڑکیاں اپنے والدین کے پاس ہوتی ہیں ان کے ساتھ متعہ کرنے میں والدین کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا لا باس ولا اقول کما یقول هولاء الاقشاب۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور میں نہیں کہتا جس طرح کہ یہ کور مغز کہتے ہیں۔ یعنی بلا اذن ولی متعہ کے ناجائز

ہونے کا قول کرتے ہیں۔

۳۔ ایک شخص سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔

عن التمتع بالبکر اذا كانت بين ابويها بلا اذن ابويها، قال لا بأس به ما لم يقتض ما هنالك لتعف بذلك۔

کیا جب نوجوان لڑکی والدین کے زیر سایہ ہو تو ان کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ متعہ کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے جب تک کوئی موجب اذن کا نہ ہو کیونکہ اس طرح اس کو عفت اور پاکدامنی حاصل ہوگی۔

فائدہ: جو دس سال کی عمر سے متعہ کرنے میں مصروف ہو جائے اور بلوغت سے قبل ہی والدین اور اقربا کی اجازت سے بے نیاز ہو اس کی عفت اور پاکدامنی کو کسی طرح کا خطرہ کب لاحق ہو سکتا ہے اور خدا جانے یہ لڑکیاں کس درس گاہ کی تربیت یافتہ ہوں گی کہ اس نوعمری میں بھی کوئی ان کو دھوکہ فریب نہیں دے سکے گا کہاں ہیں غیور ماں باپ جو اس صورت حال کو دیکھ کر بھی اس مذہب کے بانیوں کی اصلیت اور حقیقی چہرہ نہ پہچان سکیں۔

## عقد متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں

۱۔ حارث بن مغیرہ سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا مایجوز فی المتعہ من المشہود؟ قال رجل وامرء تان، قلت فان کرہ الشہود قال یجزیہ رجل وانما ذلک لمکان المرءۃ للاتقول فی نفسہا هذا فجوز۔ متعہ میں کتنے گواہ درست ہیں؟ فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر متعہ کرنے والا گواہوں کو ناپسند کرے تو فرمایا صرف ایک آدمی بھی کافی ہے اور اس کی ضرورت بھی صرف متعہ والی عورت کی تسلی کے لئے ہے تاکہ وہ اس کو فحور اور زنانہ سمجھے (ورنہ اس عقد کے لئے

گواہ کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اگر متعہ کی حقیقت سے واقف ہو تو ایک گواہ کا تکلف بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے)

۲۔ معلیٰ بن خیس کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا متعہ میں کتنے گواہ درست ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر انہیں گواہ نہ ملے تو انہوں نے کہا نہیں اس قدر گواہوں سے تو عاجز نہیں ہو سکتے تو میں نے کہا اچھا یہ بتلائیے اگر وہ اس سے خوف محسوس کریں کہ ہمارے متعہ کا کسی کو علم ہو تو ایک آدمی کی گواہی کافی ہو سکتی ہے (جو محرم راز ہواہر افشائے رازت گریز اس ہو) تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا: یا نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں مسلمان لوگ گواہوں کے بغیر نکاح کیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا نہیں

قلت: ارایت ان اشفقوا ان يعلم بهم احد۔ ایجزیہم رجل واحد قال نعم قال جعلت فداک اکان المسلمون علی عهد النبی ﷺ يتزوجون بغیر بینة

قال: لا

۳۔ زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا ﴿عن رجل تزوج متعة بغیر شہود فقال لا بأس بالتزویج البتة بغیر شہود فیما بینہ وبين اللہ و انما جعل الشہود فی تزویج البتة لاجل الولد ولو لا ذلك لم یکن بہ بناس﴾ ایک آدمی عقد متعہ بغیر گواہوں کے کرنے کو کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اس میں حرج نہیں۔ نکاح دائمی میں گواہی کا اعتبار بھی صرف اولاد کے لئے ہوتا ہے (تا کہ ان کا نسب ثابت ہو سکے) اگر یہ مقصد پیش نظر نہ ہوتا تو نہ لوگوں کے بڑے خوف سے کوئی ضرورت گواہوں کی تھی اور نہ ہی بندے اور اللہ تعالیٰ کے باہمی معاملہ کے لحاظ سے (اور متعہ میں تو اولاد مقصود ہی نہیں ہوتی، بنیادی مقصد تسکین نفس اور قضائے شہوت ہوتا ہے لہذا گواہوں کی کیا ضرورت؟)

ابو جعفر طوسی (صاحب استبصار و تہذیب الاحکام وغیرہ)۔ آخری اور پہلا روایت میں

تطبیق دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ان روایات سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ متعہ کا عقد بغیر گواہوں کے جائز نہیں ہوتا لہذا لیس فی الخبر المنع من جواز النکاح بغیر بینة۔ کیونکہ اس روایت میں عقد متعہ سے گواہ نہ ہونے کی صورت میں منع نہیں فرمایا گیا۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اہل اسلام کا طور طریقہ بیان کیا گیا ہے انہم ماتزوجوا لابیئنا وذلك هو الافضل کہ وہ گواہوں کے بغیر نکاح نہیں کرتے تھے اور وہ طریقہ افضل ضرور ہے (مگر بغیر گواہوں کے نکاح، متعہ کے عدم جواز کو مستلزم نہیں ہے)

دوسری وجہ تطبیق یہ بیان کی گئی ہے کہ گواہوں کی ضرورت صرف اس وقت ہوگی جب عورت عارفہ نہ ہو اور متعہ کی حقیقت کو نہ سمجھتی ہو بلکہ بغیر گواہوں کے انعقاد پذیر ہونے والے متعہ کو فحور اور زنا سمجھتی ہو تو اس کا یہ وہم دور کرنے کے لئے ایک گواہ رکھ لیا جائے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔ یمكن ان یکون الخبر ورد مورد لاحتیاط دون الا یجاب مثلاً تعتقد المرءة ان ذلك فحور اذالم تکن من ابل المعرفة۔

ف: اگر انہیں ہوش سنبھالتے ہی متعہ کی حقیقت سمجھا دی جائے اور ان کا یہ بے جا وہم دور کر دیا جائے تو کسی کو خبر تک نہ ہونے پائے کہ کس کی عیدیں ہو رہی ہیں اور کس کس کی عزت و آبرو برباد ہو رہی ہے۔

## دو آدمیوں کے متعہ اور نکاح کا اجتماع ایک عورت کے ساتھ

مگر افسوس! کبھی کبھی یہ عرفان اور اخفاء بیکار ثابت ہوتا ہے جب عقد متعہ سے بے خبر والدین لڑکی کا دوسری جگہ عقد کر دیتے ہیں اور متعہ والے عقد کا اظہار اور ابھی عہد و پیمان کے ایام کی بقاء کا بیان خطرہ جان ثابت ہوتا ہے ایک ایسے ہی نامراد محبت کی داستان غم اور امام کا درم درکش والا فرمان سنئے۔

﴿عن المهلب الدلال انه كتب الى ابي الحسن عليه السلام ان امرءة

كانت معي في الدار ثم انها زوجتني نفسها فاشهدت الله وملائكته ورسله علي ذلك ثم ان اباها زوجها من رجل اخر فما تقول فكتب التزويج الدائم لا يكون الا بولي وشاهدين ولا يكون تزويج متعة بغير استر علي نفسك واكرم رحمك الله﴾ (استبصار ۲، ص ۷۹)

مہلب دلال سے مروی کہ اس نے امام ابو الحسن علیہ السلام کی طرف لکھا کہ عورت میرے ساتھ مکان میں رہتی تھی پھر اس نے اپنا عقد میرے ساتھ کر دیا اور میں نے اس عقد پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور سب رسل کرام کو گواہ بنایا۔ لیکن اس کے باپ نے اس کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کر دیا تو کوئی حل بتائیں؟

آپ نے فرمایا: دائمی نکاح ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا اور کنواری عورت کے ساتھ عقد متعہ اس طرح نہیں ہوتا بلکہ اس میں نہ اذن ولی ضروری ہے اور نہ گواہ مگر اس کو چھپا اور دم درکش اللہ تجھ پر رحم کرے (امام تو یہی دعا کر سکتے تھے اور یہی تلقین ہی ورنہ یہ تو ان بڑے بڑے گواہوں کا کام تھا کہ اس لڑکی کے باپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے روکتے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

ف: نکاح دائم میں بھی ولی اور گواہوں کی شرط تقیہ پر مبنی ہے۔ ورنہ اصل مذہب روافض کا یہی ہے کہ قطعاً کسی عقد میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ابو جعفر طوسی کہتا ہے: الخبر خرج منخرج التقیة يدل على ذلك ما روہ۔۔۔ الخ اور برہان المعہ میں تصریح کر دی ہے۔ اعلان و شہود نزد اصحاب مادر دائم و منقطع شرط نیست بل مستحب این مگر ترس اتہام باشد یافتہ دیگر متب میشود اعلان و شہود در آن وقت احوط است۔ ہمارے علماء کے نزدیک نکاح دائمی



اور متعہ میں اعلان اور گواہ عقد کی صحت کے لئے ضروری نہیں ہیں بلکہ مستحب ہیں ہاں تہمت کا اندیشہ ہو یا کسی دوسرے فتنے کا تو اس وقت اعلان کرنا اور گواہ بنانا زیادہ بہتر ہوتا ہے برہان المتعہ ص ۶۶ اور جامع عباسی ج ۲ ص ۱۱۷ میں ہے۔ گواہ گرفتن در عقد متعہ سنت نیست چنانکہ در دائم سنت است، عقد متعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں جیسے کہ نکاح دائم میں مسنون ہے۔

## عقد متعہ چھپانے کا حیلہ اور تجدید نکاح کا بہانہ

عن اسحاق بن عمار قال قلت لابی الحسن موسیٰ علیہ السلام: رجل تزوج امرأة متعة ثم وثب علیها اهلها فزوجها بغير اذنها علانية والمرءة امرءة صدق كيف الحيلة؟ قال لا تمكن زوجها من نفسها حتى ينقضی شرطها وعدتها قلت ان شرطها سنة ولا یصبر لها زوجها ولا اهلها سنة، قال فلیتق الله زوجها الاول ولیتصدق علیها بالایام فانها قد ابتلیت والدار دار هدنة و المومنون فی تقية، قلت فانه تصدق علیها باياها وانقضت عدتها فمات صنع؟ قال اذا خلا الرجل بها فلتقل هی یا هذا ان اهلی وثبوا علی فزوجونی منك بغير امری ولم یستامرونی وانی الان قد رضیت فاستانف انت الان فتزوجنی تزویجا صحیحاً فیما بینی و بینک۔

اسحاق بن عمار کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا مگر عورت کے ورثاء نے اس اذن کے بغیر اس کا زبردستی دوسری جگہ علانیہ نکاح کر دیا عورت سچی ہے اور وہ جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتی (اور اپنا عقد متعہ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی) لہذا کوئی حیلہ بتادو، آپ نے فرمایا: ایام متعہ پورے ہونے تک اور متعہ کی عدت گزرنے تک پچھلے خاوند کو قریب نہ آنے دے (اور پہلے کا حق و فاداری اور حق نمک ادا

کرائے) میں نے عرض کیا کہ ایام متعہ جو طے ہوئے تھے وہ ہیں پورا سال۔ اتنا عرصہ نہ دوسرا خاوند صبر کر سکتا ہے اور نہ عورت کے ولی و وارث۔ تو آپ نے فرمایا: تو پھر پہلا خاوند خدا کا خوف کرے اور جو کچھ منفعت اٹھالی ہے اسی کو غنیمت سمجھے اور بقیہ عرصہ اس عورت کو معاف کر دے کیونکہ وہ بچاری بری طرح پھنس گئی اور یہ ملک دار اسلام نہیں، محض دار صلح ہے اور مومن ابھی تقیہ میں ہیں۔ (متعہ علانیہ نہیں کر سکتے اور خفیہ یاری لگانے میں اس طرح کا ابتلاء و امتحان آ ہی جاتا ہے) میں نے کہا اس نے بقیہ ایام تو معاف کر دیئے ہیں اور عدت بھی گزر گئی ہے (کیونکہ اس کا پیر کامل تھا اور معرفت کے مقام تک واصل ہو چکا تھا) لیکن اب مسئلہ صرف اتنا رہ گیا ہے کہ پہلے جو علانیہ نکاح پڑھا گیا وہ تو ایام متعہ میں تھا، لہذا کالعدم ٹھہرا اور دوبارہ پڑھنے کے لئے کہے تو پردہ اٹھتا ہے) اب وہ کیا کرے؟ تو امام موصوف نے فرمایا: جب خاوند اس کے ساتھ خلوت کرے تو اسے کہے: اے میرے آقا و محبوب! میرے والدین نے میرا نکاح زبردستی تیرے ساتھ کر دیا تھا اور مجھ سے مشورہ نہیں لیا تھا (اور میں ڈر خوف کے مارے چپ چاپ پاکی میں بیٹھ کر سسرال آگئی) لیکن اب یہاں پہنچ کر میں راضی ہو گئی لہذا اب نئے سرے سے میرے ساتھ عقد نکاح کر لے اور یہ معاملہ صرف تیرے اور میرے درمیان رہے (کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے، ورنہ والدین ناراض ہو جائیں گے کہ ہمارا نکاح پسند نہ آیا اور اپنے طور پر نئے سرے سے کیا اور ہو سکتا ہے کہ کچھ شکوک و شبہات بھی پیدا ہونے لگیں)۔

اقول انہیں ابتلاء کے ایام کو مد نظر رکھتے ہوئے مومنین کے لئے نکاح دائمی میں بھی گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہ ٹھہرایا گیا تاکہ میاں بیوی ایک دوسرے پر راضی ہو جائیں اور پچھلے کئے دھرے پر پردے پڑے رہیں ماشاء اللہ اماموں نے اپنے شیعہ صاحبان کے لئے کیا کیا سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ ان مقدس ہستیوں پر کیا کیا بہتان باندھے گئے ہیں۔

## متعہ صرف عقیفہ عورتوں سے درست ہے

۱۔ ابو سارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: آیا متعہ درست ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بالکل حلال ہے۔

فقہ قال لی حلال ولا تزوج الا عقیفة ان اللہ یقول والذین ہم

لفرو وجہم حافظون فقال لا تضع فرجک حیث لا تأمن علی درہمک

لیکن متعہ صرف عقیفہ لڑکی سے کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مؤمن فلاج پانے والے ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں لہذا اپنی شرمگاہ کو وہاں استعمال نہ کر جہاں تجھے اپنے درہم کے متعلق اطمینان نہیں۔

## عقیفہ ہونے کی سند کیا ہے

۱۔ عن میسرہ قال: قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام: القی المرأة بالغلاة التي

لیس بہا احد فاقول لها: هل لك زوج؟ فتقول: لا فاتزوجها قال: نعم ہی

المصدقہ علی نفسہا میسرہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

اگر میں ایک عورت کو ویرانے میں ملوں جہاں کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اور اس سے

دریافت کروں: کیا تیرا خاوند ہے؟ وہ کہے میرا خاوند نہیں ہے تو کیا (اس جنگل کو منگل بنانے کے

لئے اور ویرانہ کو آباد کرنے کے لئے) اس سے متعہ کروں (مزید تحقیق کی گنجائش ہی نہیں) آپ

نے فرمایا: ہاں متعہ کر لو، اپنے متعلق جو کچھ اس نے کہا ہے اس کو سچا جاننا لازم ہے۔

۲۔ ابان بن تغلب سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا

۔ ہانی اکون فی بعض الطرقات فاری المرأة الحسناء ولا امن ان تكون ذات

بعل او من العواہر قال: لیس هذا علیک انما علیک ان تصدقہا فی نفسہا

اگر میں سفر پر ہوں اور برسرِ راہ کسی جگہ ایک پیکرِ حسن و جمال پر نظر پڑے (اور دوسرا آدمی بھی وہاں کوئی نہ ہو اور بذاتِ خود مجھے یہ اندیشہ بھی ہو کہ عورت ہو سکتا ہے خاوندِ والی ہو یا زنا کار۔ فرمایا: اس قسم کے اوہام و ظنون میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں بس تجھے اس کی قسم اور اس کے قول پر یقین لازم ہے۔

خیمہ در ملک یقین زن کہ گماں چیزے نیست

ف: اقول اگر جھوٹی نکلی تو کیا ہو گیا؟ تو معذور ہو گا اور اس کا بقایا جو تیرے ذمہ واجب الادا ہو گا اس کو روک لینا اور کیا ہے؟ نفس و شیطان بھی راضی ہو جائیں گے اور قدرے بچت بھی حاصل ہو جائے گی۔

## انہی نہ بڑھاپا کی دامان کی حکایت

۱۔ محمد بن فضل کہتا ہے کہ میں نے امام ابو الحسن الرضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عورت حسین و جمیل ہو اور زنا کار بھی ہو پھر هل تحب للرجل ان یتمتع بہا یوما اکثر؟ فقال: اذا كانت مشہورۃ بالزنا فلا تتمتع بہا ولا تکھنہا۔

کیا آپ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ ایک شخص اس پیکرِ حسن و جمال اور غارت گردین و ایمان کے ساتھ صرف ایک دو دن کے لئے متعہ کر کے آتشِ عشق کو بجھائے؟ فرمایا: اگر اس کا زنا کار ہونا مشہور و معروف ہو چکا ہے تو پھر اس سے نہ ہی متعہ کر اور نہ ہی نکاح۔ (لیکن اگر اس کا زنا کار ہونا مشہور و معروف نہیں خواہ تجھے ذاتی طور پر یقین بھی ہے کہ وہ السمرۃ الحسناء الفاجرة ہے شمع ہر محفل ہے اور سکون ہر قلب مضطرب تو اس کے ساتھ متعہ میں حرج نہیں ہے۔

۲۔ زرارہ کہتا ہے کہ عمار نے امام ابو عبد اللہ علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا اور میں بھی اس وقت موجود تھا۔ الرجل یتزوج الفاجرة متعۃ قال لا بأس وان کان التزویج الاخر

فلیحصن بابہ، اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو قاجرہ زانیہ عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر دائی نکاح ہو تو پھر اپنے دروازے کا پہرہ دے (نہ اسے نکلنے دے اور نہ کسی دوسرے کو داخل ہونے دے لیکن متعہ کی صورت میں اس پر یہ پابندی نہیں) فاعتبروا یا اولی الاباب۔

## بیوی کی عفت اور خاوند کی عزت

شیعی محدث کبیر سید نعمت اللہ الجزائر نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت فسق و فجور سے کماتی اور خرچ کرتی تھی خاوند نے اس کو طلاق دے دی اور ایک عقیقہ کے ساتھ تزویج کر لیا لیکن اس سے بھی اسی طرح کمائی کرنے کا مطالبہ کیا (چنانچہ حسب الارشاد اس نے وہی روش اختیار کر لی) تو ایک دن وہ گھر لوٹا اور بیوی نے عمدہ اور لذیذ کھانا پیش کیا اور اس نے دریافت کیا یہ کہاں سے آیا ہے؟ تو اس عورت نے کہا: فلاں شخص آیا تھا اور اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان لایا اور حلوہ بھی چنانچہ ہم نے کھایا، اس کے بعد بمبستری کی اور یہ بیچ گیا تھا جو تمہاری خدمت میں پیش کر دیا ہے تو غیرت مند خاوند نے کہا:

«اذ اتعاطیت هذا فایاک و اخباری بفاصل ما بجری علیک فانی غیور»

(انوار نعمانیہ ص ۱۵۳، جلد ۲)

جب ایسا کام کرے تو خبردار: مجھے ان امور کی تفصیلات سے ہرگز آگاہ نہ کرنا جو تجھ پر

گزریں کیونکہ میں بہت غیرت مند ہوں۔

اگر یہی عفت اور پاکدامنی ہے اور یہی غیرت مندی، تو پھر جو عقیقہ نہیں اور غیرت

مند بھی نہیں، ان کا حال کیا ہوگا۔۔۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

نیز بعض روایات میں عقیقہ کی شرط دیکھ کر مغالطہ میں نہ رہنا چاہیے کہ واقعی یہ شرط پوری ہونی ضروری ہے اور عقیقہ کا یہاں بھی وہی معنی ہے جو عام اہل اسلام کے نزدیک ملحوظ و مستتر ہے بلکہ شیعہ شریعت میں عنقت کے معنی بھی مختلف ہیں اور غیرت کے پیمانے بھی۔ بلکہ یہ محض لفظ ہی لفظ ہیں جن کے تحت کوئی معنی ہے ہی نہیں۔

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا

﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾

کہ مستحق کرامت گناہگار ائند

متعد کے فضائل میں مرقوم روایات سے واضح ہوتا ہے کہ متعد کرنے والے مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے تو پھر کس قدر زیادتی ہوگی کہ قاجرہ اور زانیہ کو اس نعمت سے محروم رکھا جائے منج العاصد قین میں مذکور ہے اے محمد ﷺ چوں مومنے مومنہ را عقد متعد کند از جائے خود برنجیر دتا آنکہ حق تعالیٰ اور رابیا مرزدو مومنہ را نیز مغفور سازد۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ جب مومن مرد مومنہ عورت کے ساتھ عقد متعد کرتا ہے تو ابھی اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور مومنہ کو بھی مغفرت و بخشش سے سرفراز فرماتا ہے (یہ تو ہے عقد متعد کی برکت اور جب اس عقد کے تقاضے پورے کریں گے تو پھر کیا کیا درجات و مراتب ملیں گے وہ ہم بعد میں بتائیں گے ابھی صرف اس معاملہ میں پوری طرح غور و فکر کر لو)

معتود کی عفت معلوم کرنے کا طریقہ

﴿عن عبدالله بن ابی یغفور عن ابی عبدالله علیہ السلام قال سالتہ عن

المرأة ولا ادری ما حالها: ایتزوجها الرجل متعة؟ قال: یتعرض لها فان اجابته الی

(فروغ ص ۱۹۲، جلد ۲)

الفجور فلا یفعل﴾

عبداللہ بن ابی یعفور نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت کا حال معلوم نہیں ہے کہ عقیقہ ہے یا نہیں تو کیا اس کے ساتھ متعہ کر لیا جائے؟ فرمایا: اس کو زنا کی دعوت دے اگر وہ قبول کر لے تو اس کے ساتھ متعہ نہ کرے لیکن اس کی رضامندی کے بعد امتحان لینے والا ہی۔

الوداع اے زہد و ایمان الوداع سجدہ سجود

کہہ بیٹھے تو پھر کیا ہو گیا؟ آئیے اس کا علاج بھی بتلائے دیتے ہیں۔ اور وہ ہے گزشتہ راصلوات آئندہ را احتیاط۔

## آئندہ احتیاط

﴿عن سماعة قال سألنا عن رجل ادخل جارية يتمتع بها ثم نسي ان يشترط حتى واقعها يجب عليه حد الزانی قال لا ولكن يتمتع بها بعد النكاح ويستغفر الله مما مضى﴾  
(فروع کافی جلد ۲، ص ۱۹۸)

سماعہ سے مروی ہے کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کو (مکان میں) داخل کیا تا کہ اس کے ساتھ متعہ کرے لیکن وہ شرائط طے کرنا بھول گیا (اور جذبات شہوانی اور خیالات شیطانی کے غالب آجانے سے شرائط طے کرنے سے قبل ہی) اس کے ساتھ جماع کر لیا تو کیا اس پر زنا کی حد لگے گی؟ تو امام موصوف نے فرمایا: نہیں زنا کی حد نہیں لگے گی بس نکاح کر کے پھر اس سے لطف اندوز ہو لے، اور گذرے معاملہ سے استغفار کرے۔

(کیا ہے کوئی رائی برابر ایمان رکھنے والا اور ذرہ برابر عقل رکھنے والا جو ان روایات کو ملاحظہ کرنے کے بعد متعہ کو رواج دینے والوں کے متعلق کسی حسن ظن سے کام لے اور انہیں دین اسلام کے خلاف سازش کرنے والے یہودی اور مجوسی نہ سمجھے)۔

## متعہ میں مدت کی تعیین کس حد تک ہو سکتی ہے

عقد متعہ میں شیعہ کے نزدیک اجل اور مدت کا تعیین بنیادی شرط ہے ذرا اس کے طول و عرض اور وسعت کو ملاحظہ فرمائے:-

۱- زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا:-

هل يجوز ان يتمتع الرجل من المرأة ساعة او ساعتين؟ فقال بالساعة والساعتان لا يوقف على حد هما لكن العرد والعردين واليوم واليومين واشباه ذلك -

آیا یہ درست ہے کہ مرد عورت کے ساتھ ایک یا دو گھڑی کیلئے متعہ کرے؟ تو آپ نے فرمایا: ایک یا دو ساعت کی حد نہیں معلوم ہو سکتی، بلکہ ایک دفعہ جماع یا دو دفعہ جماع پر متعہ کیا جائے یا ایک دو دن کے لئے اور اس کی مثل (تعیین مہ و سال کی صورت میں استبصار۔ ج ۲، ص ۸۲)

۲- قاسم بن محمد ایک شخص سے روایت کرتا ہے جس کا نام اس نے ذکر کیا (لیکن نچلے راوی بھول گئے) کہ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا:

الرجل يتزوج على عرد واحد فقال بلا باس به لكن اذا فرغ فليحول وجهه الى شخصه او عورت کے ساتھ ایک مرتبہ ہمبستری کے لئے متعہ کرتا ہے کیا یہ درست ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اس میں حرج نہیں ہے البتہ جب فارغ ہو جائے تو فوراً منہ پھیر لے۔

ان دونوں روایتوں کو نقل کرنے کے بعد ابو جعفر طوسی صاحب استبصار کہتا ہے: فالوجه في هذين الخبرين ضرب من الرخصة یعنی ان روایتوں کا محمل یہ ہے کہ اس قدر تسکین نفس اور حرارت شہوت کو بجھانے کیلئے متعہ درست ہے اور اس میں رخصت ہے اگرچہ عزیمت یہ ہے کہ کم از کم ایک دن مقرر کیا جائے۔

۳- در روایتی مروی است کہ بیک مرہ جماع عقد جائز است و لخص فراغ از جماع چشم



وروی خود از ضغیفہ بگرداند بل ہر دو از یکدگر بگردانند این روایت متردک العمل است۔ (برہان المتعہ ص ۶۱)۔

ف: صاحب البرہان نے اس قدر اضافہ کیا ہے کہ صرف مرد منہ نہ پھیرے بلکہ دونوں ایک دوسرے سے آنکھیں اور منہ پھیر لیں لیکن بالکل جدا ہو جائیں اور جسم ایک دوسرے سے مس نہ ہونے پائیں اس کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کیا آنکھ اور منہ پھیرنا اہم ہے یا مس اس اجسام و ابدان سے احتراز و اجتناب زیادہ ضروری ہے دوسرا اضافہ یہ فرمایا کہ اس پر عمل نہیں ہے لیکن اس سے نہ روایت کی صحت پر اثر پڑتا ہے اور نہ ہی علامہ ابو القاسم بن الحسین اقی کے ترک عمل سے دوسروں کی راہ مسدود ہوتی ہے جب بھی کوئی ضرورت مند ایک دو دفعہ جماع میں اپنی ہوس پوری کر لے اسکے لئے مذہب اثنا عشری میں کوئی عار نہیں ہے۔

اگر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

کیا کوئی غیرت مند شخص اپنی بہن اور بیٹی کا عقد کسی کے ساتھ اس شرط پر کرنے کے لئے تیار ہوگا کہ تو ایک دفعہ اسے استعمال کر کے ہمیں واپس کر دینا۔ اسی لئے تو متعہ میں والدین کی اجازت کا تکلف بھی گوارا نہیں کیا گیا اگر عورت متعہ کی رمز سمجھتی ہو تو بس بزم عیش میں غیر کا وجود گوارا ہی کیوں ہو اور پس پردہ نئی نئی شادیوں کا موقع فراہم ہوتا رہے گا ان روایات کو ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی شخص بازاری عورتوں اور متقی عفاف میں فرق کر سکتا ہے جو ایک دو مرتبہ مرد کی شہوت رانی کیلئے اپنے آپ کو اجرت پر پیش کر دیں اور نئے نئے خاوند بناتی پھریں آج ایک کی بغل میں ہیں تو کل کلاں دوسرے اور تیسرے کی بغل میں ہیں۔

## متعہ دوریہ اور پچاس سال سے زائد عمر کی

### عورتوں کے لئے خصوصی رعایت

وہ عورت جو سن ایاس کو پہنچ جائے اور عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کا حیض آنا بند ہو جائے تو مدت متعہ ختم ہونے کی صورت میں اس کے لئے عدت نہیں ہے عام لوگوں میں تو یہ حالت پچاس سال سے عمر کے متجاوز ہونے کے وقت طاری ہوتی ہے۔ لیکن سادات قرشیات اور نبطیات کو ساٹھ سال کے بعد حیض نہیں آتا لہذا ان کیلئے اس عمر تک پہنچ جانے کے بعد عدت متعہ نہیں ہے ایسی ہی عورتوں کے لئے خصوصی رعایت ملاحظہ ہو۔

پس اگر کسی بااورد روز تا شام عقد کند و بعد اتمام اجلس و دخولش بعد از شام بادگیرے تا صبح عقد کند و دخول واقع شود و فردا روز بادگیر عقد کند و بکذا کردہ برو عیب ندارد۔

(برہان المعتمد ص ۶۹)

لہذا اگر ایسی عورت کے ساتھ ایک شخص صبح سے شام تک کے لئے متعہ کرے اور مباشرت بھی کرے شام ہونے اور مدت متعہ گزرنے پر دوسرے شخص سے متعہ کرے صبح تک اس کے ساتھ رہے مباشرت کرے صبح ہو جائے تو پھر تیسرے شخص سے متعہ کا عقد کرے اور ہر صبح و شام اس طرح سے کرتی چلی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

ف: عیب والی کون سی بات ہو سکتی ہے اس عمر میں نانی اماں کو رہی سہی کسر نکال کر ہی دنیا سے رخت سفر باندھنا چاہیے ایک خاوند کیا کر سکتا ہے ہر صبح و شام نیا ہو، تب ہی ساری قضائیں ادا ہو سکتی ہیں مگر نقوی صاحب نے ایک ظلم اب بھی روارکھا ہے کیونکہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ایک ایک شخص سے پابند کر دیا ہے کتنا ہی اچھا ہوتا کہ ایک ایک مرتبہ جماع کیلئے عقد متعہ

کے جواز والی روایت کو یہاں درج کرنا بس ایک الگ ہو تو دوسرا فوراً حاضر ہو جائے اور وہ عاجز ہو جائے تو تیسرا جب تیسرے کا ہتھیار کند ہو جائے تو چوتھا اور بس اسی طریقہ سے تاکہ

جتنی ہوں قضا ایک ہی ہفتہ میں ادا ہوں

قرآن مقدس میں عدت کے متعلق مفصل احکام موجود ہیں اور سن ایسا کو پہنچنے والی عورت کی مدت تین ماہ مقرر کی ہے یہ بجا کہ وہاں متعہ مذکورہ نہیں بلکہ اہل سنت کی تحقیق کے مطابق تو سرے سے عقد متعہ کا قرآن مجید میں ذکر ہی نہیں کیا گیا لیکن پھر بھی روافض نے جو ان عورت کی عدت جہاں قرآن مجید کے حکم کے برعکس پتالیس دن یا ایک دو حیض مقرر کر رکھی تھی تو اس بوڑھی اماں کو بھی مہینہ ڈیڑھ مہینہ کا وقفہ دے دیتے تو اس کی صحت پر کوئی ناگوار اثر تو نہیں پڑتا تھا مگر وہ جانیں اور ان کا کام۔ ہم نے تو صرف ان کا مذہب بیان کرنا تھا وہ پوری احتیاط سے بیان کر دیا ہے۔

ف: یہ امر اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ متعہ دوریہ کی تصریح کتب شیعہ میں نہ بھی ہوتی تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ جب شیعہ مذہب میں سن ایسا والی عورت کے لئے مدت ہی نہیں تو فی الفور یکے بعد دیگرے خاوند بناتے جانا اور ایک سے فراغت حاصل کر کے دوسرے کا آرام جان بنتے جانا اصول شیعہ کے مطابق بالکل جائز ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ان کے لئے ممکن نہیں ہے خواہ اس کا نام متعہ دوریہ رکھیں یا کوئی اور۔ کیونکہ ہماری بحث صرف نام میں نہیں بلکہ ایک غیر اخلاقی فعل کو جائز رکھنے میں ہے اور اس مذہب کی رو سے ہی طوائف اپنا کاروبار جائز سمجھتی ہے اور آئینی تحفظ حاصل کرنے کی مذموم ہوشش کرتی ہے۔

## قاضی نور اللہ شوستری کی فریاد اور متعہ دوریہ کا اعتراف

قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب میں ذکر کیا ہے:

﴿امامان سبہ الی اصحابنا انہم جوزوا ان یتمتع الرجال المتعددون لیلۃ

واحسنة من امر اقسواء كانت من ذوات الاقراء ام لا فمماخان في بعض قيوده  
 وذلك لان الاصحاب قد خصوا ذلك بالائسة لا بغيرها من ذوات الاقراء ﴿  
 یعنی نواقض الروافض میں ہمارے اصحاب کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے کہ وہ ایک ہی رات  
 میں کئی آدمیوں کے لئے ایک عورت کے ساتھ متعہ جائز رکھتے ہیں خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ۔ تو  
 اس نے بعض قیود بطور خیانت ترک کر دی ہیں۔ کیونکہ ہمارے علماء نے اس متعہ دوریہ کو صرف  
 اس عورت کے ساتھ جائز رکھا ہے جو حیض سے ناامید ہو چکی ہونے کہ ان عورتوں کے ساتھ جن کو  
 حیض آتا ہے۔ (بحوالہ آفتاب صداقت)

## متعہ دوریہ اور علامہ ڈھکو صاحب کا اعتراف

آفتاب ہدایت میں درج قاضی صاحب کے اس حوالہ کا تجلیات صداقت میں جواب دیتے  
 ہوئے علامہ ڈھکو صاحب بھی اس کو بالکل تسلیم کر گئے اور حسب عادت نہ حوالہ پر اعتراض کیا اور  
 نہ عبارت پر کمی بیشی وغیرہ کا اعتراض کیا بلکہ اس کو عین صواب اور سراپا حق و صداقت مان لیا ذرا  
 آپ بھی موصوف کی عبارت ملاحظہ فرمائیں اور محظوظ ہوں۔

## متعہ دوریہ والے اعتراض کا جواب

مولف نے اپنے بعض پیشرووں کی تقلید میں جس متعہ دوریہ کا تذکرہ کیا ہے اس کا کئی  
 طرح جواب دیا جاسکتا ہے۔

اولاً: تو ہماری کتب متداولہ فقہیہ میں اس مسئلہ کا کہیں نام و نشان نہیں۔

ثانیاً: بنا برتسلیم صحت اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ آنہ عورت جو اس سن و سال کی ہو چکی ہے کہ اب  
 اولاد جننے کے قابل نہیں رہی یعنی ایام ماہواری کا طبعی سلسلہ بند ہو گیا ہے لہذا اب اختلاط نسب کا

اندیشہ نہیں رہا شریعت نے اس سے عدت کی پابندی ختم کر دی ہے چونکہ اس پر عدت نہیں ہے اس لئے اگر ایک شخص نے تھوڑی مدت کے لئے متعہ کیا جب اس کی مدت ختم ہوگئی تو دوسرے نے کر لیا اس میں کیا جائے ایراد (اعتراض) ہے؟

مثالاً: اس عورت میں نکاح دوری والا اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایک ہی رات میں دس بیس مرد اس سے نکاح کریں اور ہم بستر بھی ہوں تو جائز ہے کیونکہ صورت یہ ہوگئی کہ ایک نے نکاح کیا ہم بستری کی اور پھر طلاق دے دی اور چونکہ یوجہ آئہ ہونے کے اس پر عدت واجب نہیں ہے فوراً دوسرے نے عقد کر لیا۔ ہاں البتہ اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک اس عورت پر بھی عدت لازم ہے جو خلاف عقل و شرع ہے۔ (تجلیات صداقت ص ۳۰۲)

تنبیہ: اقول علامہ موصوف کے تین جواب آپ نے ملاحظہ فرمائے دوسرے جواب میں صرف اس متعہ دوریہ کا جواز ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کو مدلل انداز میں ثابت کیا ہے اور یہی ہمارا اصل مدعا تھا پہلے جواب کو صرف نمبر بڑھانے کی ایک بے سود کوشش سمجھا جائے گا کیونکہ جب اس عورت کے لئے عدت نہ از روئے عقل ثابت اور نہ از روئے شرع ثابت تو پھر متداول اور غیر متداول فقہی کتب کی بحث لایعنی اور بے ہودہ ہوگئی علاوہ ازیں متداول کتب فقہیہ نہ سہی مگر یہ کتابیں ہیں تو آپ کی ہی نہ کہ اہل السنۃ کی اور ان کا یہ فتویٰ بھی تمہارے اصول و قواعد کے عین مطابق ہے پھر چون و چرا کی گنجائش نیا رہوگئی؟ یک نشد و شد۔ نہ معلوم علامہ موصوف نشہ میں تھے یا نیند میں کہ متعہ دوریہ کا جواب دیتے دیتے جناب نے نکاح دوری بھی ثابت کر دکھایا اور اس کا جواز از روئے عقل اور شرع تسلیم کر لیا اب تو راہ فرار بالکل ہی مسدود ہوگئی کیونکہ نکاح میں حدود و قیود سخت تھیں لیکن جب سن ایسا کو پہنچی ہوئی عورت شیعہ مذہب میں خوش بختی سے نکاح میں بھی اس تعداد ازواج میں آزاد ہے اور اسے ایک ہی رات میں متعدد شادیاں رچانے کی رخصت ہاتھ آگئی

تو متعہ کی اجازت بطریق اولیٰ ثابت ہوگئی۔

## اعتراض کس پر؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ متعہ دوریہ پر اعتراض کرنے والوں پر نکاح دوری کے ساتھ اعتراض ہو سکتا ہے مگر آخری سطر میں تسلیم کر لیا کہ اہل سنت کے نزدیک تو اس پر عدت لازم ہے تو پھر یہ اعتراض کس پر ہوا؟ شیعہ پر یا اہل سنت پر شیعہ پر تو اس لئے اعتراض نہیں ہو سکتا کہ وہ متعہ دوریہ کے بھی قائل اور نکاح دوری کے بھی اور اہل سنت پر اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں کے منکر اور ان کو ناجائز اور ناصواب سمجھنے والے ہیں تو آخر اس عبارت یعنی تیسری شق کا اس مقام سے تعلق کیا ہے؟ تو غالب کی زبان میں ہی کیوں نہ کہہ دوں۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

## کیا آئسہ پر لزوم عدت کا قول خلاف عقل و نقل ہے

سطور بالا میں آپ نے ڈھکو صاحب کا یہ دعویٰ ملاحظہ فرمایا کہ اہل سنت سن ایساں کو بچھنے والی عورت پر بھی عدت لازم کرتے ہیں جو کہ خلاف عقل و شرع ہے اس ضمن میں انہوں نے شرعی دلیل کا ذکر ہی نہیں کیا جس سے اہل سنت کا قول باطل ہوتا ہو البتہ عقلی دلیل ذکر کی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی یعنی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ماہواری کا طبعی سلسلہ بند ہوا اور اولاد میں اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہا لہذا شریعت نے عدت کی پابندی ختم کر دی اور تقریباً یہی خلاصہ منہج الصادقین میں فتح اللہ کا ثانی صاحب کی عقلی دلیل کا ہے اس عقلی دلیل میں چند امویہ قائل غور ہیں:

۱۔ کیا ماہواری آنے پر اولاد پر ہونا موقوف ہے؟

۲۔ کیا پچاس سال کی عمر کے بعد اولاد پیدا ہونا ممکن ہے؟

۳۔ کیا اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہے تو یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ خاوند اختیار کئے جاسکتے ہیں؟

امر اول: نقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو ماہواری نہیں آتی تھی نور الابصار، تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۷۵۔ ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہا طاهرة لا تحيض﴾ لیکن اولاد پیدا ہوتی رہی اور اس دور میں بھی کتنی عورتیں ہیں جن کو ماہواری نہیں آتی اور اولاد بھی پیدا ہو رہی ہے۔

امر دوم: یہ دعویٰ بھی غلط اور ناقابل اعتبار و اعتداد ہے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا عمر شریف کے کس حصہ میں پہنچ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام عطا فرمائے نیز شریعت میں کمال احتیاط سے کام لیا جاتا ہے اور امکان بعید کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا مثلاً ایک شخص مغرب میں ہے اور اس کی بیوی مشرق میں بظاہر اجتماع کی صورت نہیں لیکن بایں ہمہ اس عورت سے فرزند متولد ہوا اور اس خاوند نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ طی مکانی کے مرتبہ پر فائز ہو اور مسافت بعیدہ کو آن واحد میں طے کرنے پر قادر ہو لہذا امکان بعید اور عادت معروفہ کے خلاف ہونے کے باوجود، از روئے شرع اس کا نسب ثابت کیا جائے گا۔ اور اس شخص کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے گا۔

علاوہ ازیں یہ حلال کا معاملہ ہے اور اس میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ عدت لازم کی جائے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ ﴿فان الوقوف عند الشیعة خیر من الاقتحام فی الہلکة﴾ کیونکہ شیعہ کے نزدیک توقف اور رک جانا بہتر ہے ہلاکت میں گرنے سے

(تہذیب جلد ۷ ص ۴۷۲)

اور آپ سے مروی ہے: ﴿امر الفرج ضلید ومنہ یكون الولد یمن

(جلد ۷ ص ۲۷۲)

احتیاط

عورت اور اس کے اندام مخصوص کی حلت و حرمت کا معاملہ شدید اور سخت ہے اور اس سے ولد ہوتا ہے اور ہم اس میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

امر سوم: بھی ظاہر البطلان ہے مثلاً ایک عورت جوان ہے اور اپنی بچہ دانی ہی نکلوادیتی ہے یا پیدائشی طور پر اس میں ہوتی ہی نہیں جس کی کئی مثالیں موجود ہیں یا ایسا آپریشن کروادیتی ہے جس کے بعد اولاد کا امکان نہیں رہتا تو کیا وہ عدت سے مستثنیٰ ہو جائے گی قطعاً نہیں بلکہ اسے حیض نہیں آتا تو تین ماہ عدت گزارنی ہوگی اس لئے یہ عقلی دلیل نہیں بلکہ سراسر توہمات اور بے سرو پا تخیلات کا مجموعہ ہے۔

## عدت کا شرعی حکم

قرآن مجید نے سن ایسا والی اور صغیرہ کا جس کو حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو اس کی عدت تین ماہ فرمائی ہے ﴿قَالَ اللَّهُ: وَاللَّائِي يَنْسَنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نَسَائِكُمْ إِنْ أَرْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ (سورہ طلاق پارہ ۲۸)

اور وہ جو تمہاری عورتوں میں سے حیض سے مایوس ہو جائیں اگر تمہیں ریب و تردد ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض نہیں آیا تو قرآن مجید کے اس فرمان کے بعد آیسہ کی عدت نہ ماننا قرآن کے خلاف ہوگا نہ کہ تین ماہ عدت کا تسلیم کرنا۔

ہر چیز یہاں کی الٹی ہے یہاں الٹی گنگا بہتی ہے

سوال: تین ماہ عدت تو ریب و تردد کی صورت میں ہے نہ کہ علی الاطلاق۔

جواب اول: قرآن مجید میں موصوفی بلفظ یا مشروط بالشرط کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ صفت



اور شرط نہ پائی گئی تو حکم معدوم ہو جائے گا۔ مثلاً حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ربانیکم اللاتھی فی حجورکم تم پر تمہاری وہ رچیہ حرام ہیں جو تمہاری گود میں ہیں۔ حالانکہ بیوی کی بچی مطلقاً حرام ہے۔ خواہ زیر تربیت اور پرورش نہ بھی ہو اسی طرح ارشاد خداوند تعالیٰ ہے۔ ﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِنْ تَقَصَّرْتُمْ مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ مِنَ الذِّیْنِ کُفَرُوْا﴾ تم پر نماز سے قصر اور کمی کرنے میں حرج نہیں ہے اگر تمہیں کفار کی طرف سے خطرہ لاحق ہو حالانکہ خوف لاحق نہ ہونے کی صورت میں بھی قصر کرنا درست ہے اگر مسافت قصر ہو تو لہذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی کہ صفت اور شرط کی نفی سے حکم کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ حکم اس طرح ثابت ہوتا ہے بالکل یہاں پر بھی یہی صورت ہے کہ شرط موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں عدت آیسہ اور صغیرہ کی تین ماہی ہے۔

**جواب ثانی:** ریب و تردد کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں حیض میں ریب و تردد ہو یا اس کا تو یقین ہے لیکن عدت کتنی ہے آیا حیضوں کے تناسب سے اس کی عدت متعین کریں گے جس کو تین حیض تین ماہ میں آتے تھے اس کی تین ماہ عدت ہو جائے جس کو چھ ماہ میں آتے ہیں۔ اس کی عدت اتنی ہوگی اگر کم سے کم مدت میں آجاتے تھے یعنی اننا لیس دن میں تو وہ عدت ہوگی وغیرہ ذلک۔ صورت اولیٰ میں تو شرط کی نفی الٹا بطریق اولویت عدت کو تین ماہ میں منحصر کرے گی کیونکہ جب آیسہ ہونا محل تردد تھا تو اس عورت کی عدت مہینوں کی صورت میں تھی تو جب اس کا یقین ہو گیا تو بطریق اولیٰ مہینوں کے ساتھ ہوگی لہذا اب مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہوئے عدت کی نفی کرنا دلالت النص کی رو سے باطل ہو گیا جس طرح کہ اصولی طور پر بھی غلط تھا۔

**صورت ثانیہ:** میں بھی شرط کا مفہوم واضح ہے کہ اگر تمہیں یہ حکم معلوم نہیں اور تم اس میں متردد ہو تو ہم اس کی وضاحت کیے دیتے ہیں کہ عدت ان کی تین ماہ ہے جس طرح حیض ایک امر ضابط تھا اور قاعدہ کلیہ تو اسی طرح یہاں بھی حکم کلی ہونا چاہیے ہر عورت کی عادت معروضہ کو اعتبار

کرنے پر حکم بدلتے رہیں گے لہذا اس میں اہل حکم تین ماہ والا ہے خواہ عادت معروفہ جو بھی ہو اندریں صورت شرط کا ذکر صورت واقعہ بیان کرنے کے لئے ہو انہ کہ احتراز کے لئے یعنی تمہیں اس میں تردد تھا لہذا ہم نے حتمی فیصلہ بتلا کر تمہارا تردد زائل کر دیا۔

**صورت ثالثہ:** ریب و تردد اس میں ہو کہ آیا ان پر بھی عدت واجب ہے یا نہیں جبکہ حیض والی پر تو عدت واجب ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم وجوب اور عدم وجوب میں متردد ہو تو سنو ان عورتوں کی جو آیہ ہیں یا صغیر السن، ان کی عدت تین ماہ ہے اور جمہور مفسرین نے بھی اسی شق کو اختیار کیا ہے اور شان نزول بھی اس کی تائید کرتا ہے اور شیعہ کے علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا مختار بھی یہی ہے۔ منہج الصادقین میں ہے: واكثر مفسراں برآئند کہ مراد بقولہ تعالیٰ ان ارتبتم ارتبست در وجوب عدت نہ در سن و مراد بقولہ تعالیٰ لم یحضن عدم بلوغ ایشانست بسن حیض و علم الہدیٰ برآئست۔ (ج ۹ ص ۳۲۱)

**سوال:** شان نزول کی رو سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ حضرت ابی اور دیگر صحابہ کو عدت معلوم نہیں تھی لہذا انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت بیان فرمائی مگر آیہ صغیرہ اور حامل کی عدت رہ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کو ان جہلتہم فرمانا چاہیے تھا کیونکہ وہ عدت سے بے خبر تھے نہ کہ اس میں متردد۔

(منہج الصادقین از کاشانی ص ۳۲۱)

**جواب اول:**

عن ابی (الی) قالوا: لقد بقی من عدة النساء عدة لم تذکر فی القرآن عن اسماعیل (الی) فقالوا یا رسول اللہ ارایت التی لم تحض والتی

قدینست من المحيض فاختلفوا فيها فانزل الله ان ارتبتم یعنی ان شککتکم ﴿

(درمنثور جلد ۶ ص ۵۳۲)

دوسری روایت میں اختلاف کی تصریح موجود ہے اور روایت اولیٰ میں گو تصریح نہیں لیکن تردد اور ریب کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تو انہیں معلوم ہے کہ عدت ہونی چاہیے اسی لئے عرض کیا کہ ان عورتوں کی عدت بیان ہونی باقی ہے۔ یہ نہیں عرض کیا کہ ان کے لئے عدت ہے یا نہیں تو لامحالہ عدت کی تعیین میں ریب و تردد ہوگا کہ ہر عورت کی عادت معروفة کو دیکھا جائے گا یا کوئی حتمی صورت اس کی بیان ہوتی ہے۔ تو اس تردد کو اہل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاللَّائِي يَنْسُنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نَسَائِكُمْ إِنْ رُتِبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ  
وَاللَّائِي لَمْ يَحْضُنَّ﴾

جواب دوم: اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اسے معلوم تھا کہ ایک گروہ اپنے مزعمومات کی وجہ سے اس عدت کا انکار کرے گا۔ اور ان کی عقلی دلیل بے بنیاد ہوگی جو محض موجب شک اور باعث ریب و تردد ہوگی اس لئے فرمایا اس ریب و تردد میں ح نہ رہو۔ میرا حتمی اور قطعی حکم سنو، جیسے مسکین قرآن اپنے طور پر تو یقین رکھتے تھے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں لیکن اس قول کے بے بنیاد ہونے کی وجہ سے فرمایا:

اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ آیات شان نزول میں منحصر نہیں ہوتیں جبکہ یہ حکم قیامت تک کیلئے ہے تو کسی بھی دور کا متردد اس کا مخاطب ہو سکتا ہے اور بطریق الغلب سب امت مخاطب ہو سکتی ہے۔ مزید جوابات بھی دیے جاسکتے ہیں لیکن خوف طوالت مانع ہے۔

سوال: شعبہ مذہب میں ائمہ کرام سے منقول روایات میں تصریح موجود ہے کہ صغیرہ اور آیسہ پر عدت نہیں، لہذا کلام مجید کا معنی و مفہوم بھی انہی روایات کی روشنی میں متعین کیا جائے گا۔ لہذا

ڈھکوصاحب کا یہ کہنا درست ہو گیا کہ لزوم عدت کا قول خلاف شرع ہے؟

**جواب اول:** قرآن مجید کے صریح مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف جو روایت بھی ہوگی وہ قطعاً مردود اور ناقابل قبول ہوگی اور اس ضابطہ کا شیعہ کو بھی اعتراف ہے۔ اور اسی جملہ روایات صریح مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف ہیں اور یہ تو چند روایات ہیں ان کا کیا اعتبار جبکہ انہی ائمہ کی طرف سے دو ہزار سے زیادہ روایات شیعہ کی کتب صحاح اور دیگر کتب میں منقول ہیں جو کہ تحریف قرآن پر مشتمل ہیں ﴿کما صرح صاحب فصل الخطاب﴾ مگر ڈھکوصاحب کہتے ہیں وہ سب مردود اور ناقابل اعتبار ہیں۔ تو جس مذہب کی ہزاروں روایات پر یقین نہیں کیا جاسکتا اس کی چند روایات پر اعتماد کیسے کیا جاسکتا ہے اور وہ بھی قرآن مجید کے صریح فرمان کو نظر انداز کر کے۔

**جواب ثانی:** اندریں صورت ڈھکوصاحب کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ لزوم عدت کا قول شیعہ مذہب کے خلاف ہے نہ کہ خلاف شرع ہونے کا حکم لگانا چاہیے تھا۔ کیونکہ شریعت پر کار بند ہونے کے بہتر اسلامی فرقوں میں سے ہر فرقہ کا دعویٰ ہے۔ اور ہر فریق اپنے طور پر آیات اور احادیث سے استدلال کرتا ہے اندریں صورت اہل السنۃ کا دعویٰ قرآن مجید کے مطابق ہے اور اپنے مذہب کی کتب احادیث و تفاسیر کے مطابق۔ اور شیعہ کے مسلم محدث اور متکلم سید مرتضیٰ علم الہدیٰ بھی اس مسلک پر گامزن نظر آتے ہیں تو ڈھکوصاحب کو قطعاً یہ دعویٰ زیبا نہ تھا کہ یہ قول خلاف شرع بھی ہے اور خلاف عقل بھی۔ جمہور کا لحاظ نہ تھا نہ کسی۔ ذرا اپنے علم الہدیٰ کے علم ہدایت کا ہی کچھ لحاظ کرتے۔۔۔ مگر متحدہ دور یہ کا جوش تھا جس نے ہوش سلب کر لیا تھا اس لئے اپنے بیگانے کی پہچان بھی ختم ہو گئی اور یہ احساس بھی ختم ہو گیا کہ اہل السنۃ کا قول شیعہ تحقیق کے خلاف سی مگر نکال احتیاط اسی میں ہے اور حلال و حرام کے معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے لہذا اس کو اختیار کر لیا جائے بلکہ اس کو علی الاطلاق خلاف عقل و شرع قرار

دے کر مکمل بے احتیاطی کا مظاہرہ کیا۔ کیا سید مرتضیٰ غم الہدی جیسے شیعہ عالم میں قتل نہیں تھی یا اس کو شیعہ شریعت کا علم نہیں تھا۔

## قاضی نور اللہ شوستری کی خیانت اور غیر حائضہ کا متعہ دور یہ

اقول: قاضی صاحب بھی ایک خیانت کر گئے ہیں کیونکہ اگر عورت ایسی عمر میں ہو کہ اس کو بوجہ صغرتی کے حیض نہ آتا ہو تو باوجود جماع کئے جانے کے اس پر عدت نہیں ہے جیسے کہ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸) میں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے لیس علیہا عدة وان دخل بها۔ لہذا اس کے ساتھ بھی متعہ دور یہ کا جواز تسلیم کرنا لازمی تھا کیوں کہ نہ وہ آئیہ ہے اور نہ ہی ذوات الاقراء سے ہے اور نہ ہی اس پر عدت ہے اور ایک جگہ سے فارغ ہونے پر فوری طور پر دوسری جگہ شادی یا متعہ اس کے لئے بالکل روا ہے جیسے عبدالرحمن بن الحجاج نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ﴿ثلاث يتزوجن علی کل حال﴾ تین عورتیں ہر حال میں نکاح کر سکتی ہیں اور پہلے نمبر پر ﴿التی لم تحض ومثلها لا تحيض﴾ اسی زوجہ کا ذکر ہے جس کو حیض نہ آیا ہو اور نہ اس عمر کی لڑکیوں کو حیض آتا ہو جب عدت بھی نہیں اور نکاح و متعہ میں رکاوٹ ائمہ اہل بیت کی طرف سے نہیں تو لازمی طور پر اس کے لئے متعہ دور یہ جائز ہو گا جب تک حیض آنا شروع نہ ہو یا حمل ٹھہرنے کی عمر کو نہ پہنچے۔ لہذا قاضی صاحب نے اس صنف کا ذکر نہ کر کے خیانت سے کام لیا ہے اور اس کے متبعین شیعہ علماء نے بھی۔

مگر بد قسمت صرف وہ ہے

جس کو حیض آتا ہو یا اس عمر میں ہو اگرچہ منکوحہ عورتوں کی نسبت ان کیلئے کافی رعایت دی گئی ہے کیونکہ نکاح والیوں کے لئے تین تین یا تین ماہ عدت ہے اور متعہ والی کے لئے صرف

ایک حیض یا ڈیڑھ ماہ عدت ہے مگر کہاں ایک ایک مرتبہ جماع پر متعہ کرنے والیوں یا ایک ایک گھنٹہ کی میعاد پر متعہ کرنے والیوں کا اجر و ثواب اور آمدنی کا حساب اور کہاں ڈیڑھ ڈیڑھ ماہ یا ایک ایک حیض کے وقفہ سے متعہ کرنے کا اجر اور اجرت۔ ارمان تو ہمیں اس کی محرومی کا بہت ہے لیکن اس کی تدبیر ہمیں کتب شیعہ میں نظر نہیں آئی لہذا کوئی کارگر نسخہ کرنے سے قاصر ہیں۔

## محرومی کا تدارک

مگر وہ اس طرح بھی کر لیتی ہیں کہ ایک خاوند کے ہوتے ہوئے دوسری جگہ متعہ کرتی رہتی ہیں اگر پردہ رہ جائے تو پھر اجرت اور آمدنی والا خسارہ پورا ہو جاتا ہے آخرت میں جو ہو گا وہ تو یقین ہے کہ ایک ایک کے ساتھ متعہ کرنے والیوں کا حشر بھی زنا کاروں جیسا ہو گا لیکن داد و عشرت، لذت نفس میں یعنی کل جدید لذیذ اور آمدنی میں تو وہ عسبقت نہیں لے جائیں گی نا۔ روایت ملاحظہ ہو۔

امام ابوالحسن کے پاس ابان بن تغلب نے ایسی ہی ایک متعہ کا خط میں ذکر کے مسئلہ دریافت کیا ہے۔

﴿الرجل يتزوج المرأة متعة بمهر الى اجل معلوم واعطاها بعض مهرها واخرته بالباقي ثم دخل بها وعلم بعد دخوله قبل ان يوفيه باقي مهرها انما زوجته نفسها ولها زوج مقيم معها. ايجوز جس باقي مهرها ام لا يجوز؟ فكتب عليه السلام لا يعطيها شيئا لانها عصت الله عز وجل﴾

(کافی ج ۲ ص ۱۹۲)

ایک آدمی نے ایک عورت کے ساتھ مہر معین پر مدت معینہ کے لئے عقد متعہ کر لیا کچھ مہر دے دیا اور کچھ ادھار کیا ہم بستری کر لی اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا خاوند تھا جو اس کے

ساتھ مقیم تھا۔ کیا بقایا اجرت اس کو دینی لازم ہے یا اس کو روک سکتا ہے (تا کہ بھاگتے چور کی لنگوٹی  
عی سمی)؟

تو امام موصوف نے فرمایا کہ اس کو کوئی چیز نہ دے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی  
نافربرداری کی ہے۔ لیکن افسوس کہ نہ تو ابان بن تغلب نے توجہ دلائی اور نہ ہی امام موصوف کو  
خیال آیا کہ جس غریب کا نکاح تھا اس کی عزت برباد ہوئی اور اس متعہ کے شائق نے صرف اس  
عورت کے کہنے پر بغیر تحقیق و تفتیش کے یہ قدم کیوں اٹھایا؟ اور اس کی آبرو کیوں برباد کی۔ نہ اس  
کی سزا اور حد و تعزیر کا ذکر آیا نہ اس کو تاوان ادا کرنے کا حکم دیا معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب میں  
کسی شریف آدمی کی عزت اور ناموس کے تحفظ کا کوئی بندوبست نہیں ہے اور اس خرابی کی جڑ اور  
بنیاد یہ ہے کہ اس مذہب میں صرف متعلقہ عورت کا اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ میں خاوند والی نہیں  
ہوں۔ نیز گواہ مقرر کرنے اور عقد کی تشہیر بھی لازم و ضروری نہیں ہے ورنہ روز اول ہی حقیقت  
واضح ہو جاتی اور عزت و آبرو کے تحفظ کا سامان ہو جاتا۔

### عقد متعہ میں سخت بے احتیاطی

شیعہ صاحبان خود بے احتیاطی کرتے اور بیف وقت ایک عورت کے متعدد خاوند بنے  
رہتے تو کہہ سکتے تھے ہمارا ذاتی معاملہ ہے اس میں دوسرے شخص کو مداخلت کا کیا حق مگر وہ جو بھی  
غلط کام کرتے ہیں ائمہ کرام اور اہل بیت عظام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور ان کی عظمت  
و احترام کو بھی ختم کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

ابان بن تغلب کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا ۛانسی  
اکون فی بعض الطرقات فارى المرأة الحسناء ولا امن ان تکون ذات بعل  
او من العواہر قال لیس هذا علیک انما علیک ان تصدقها فی

نفسہا) (فروع کافی ج ۲ ص ۲۹۶) (باب۔ مصدقہ علی نفسہا)

میں کبھی کسی راستے پر گزرتے ہوئے حسین و جمیل عورت کو دیکھوں اور اندیشہ بھی ہو کہ یہ شادی شدہ ہے یا زنا کاروں میں سے ہے (اور متعہ کرنے کے لئے طبیعت بھی مضطرب اور بے قرار ہو تو تحقیق و تفتیش کروں یا اس کی ضرورت نہیں ہے) تو آپ نے فرمایا: یہ تیری ذمہ داری نہیں ہے بلکہ تم پر یہ لازم ہے کہ اس کو سچا مانے اور اپنے معاملے میں اس کی زبان پر اعتماد و اعتبار کرے یہ ہے شیعہ کا اولین محدث ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی جس نے عنوان بھی یہی قائم کیا کہ متعہ جو کہ اس کی تصدیق کرو اور تفتیش و تحقیق کے چکر میں نہ پڑو۔

اسی طرح کا عنوان شیعہ کے عظیم محدث اور متکلم ابو جعفر محمد بن حسن طوسی شیخ الطائف نے قائم کیا ہے۔

﴿متی اراد الرجل تزویج المتعة فلیس علیہ التفتیش عنہا بل یرصدقہا فی قولہا﴾ کہ جو شخص عقد متعہ کا ارادہ کرے تو اسے عورت کے معاملے میں تحقیق اور تفتیش کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو عورت کہہ دے اتنی کو درست تسلیم کرتے ہوئے متعہ کرے۔ (خواہ وہ جھوٹ ہی کیوں نہ بول رہی ہو اور مرد کو اس کی سچائی میں شک و شبہ ہی کیوں نہ ہو) پھر اس ضمن میں تین روایات درج کی ہیں ملاحظہ فرمائیں اور متعہ کی سہولتوں اور آسانیوں پر داد دیں۔

۲۔ فضل مولیٰ محمد بن راشد کہتا ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿وانی تزوجت المرأة متعة فوقع فی نفسی ان لها زوجا ففتشت عن ذلك فوجدت لها زوجا قال ولم فتشت؟﴾

میں نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا اور میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہو گئی کہ اس کا خاوند ہے۔ (اور اس نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے اور زنا کا ارتکاب کیا ہے؟ چنانچہ میں نے



حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے تفتیش کی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا خاوند تھا تو امام صاحب نے فرمایا تو نے یہ تحقیق تفتیش کی ہی کیوں؟

۳۔ مہران بن محمد اپنے بعض ساتھیوں سے نقل کرتا ہے کہ امام ابو عبد اللہ سے عرض کیا گیا۔ ان

﴿فلا تزوج امرأة متعة فقیل له ان لها زوجا فسألها فقال ابو عبد الله

عليه السلام. ولم سألها؟﴾

بے شک فلاں نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا تو اسے کہا گیا اس کا خاوند موجود ہے تو اس نے اپنے متعہ سے دریافت کیا تو امام ابو عبد اللہ نے (سرزنش کرتے ہوئے) فرمایا۔ اس نے سوال کیوں کیا؟

۴۔ محمد بن عبد اللہ الأشعری کہتا ہے کہ میں نے امام رضا سے دریافت کیا۔

﴿الرجل يتزوج بالمرنة فيقع في قلبه ان لها زوجا قال ما عليه اراء يت

لو سألها البينة كان يجده من يشهد ان ليس لها زوج؟﴾

ایک شخص ایک عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے اور اس کے دل میں خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا خاوند ہے (اور یہ مجھے دھوکہ دے کر متعہ کی اجرت کما رہی ہے) تو آپ نے فرمایا اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ تحقیق و تفتیش کے گورکھ دھندے میں پڑنے کی ضرورت ہے۔ بتلائے اگر یہ شخص اس عورت سے گواہ طلب کرے گا تو کیا لامحالہ ایسے اشخاص مل جائیں گے جو گواہی دے دیں گے کہ اس کا خاوند نہیں ہے۔

ف: روایت گھڑنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ متقیوں کے سردار اور پیشوا کیا ایسی بے احتیاطیوں کا حکم دے سکتے ہیں اور علی الخصوص حلال و حرام کے معاملہ میں پھر حیرانگی کی بات ہے کہ امام کو اس قدر بے علم اور بے خبر ثابت کر دکھلایا کہ نفی و اثبات میں تعارض و مخالف کی صورت میں ترجیح کس کو ہوتی ہے اور خاص طور پر جو امور خفیہ سرانجام دیے جاتے ہوں اور صرف ان خاص الخواص ہی ان

سے باخبر ہو سکتے ہوں بلکہ ماں باپ کو بھی خبر نہ ہونے دی جاتی ہو تو وہاں نفی کی گواہی کی کوئی اہمیت بلکہ اعتبار کی صورت ہو سکتی ہے؟

الغرض یہ ہے وہ لچک اور نرمی جس کی وجہ سے کئی لوگ عزت و آبرو گنوا بیٹھتے ہیں اور ان کی عورتوں کو بیک وقت کئی جگہ متعہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے اگر پردہ رہ جائے تو آمدنی ہی آمدنی اور بہار ہی بہار ہے اور راز فاش ہو جائے تو صرف بقایا ملنے کی توقع نہیں رکھ سکتیں، بس۔

## متعہ کی اجرت

اس متعہ کو بہل ترین اور مرغوب القلوب بنانے کے لئے اسکے مرتکبین اور ولد ادگان کو بڑی رعایت اور چھوٹ دی گئی ہے نہ نان و نفقہ لازم نہ لباس و پوشاک کی ذمہ داری اور نہ مکان اور رہائش گاہ مہیا کرنے کا بارگراں اور مزید برآں یہ کہ اجرت بھی انتہائی معمولی یعنی ایک مٹھی گندم یا کھجوریں بلکہ مسواک یا چند گھونٹ پانی مہیا کرنے پر بھی عقد ہو سکتا ہے۔

صلائے عام ہے یا ران نکتہ داں کے لئے

دلائل ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔۔

۱۔ عن ابی بصیر قال ساء لت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن ادنی مہر المتعہ ماہو؟ قال کف من طعام دقیق او سویق او تمر ﴿﴾ (فروع کافی ج ۱ ص ۱۹۴)

ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کی کم از کم اجرت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ ایک مٹھی آٹا یا ستویا کھجوریں۔

۲۔ عن الاحول قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ما ادنی ما تزوج بہ المتعہ؟ قال کف من برک ﴿﴾ (فروع کافی ج ۱ ص ۱۹۴)

احول سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ سے عرض کیا کہ عقد متعہ کی ادنی مقدار اور اجرت

کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ ایک مٹھی گندم۔

۳۔ ﴿رَوَى بَعْضُهُمْ (أَنَّهُ) سَوَاكُ﴾ اور بعض نے اس روایت میں ادنیٰ مقدار اور کترین اجرت کے طور پر سواک کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت (امیر المومنین) عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا۔

﴿أَنِّي زَيْتٌ فَطَهَّرْنِي فَامْرَبْهَا ن تَرْجَمُ فَاخْبِرْ بِذَلِكَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: مَرَرْتُ بِالْبَادِيَةِ فَاصَابَنِي عَطَشٌ شَدِيدٌ فَاسْتَسْقَيْتُ أَعْرَابِيًّا فَابِي أَنْ يَسْقِيَنِي إِلَّا أَنْ أَمَكَّنَهُ مِنْ نَفْسِي فَلَمَّا أَجْهَدَنِي الْعَطَشُ وَخَفْتُ عَلَيَّ نَفْسِي سَقَانِي فَامَكَّنْتَهُ مِنْ نَفْسِي. فَقَالَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَزْوِيجُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ﴾  
(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۸ باب النوادر)

کہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے لہذا مجھ پر شرعی حد لگا کر مجھے پاک کریں آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس سے دریافت کیا تو نے کیسے زنا کیا؟ تو اس نے کہا میں ایک ویرانہ اور جنگل میں سے گزر رہی تھی اس دوران مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی اور بدوی سے پانی طلب کیا تو اس نے اس وقت تک پانی دینے سے انکار کر دیا جب تک کہ میں پانی پلانے کے عوض اس کو جماع اور زنا کا موقع مہیا نہ کروں۔ جب مجھے پیاس کی شدت نے مجبور کر دیا اور مجھے جان کا خطرہ لاحق ہو گیا تو اس نے مجھے پانی پلا دیا اور میں نے اس کا مطالبہ اور تقاضائے نفس پورا کر دیا اور اسے زنا کا موقع فراہم کرتے ہوئے اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا۔ تو امیر المومنین نے فرمایا مجھے رب کعبہ کی قسم یہ تو ازدواجی تعلق ہے نہ کہ زنا یعنی یہ عقد متعہ ہے لہذا اس پر حد اور تعزیر نہیں لگ سکتی ہے لہذا اس کو معافی دی جائے۔

## متعہ کے سب شرائط معاف ہو گئے

جس فعل بد کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف یہ روایت منسوب کر کے اس کو عقد متعہ اور حلال قرار دیا گیا ہے اس میں نہ متعہ کے صیغے مذکور ہیں نہ اجل اور مدت کا تعین ہے نہ ایجاب و قبول کی ظاہری صورت موجود ہے بلکہ حد یہ ہے کہ عورت کو پتہ تک نہیں کہ متعہ بھی شریعت میں ہے اور ایسی ضرورت اور مجبوری میں اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ خود اس کو خالص زنا سمجھتی ہے اور اس آلودگی سے پاکیزگی اور تطہیر کی خاطر شرعی سزا کا مطالبہ کرتی ہے مگر اس کے وہم و گمان کے برعکس اس کو صرف سزا سے ہی معافی نہ ملی بلکہ متعہ کے عظیم اجر و ثواب کی مستحق ٹھہری اور وہ جنگلی دیو جو پانی کے چند گھونٹ پلا کر ان کی بڑی قیمت وصول کر گیا اس کو بھی چھٹی مل گئی اور کسی نے نہ پوچھا کہ اسلامی حکومت میں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور حکومت میں تو کون ہوتا ہے مسلمانوں کی عزت و آبرو لوٹنے والا اور ایسی ذلیل حرکت کرے والا؟ بلکہ اس کے برعکس اس فعل قبیح اور عمل شنیع کو نکاح بنا دیا گیا۔

کیا جہان میں کوئی ایسا عقل مند شخص مل سکتا ہے جو جان بلب عورتوں کی مجبوریوں سے اس قسم کے فوائد حاصل کرنے کو نکاح قرار دے اور اس درندگی کو عقد متعہ قرار دے کر صرف مباح ہی قرار نہ دے بلکہ بے انتہا اجر و ثواب کا موجب قرار دے بلکہ ہر کوئی اسے زنا بالجبر کی ہی ایک صورت تسلیم کرے گا جس طرح کہ خود اس عورت نے اس کو زنا ہی سمجھا اور وہ عورت مستحق تعزیر و حدود نہ سہی اس درندہ صفت انسان کو تو چھٹی نہیں ملنی چاہیے تھی اور نہ اس کا یہ فعل بد نکاح قرار دیا جانا چاہیے تھا لیکن صرف روافض ہی ہیں جو ایسے شرمناک فعل کو بھی نکاح بنا دیتے ہیں اور پھر ایسے ناپاک فعل کی نسبت ان مقدس لوگوں کی طرف کر کے تم بالائے تم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

نیز قابل غور امر یہ ہے کہ یہ فعل نکاح دوام تو ہے نہیں لامحالہ اس کو متعہ ہی قرار دیا جائے گا تو کیا واقعی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور فاروقی میں ایسے گھناؤنے فعل کو متعہ کہہ کر جائز قرار دے سکتے تھے؟ قطعاً نہیں بالکل نہیں بلکہ وہ تو اپنے دور حکومت میں بھی جبکہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصال فرمائے تیرہ چودہ سال بیت چلے تھے یہی کہتے نظر آتے ہیں۔

﴿لولا سبقنی الیہ عمر ما زنا الا شقی یعنی الا قلیل اراد (انہ) لو لا ما سبقنی بہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من نہیہ عن المتعہ وتمکن نہیہ فی قلوب الناس لندبت الناس الیہا و رغبتہم فیہا﴾ (تفسیر صافی ص ۱۲۷)

یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے پہلے لوگوں کو متعہ سے منع نہ کر دیا ہوتا اور لوگوں کے دلوں میں ان کا امتناعی حکم راسخ نہ ہو چکا ہوتا تو میں انہیں متعہ کرنے کی دعوت اور ترغیب دیتا تا کہ وہ متعہ میں مشغول ہو کر زنا سے بچ جاتے اور صرف قلیل لوگ ہی زنا کرتے جو بہت بد بخت ہوتے۔

الغرض جب شیر خدا اسد اللہ الغالب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے اتنا عرصہ بعد بھی اس طرح کا حکم دینے سے قاصر ہیں تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کے حتمی فیصلہ کے خلاف فتویٰ دینے کی ہمت کیسے ہو سکتی تھی یا تقیہ کے دعوے غلط ہیں۔ یا اس قسم کی روایات سراسر کذب ہیں۔

الغرض متعہ جیسے عقد میں مالی بوجھ کے اندر چھوٹ اور رعایت اور تعداد میں اس قدر وسعت کہ ہزار عورت سے بھی یہ عقد جائز اور درست مان و نفقہ اور پوشاک وغیرہ سے مکمل چھوٹ اور درجات و مراتب کے لحاظ سے بے انتہا ترقی اور رفعت تو کیا کہنے ہیں اس عقد متعہ کے اور اس مذہب تشیع کے بس حلوائے بے دود ہے اور مفت کی شراب عتیق و رقیق بشرطیکہ خوف خدا نہ ہو اور نبی الانبیاء ﷺ سے شرم و حیا نہ ہو۔

## شیعی تاویل و توجیہ

علامہ ڈھکو صاحب فرماتے ہیں۔ متعہ کے لئے معمولی اجرت رکھی گئی ہے تو کون سی قیامت آگئی۔ عقد مہر میں بھی تو معمولی حق مہر دینا کافی ہے۔

**اقول:** دائمی نکاح میں گو صرف احناف کے نزدیک کم از کم دس درہم چاندی کے تعین ہے اور دوسرے ائمہ کرام معمولی مالیت کی اشیاء کو بدل مہر کے طور پر جائز رکھتے ہیں۔ لیکن اس میں خوراک، پوشاک اور رہائش وغیرہ کی ذمہ داری تو خاوند پر عائد ہوتی ہے لیکن عقد متعہ میں وہ ذمہ داریاں بھی معدوم اور اجرت کی حالت بھی ملاحظہ کر چکے تو اس سے صاف ظاہر اور روشن ہو گیا کہ اس مذہب اور نظریہ کے ایجاد کرنے کا بنیادی مقصد آوارگی اور بے راہ روی پیدا کرنا ہے اور نکاح مسنون جو کہ سراسر خیر و برکت ہے اور عزت و ناموس اور حسب و نسل کی حفاظت اور صیانت کا موجب اس سے لوگوں کو ہٹانا بے رغبت کرنا و سراسر عیاش اور شہوت پرست بنانا ہے۔

## متعہ کی اجرت کس وقت اور کتنی دینی لازم ہے؟

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ جو معمولی اجرت بھی عقد متعہ میں طے پائی ہو، محض عقد متعہ کی وجہ سے وہ ادا کرنی لازم نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے عملاً مکمل استفادہ اور نفع اندوزی کا موقع پانا ضروری ہے۔ ورنہ اس کی ادائیگی مکمل طور پر روکی جاسکتی ہے یا اس میں کٹوتی کی جا سکتی ہے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اگر عقد متعہ کے بعد مرد کو موقع ہی نہیں دیا گیا کہ وہ جماع کرے، خواہ عورت کی طرف سے رکاوٹ پیش آئی یا اس کے اقارب کی طرف سے اور سارا وقت جو متعہ کے لئے مقرر کیا گیا تھا اسی طرح گزر گیا تو اس عورت کے لئے بالکل اجرت نہیں ہے اور اگر کچھ عرصہ تو اسی طرح محرومی

میں گزرا مگر بقیہ وقت میں موقع مل گیا تو مقررہ اجرت اور ایام عقد کی مناسبت سے جتنے دن اس کو موقع ملا ان کی اجرت ادا کرے گا اور عورت کے نشوز اور اپنے حرمان والے ایام کی اجرت ساقط ہو جائے گی۔ (برہان المتعہ ص ۶۱)

وقال ابو الحسن علیہ السلام نعم ينظر ما قطعت من الشرط فيحبس عنها من مهرها بمقدار ما لم تف به ما خلا ايام الطمث ﴿ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۶)

امام ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں مرد دیکھے کہ عورت نے مشروط ایام میں سے کتنی مقدار منقطع کر دی ہے۔ تو اسی قدر اس کی اجرت سے روک لے جس قدر اس نے وفا کی، ما سوا ایام حیض کے (ان کی اجرت نہیں کاٹی جاسکتی کیونکہ وہ شرعی عذر ہے)۔

۲۔ اگر عقد متعہ کے بعد اور مجامعت اور مباشرت سے پہلے اجل اور مدت متعہ عورت کو ہبہ کر دے تو علماء شیعہ کی ایک جماعت کے نزدیک نصف مہر ادا کرنا ہوگا اور اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد بقیہ ایام ہبہ کر دے تو پوری اجرت دینا لازم ہوگی۔ (برہان المتعہ ص ۶۱، ۶۲)

اور جامع عباسی ص ۱۵۱ پر مرقوم ہے۔ اگر زن متعہ باشد و مدت رابا و بخشید نصف آنچه با و قرار دادہ بدہد۔ یعنی متعی عورت کو متعہ بخشنے پر آدمی اجرت دینی لازم ہوگی۔ اس عبارت سے تمام علماء شیعہ کا اس بات پر اتفاق یا کم از کم اس قول کا مختار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ اگر جماع سے پہلے مرد فوت ہو جائے تو متعہ والی عورت کے لئے آدمی اجرت ہوگی اور عدت وفات بھی لازم ہوگی مگر بعض علماء اس صورت میں بھی پوری اجرت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور کامل احتیاط اسی میں ہے۔ (برہان المتعہ ص ۶۱)

اگر موت قبل دخول حائل شد پس اور نصف مہر و نگداشتن عدت وفات میرسد و تمام مہر نزد بعضے باشد و اس احوط است۔

## متعہ کے لئے ایڈوانس بکنگ

۴۔ اگر عقد معلق ہے مدت موخر پر خواہ ایک ماہ کم و بیش یعنی عقد آج طے پا گیا لیکن مدت اور اجل ایک ماہ بعد شروع ہونی قرار پائی تو اس میں کوئی عیب اور جائے اعتراض نہیں مگر نتیجہ در چند موضع وید یعنی اس کے اثرات چند جگہ ظاہر ہوں گے۔

۱۔ اس ضعیفہ در بین اس زمان تا زمان حضور اجلاس با غیر عقد صیغہ دیگر نمیتواند اگر چہ زمان وسعت مدت وعدت اس صیغہ ہم داشتہ باشد۔ یعنی یہ عورت وقت عقد سے لے کر عقد متعہ کے آغاز تک کسی دوسرے شخص سے عقد متعہ کی مجاز نہیں ہوگی خواہ در میانی عرصہ اتنا وسیع ہو کہ متعہ کے ایام گزر کر عدت بھی گزر سکے یا آئیہ یا صغیرہ ہم علی الاطلاق باشد خواہ وہ عورت سن ایام کو پہنچی ہو (جس کی عدت ہی نہیں ہوا کرتی) اور یا صغیرہ ہو (اس کی بھی عدت نہیں ہوتی)۔

ب: خواہر این زن را دریں مدت در عقد نمیتواند آورد۔ دوسرا اثر یہ مرتب ہوگا کہ وہ مرد اس منسوبہ عورت کی بہن سے ان ایام میں عقد نہیں کر سکے گا۔

ج: اگر ما بین عقد و اجل موت حائل شد پس عقد و مہر وعدت باطل شد۔ تیسرا اثر یہ ہے کہ مرتب ہوگا کہ اگر عقد معلق اور آغاز اجل و مدت کے درمیان موت حائل ہو جائے تو عقد بھی باطل ہو جائے گا اور مہر وعدت بھی۔ (برہان المتعہ ص ۶۰)

## تبصرہ بیک وقت دو مردوں کے ساتھ عقد متعہ کا جواز

اگر عقد معلق اب منعقد نہیں ہو چکا تھا تو اس عورت کی بہن سے عقد ممنوع کیوں ٹھہرا اور اب منعقد ہو چکا تو بیک وقت دو عقد قرار پائے گئے ایک کے لئے مباشرت اور مجامعت حلال ٹھہری مگر دوسرے کا بھی عقد متعہ صحیح ہے اگر چہ وہ ابھی مباشرت اور مجامعت کا حقدار نہیں ہے کیا کوئی آسانی



مذہب ایسی ایڈوانس بکنگ کی مثالیں عورتوں کے متعلق پیش کر سکتا ہے؟ نہیں قطعاً نہیں یہ صرف اور صرف روافض کو امتیاز حاصل ہے اور انہوں نے ہی یہ انوکھے طریقے ایجاد کیے ہیں۔ آدم برسر طلب۔ اس امر سے قطع نظر کہ یہ عقد غلط ہے یا صحیح ہم نے یہ بتلایا ہے کہ عقد متعہ متحقق مان کر موت حائل ہونے کی صورت میں اجرت کے لزوم کو باطل ٹھہرایا گیا ہے لہذا واضح ہو گیا کہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

## قول باری تعالیٰ۔ فما استمتعتم به منهن الآیة

### اور شیعہ استدلال کا بطلان

مندرجہ بالا حوالہ جات سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ شیعہ مذہب میں عقد متعہ سے پوری اجرت مقررہ ادا کرنی لازم نہیں ہے بلکہ دائمی نکاح کی طرح دراصل جماع اور مباشرت کے ساتھ ہی پوری اجرت دینا لازم ہوتی ہے خواہ حقیقتاً مباشرت پائی جائے یا حکماً جیسے خلوت صحیحہ وغیرہ اور اگر عورت اور اس کے اقارب مباشرت سے مانع ہوں تو عقد کے باوجود ایک پائی کی بھی حقدار نہیں اور بعض حصہ مقررہ میں سے بلا مباشرت گزار دیں تو کٹوتی کر لی جائے گی لہذا شیعہ صاحبان کا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے استدلال لغو اور باطل ہو جائے گا۔ فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن کیونکہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنا ان کے نزدیک لازم ہی نہیں اور اس آیت کریمہ سے عقد متعہ مراد ہو تو پھر شیعہ مذہب کا خلاف قرآن ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ تفصیلات و تفریعات لغو اور باطل ٹھہریں گی۔ تو لامحالہ قول باری تعالیٰ میں استمتاع سے مراد مجامعت اور مباشرت ہوگی اور یہ معنی لغوی ہے جو کہ عقد دائم میں بھی متحقق ہے اور اس آیت مبارکہ کا سیاق و سباق بھی عقد دائم کے احکام پر مشتمل ہے۔

لہذا شیعہ اور اہل سنت کے اجماع و اتفاق سے یہاں پر استمتاع کا لغوی معنی مراد ہوتا

واضح ہو گیا اور اس سے محض عقد منعہ مراد ہونا غلط محض اور سراسر باطل ہو گیا۔ (استبصار ص ۱۲۱) وغیرہ میں یہی حکم حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام محمد باقر سے مروی ہے۔

﴿لا یوجب المہر الا الوقاع فی الفرج اذا التقی الختانان و جب المہر و العدة﴾

یعنی فرج میں جماع اور عورت و مرد کی شرم گاہوں کے اختلاط سے مہر اور عدت لازم

ہوتے ہیں اور امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ ﴿اذا دخل بها (الی) یجب المہر﴾۔ یعنی

جماعت سے ہی مہر اور اجرت لازم ہوگی۔

لہذا مہر نمروز کی طرح روشن ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں صریقت اور صرف مہر کا مل کے

وجوب کا بیان ہے اور اس فرض سے جلد سبکدوش ہونے کی اپیل ہے امام جعفر صادق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ میں ایک عورت کے ساتھ نکاح

اور مباشرت کروں اور اسے کچھ نہ دوں تو یہ طریقہ جائز ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ﴿نعم یكون دینا علیک﴾ ہاں مباشرت جائز ہے لیکن مہر اور

(استبصار ص ۱۱۸)

اجرت تجھ پر قرض ہوگی۔

اور یہی الفاظ متعدد روایات میں موجود ہیں لہذا آیت کریمہ میں بھی استمتاع اور

حصول منفعت کے بعد لازم آنے والے اس قرض کی ادائیگی اور اس فرض سے جلد از جلد

سبکدوش ہونے کی تلقین ہے۔

## قرات شاذہ الی اجل مسمیٰ کا حقیقی مفہوم

نیز جس قرات شاذہ میں الی اجل مسمیٰ کے کلمات مذکور ہیں تو اس میں بھی اس

فرض اور قرض کی ادائیگی کی تاکید اکید مقصود ہے یعنی جب صرف ایک مرتبہ جماعت کر لینے سے

پورا حق مہر تم پر واجب الا ادا ہو چکا تھا تو جن کے ساتھ تم لمبے عرصہ تک نفع اندوز ہوتے رہے انہیں

مقرر حق مہر کیوں نہیں دیتے جلد از جلد اس قرض کو ادا کرو اور حق کو حق دار تک پہنچاؤ علاوہ ازیں یہ قرأت متعہ کے اصطلاحی یا شرعی معنی کے ارادے سے مانع ہے کیونکہ مدت کی تعیین اس کی ماہیت میں داخل ہے اور بغیر اس کے متعہ کا تحقق نہیں ہو سکتا تو پھر متعہ کے بعد اس کا ذکر بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا۔ اور عبث و هو کماتری۔

نیز الی اجل مسمیٰ شاذ قرأت ہے جس کا درجہ اخباراً حادث سے بھی کم ہوتا ہے لہذا اس قرأت کی وجہ سے قرأت متواترہ کا حکم کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں اور اس آیت کریمہ کے سیاق و سباق کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں جو صاف صاف دلیل ہیں اس امر واقعہ کی کہ عقد نکاح کے بعد جب ان منکوحہ عورتوں سے مباشرت کر لو تو ان کا حق مہر ان کو ضرور ادا کرو نیز مہر معجل بھی ہوتا ہے اور موجل بھی تو قرأت شاذہ میں مہر موجل کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ جس طرح متواترہ میں مطلقاً مہر ادا کرنا لازم کیا گیا تو اس صورت میں بھی متعہ معروفہ پر استدلال غلط ہو گیا۔ مزید تحقیق اس آیت کریمہ کی دوسری جگہ ذکر کی گئی ہے۔

### فائدہ ضروریہ

اب تک ناظرین کرام نے عقد متعہ میں اجرت کی مقدار اور اس کی ادائیگی کے احکام ملاحظہ فرمائے اب ذرا اس معمولی اجرت کو بھی واپس لینے کا طریق کار اور حیلہ گریوں کا نمونہ دیکھیں اور بزعم خویش اللہ تعالیٰ کے عقد متعہ کی اجرت ادا کرنے والے ﴿فاتوہن اجورہن﴾ پر عمل درآمد کا بھی مشاہدہ کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ یہ کارستانیاں عوام سے لے کر خواص تک میں برابر پائی جاتی ہیں اور اس حمام میں سبھی ننگے نظر آتے ہیں اور شرم و حیا کی دولت سے محروم۔ اور یہ سب راز ہائے درون پر وہ جناب علامہ نعمت اللہ الجزائری کی زبانی معلوم ہوئے ہیں آپ بھی مطالعہ کریں اور عبرت حاصل کریں۔

## شیعہ کا متعہات کے ساتھ سلوک اور اجرت

### واپس لینے بلکہ نفع کمانے کے حیلے

سید نعمت اللہ الجزائر نے اس ضمن میں چند واقعات درج کئے ہیں وہ قارئین کی ضمانت طبع کے لئے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ان لوگوں کی شرم و حیا کا اندازہ ہو سکے اور یہ بھی اندازہ ہو سکے کہ ان کے نزدیک قطعاً طہاتوہن اجورہن کا یہ معنی نہیں ہے کہ عقد متعہ طے ہونے پر پوری اجرت ادا کرنی لازم ہے بلکہ ان کا ہدف پورا نہ ہو تو نہ صرف ادا کر دہ رقم واپس لے لیتے ہیں بلکہ خرید و ہول کئے بغیر ان بے چاریوں کی جان بخشی نہیں کرتے۔ بہر حال گھر کے بھیدی کی زبانی حقائق درون پردہ کا مشاہدہ فرمائیں۔

۱۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا چونکہ وہ فقیر آدمی تھا لہذا اجرت دو درہم طے ہوئی چنانچہ اس نے ایک رات میں اس کے ساتھ پانچ مرتبہ جماع کیا جب صبح ہوئی تو اس نے دو درہم اجرت طلب کی مگر وہ تو اس مومن کے پاس تھے نہیں (دیتا کس طرح) چنانچہ جب اس مومن نے مومنین کے بھرے مجمع میں اپنی آپ جتی کہہ سنائی اور محرومی کا رونا رویا اور کہا اس نے پانچ مرتبہ جماع کیا ہے اور دو درہم بھی دینے کو تیار نہیں ہے چنانچہ اس مومن نے اس کے تقاضے سے مجبور ہو کر کہا۔

﴿یَا حَبَابَةُ اِنْعَالِیْ ثُمَّ اِنَّہٗ نَامَ وَرَفَعَ اِرْجُلَہٗ وَقَالَ تَهْنِیْ جَامِعِیْ سَبْعَ

مَرَاتٍ عَوِضَ الْخَمْسَةِ الْمَرَاتِ فَقَالَ الْخَاضِرُونَ الْحَقُّ مَعَ الْعَالَمِ﴾

اے دلدادہ تشریف لائیے پھر وہ لیٹ گیا اور اپنی ٹانگیں اوپر کواٹھالیں اور کہا میرے

ساتھ پانچ کو عوض سات مرتبہ جماع کر لے تو حاضرین (اش اش کراٹھے اور کہا) حق اس

کے ساتھ ہے۔

۲۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے شیرازی عورت کے ساتھ عقدِ حوا کیا اور اس کو ایک محمدیہ (سکہ کا نام) دینے کا عہد کیا موسم گرمی کا تھا دوسرے ساتھی مکان کی چھت پر سو گئے اور اس نے حجرہ کا دروازہ بند کر کے اس عورت کے ساتھ رات گزارنے کی ٹھانی۔ ابھی رات آدمی ہوئی ہوگی کہ اس عورت کی آواز اور چیخنے چلانے سے ہم لوگ بیدار ہو گئے تو کیا سنتے ہیں کہ وہ کہہ رہی تھی خدا کیلئے آئیے اور مجھ اس مومن سے بچائیے اس نے تو میری شرم گاہ ہی چیر کر رکھ دی ہے چنانچہ ہم نیچے اتر کر اس کے پاس گئے اور میں نے اس عورت سے ماجرا پوچھا تو اس نے بتلایا کہ رات ابھی آدمی نہیں ہوئی اور اس نے بیس مرتبہ میرے ساتھ جماع کر لیا ہے (آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا) اور میں اس کی قوت برداشت نہیں رکھتی اسے کہیے یہ اپنا سکہ لے لے اور بقیہ رات مجھے معاف رکھے۔

جب میں نے رفتن سز مومن سے جواب دعویٰ کی وضاحت چاہی تو اس نے کہا یہ بالکل جھوٹی ہے پھر میرا ہاتھ پکڑ کر حجرہ میں لے گیا تو اس نے ہر بار کے جماع کی دیوار پر لکیریں کھینچ کر نشاندہی کر رکھی تھی۔ جب مجھے گننے کا حکم دیا تو اٹھارہ لکیریں نکلیں تو کہنے لگا دیکھو کس قدر جھوٹی ہے۔ تو میں نے اس سے کہا۔

يَا فُلَانُ اَقْسَمُ عَلَيكَ بِاللّٰهِ مَا كَانَ فِي نَظْرِكَ الشَّرِيفُ اِلَى وَقْتِ الصَّبَاحِ مِنْ مَرَّةٍ فَقَالَ وَاللّٰهِ كَانَ فِي خَاطِرِيْ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً ﴿

اے فلاں میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دے کر دریاقت کرتا ہوں کہ جناب کی نظر شریف اور خیال مبارک میں صبح تک کتنی مرتبہ جماع کرنے کا ارادہ تھا۔ تو اس نے کہا بخدا میں چالیس مرتبہ جماع کا عزم مصمم رکھتا تھا۔ (لیکن یہ موتِ شکست کھا گئی اور سب ارادے خاک میں مل گئے اور اٹھارہ مرتبہ کا جماع مفت میں نصیب ہو گیا)

﴿ثُمَّ اِنْ الْمَرَاةَ اَعْطَتْهُ الْمَحْمَدِيَّةُ وَانْهَزَتْ نِصْفَ اللَّيْلِ﴾

مومنہ نے اجرت کی وصولی کے لئے بہت بڑی برداشت کی اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا مگر اس کی بد قسمتی کہ اسے اس مومن کی قوت فعل و تاثیر کا اندازہ ہی نہ تھا اور نہ ہی کبھی ایسے مومن کا تصور ہی اس نے کیا ہوگا اس لئے سب صبر و تحمل اکارت گیا اور پوری اجرت واپس کر کے جان بچائی۔

۳۔ بعض مومنین نے اصفہان میں متعہ کا ارادہ کیا تو اسے ایک بڑھیا دلالہ نے کہا میں تجھے ایک حسین و جمیل محلی عورت کا پتہ بتاتی ہوں چنانچہ وہ اسے ایک گھر میں لے گئے جس میں ایک پردہ دار عورت ستر اور پردہ میں مستور بیٹھی تھی۔ چنانچہ اس نے اس کو جوان اور حسین سمجھ کر قبول کر لیا اور اجرت بڑھیا کے ہاتھ تھما دی جو لے کر زونو چکر ہوئی اور جب حجاب اٹھایا تو نوے سال سے زائد عمر کی عورت برآمد ہوئی جس کے منہ میں دانت ہی نہ تھے چنانچہ اس نے چند لمحے سوچا (کہ کس طرح رقم واپس لوں) پھر کہا اے مجسمہ محبت و تولا مجھے کچھ تیل درکار ہے وہ انھی اور اس نے فی الفور تیل حاضر کر دیا تو اس نے سر سے دستار وغیرہ اتار کر اچھی طرح سر کو تیل کے ساتھ تر کیا۔ پھر اسے کہا۔۔۔ ﴿نامی علی اسم اللہ حتی نقضی الحاجة فنامت فقدم راسہ فقالت مانصنع؟ قال قاعدة بلادنا ان یاتون النساء بروسہم﴾

اللہ کا نام لے کر لیٹ جانا کہ اپنا کام شروع کریں چنانچہ وہ لیٹ گئی تو اس نے اپنا سر اندر داخل کرنے کے لئے مقام مخصوص پر رکھا تو وہ چلا اٹھی ارے کم بخت یہ کیا کرتے ہو اس نے کہا ہمارے علاقے کا دستور العمل ہی یہی ہے کہ وہ عورتوں کے اندام مخصوص میں اپنے سر داخل کرتے ہیں اس عورت نے کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے شہروں کو برباد کرے۔ ﴿ہذا شیئی ما یکون فقال انظری کیف یکون؟﴾ یہ کام تو ہو سکتا ہی نہیں اس نے کہا بس دیکھو تو کسی کیسے ہوتا ہے بالکل ہو کر رہے گا۔ چنانچہ وہ مجبور ہو کر اس کے نیچے سے نکل اور درہم اس کی طرف پھینکتے ہوتے کہا۔ ﴿ہذا دراہمک خذھا لا بارک اللہ﴾ یہ اپنے درہم لے جا اللہ تیرے لئے ان میں برکت نہ دے لیکن اس نے کہا نہیں یہ نہیں ہو سکتا (قول مرداں جان دارود عہد نبھاؤ اور ان کے

بدلے میرے سر نیاز کو بارگاہِ ناز میں داخلہ کی اجازت مرحمت کرو اور مزاحمت سے باز آؤ)

﴿فلم يقبل حتى ضاعفت له الدراهم اضعافا كثيرة بالتماس كثير حتى

اخذها وخرج منها﴾

چنانچہ اس عورت نے منت سماجت کر کے کئی گنا زیادہ دراہم دے کر جان چھڑائی اور وہ

مومن ان دراہم مضاعفہ اور کثیر منفعت سے قابز المرام ہو کر اور تیل سے مرغن ہو کر واپس تشریف لے گئے۔

۳۔ ایک اور مومن کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا جب اس نے صحیحی عورت کے ستر اور پردہ کو ہٹایا

تو بنی اسرائیل کی بوڑھی عورتوں سے بھی عمر میں متجاوز پایا چنانچہ لوٹا اٹھا کر بیت الخلاء کی طرف قضا

حاجت کے بہانے گیا اور اپنے آلہ تناسل پر اپنی دستار کو لپیٹ لپیٹ کر اسے ہاون دستہ کی مانند بنا

ڈالا پھر ہائے وائے کرتے ہوئے اس عورت کی طرف واپس آیا اور پردہ ہٹا کر آلہ اس کو دکھایا تو

اس نے کہا یہ پٹی کیسی ہے؟

تو اس نے کہا مجھے زہر باد کی بیماری ہے اور مجھے طبیب نے یہ مشورہ دیا ہے کہ میں

بوڑھی عورت کے ساتھ متعہ کروں اور یہ زہر اس کی اندام تنہانی میں گراؤں تب شفا پاؤں گا۔ تو وہ

یہ صورت حال دیکھ کر سن کر چلا اٹھی اور کہا۔

﴿خذ دراهمک لا بارک اللہ لک فیہا۔ فقال هیات ہیات لا اقبل

هذا ابدا حتى زادت علی ما اعطاها زیادة وافرۃ فاخذها ومضى﴾

اپنے دراہم واپس لے لے اللہ تعالیٰ تیرے لئے ان کو نامبارک کرے تو اس نے کہا ناممکن

، ناممکن میں قطعاً ان کو واپس نہیں لوں گا۔ حتیٰ کہ اس عورت نے وصول کردہ دراہم پر بہت زیادہ

دراہم اپنی طرف سے بھی اس کو دیے تب وہ انہیں لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

(انوار نعمانیہ ص ۴، ۱۳۶، ۱۳۰)

۵۔ ہمارے بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت سے عقد متعہ کیا جبکہ وہ ہمارے ساتھ مدرسہ منصور یہ میں قیام پذیر تھا جب عورت نے پردہ ہٹایا اور مجامعت کے لئے گدی کے بل لیٹ گئی تو اس نے اندام مخصوص کو دیکھا کہ وہ غیر مختون ہے تو نشتر لے کر اس عورت کا ختنہ کر دیا تو وہ درد سے چلا اٹھی اور ادھر خون فوارہ کی صورت بہہ نکلا چنانچہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے مجھ سے زخمی کرنے کی دیت اور تاوان طلب کیا اور میں نے اس سے ختنہ کرنے کی اجرت طلب کرنی شروع کر دی۔ ﴿و غلبتها و اخذت منها القيمة لکن لا من جنس

(ص ۱۵۲)

الدراہم و الدنانیر ﴿

اور کہا کہ میں اس پر (حجت و برہان کے ساتھ) غالب آ گیا اور ختنہ کرنے کی اجرت اور قیمت وصول کی لیکن نقدی کی صورت میں نہیں (بلکہ جماع اور مباشرت کی صورت میں لیکن خدا ہی جانے وہ کیا وزنی دلائل تھے جن سے مغلوب ہو کر اس مومنہ نے لہولہان ہونے کے باوجود اپنے اس عضو مخصوص کو اس مومن کے حوالے کر دیا اور ہرچہ بادا باد پر راضی ہو گئی)

۶۔ پچھلی سطور میں آپ نے مومنہ کی شکست اور ناکامی ملاحظہ فرمائی اب آپ مومنہ کی فراخ دلی اور مومن کی شکست اور ناکامی و نامرادی ملاحظہ کریں۔ علامہ جزائری فرماتے ہیں۔

ہمارے صالح بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا۔ جب دروازے بند کئے اور کار خاص کا آغاز کرنے کا عزم مصمم کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس متعی عورت کا چہرہ سا لخوردہ مشک کی مانند خشک اور جھریوں والا ہے اور اس کے منہ میں دانت بھی نہیں ہیں جن کے ساتھ بات کر سکے ماسوا ان کی بوسیدہ جڑوں کے چنانچہ اجرت کھری کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے اور ناک پر ہاتھ رکھ کر جماع کر ہی ڈالا اور فارغ ہونے پر دروازہ کھول کر بھاگنے کی سوچ رہا تھا تو اس نے کہا۔ ﴿لا تفتحه و دعنا الیوم فی عیشنا و ان لم ترد من

القبل فهذا غیرہ حاضر ﴿



دروازہ نہ کھول اور آج کا دن عیش و نشاط میں رکھ اور اگر اگلا حصہ پسند نہیں ہے تو پچھلی طرف بھی ایک قابل استعمال مقام ہے وہ حاضر ہے دامن جھٹک کر نہ جا اور محروم وصال نہ کر۔

﴿فَعَرَفْتَ الْمَوْتَ فِي الْمَوْقِعَةِ الْآخِرَىٰ فَصَحَّتْ إِلَىٰ أَصْحَابِي هَلُمُوا إِلَيَّ وَخَلَّصُونِي مِنْ هَذَا الْمَوْتِ الْحَاضِرِ فَاتُوا إِلَيَّ وَحَدِّثُوا بَابَ الْوَأخْرِ جُونِي مِنْهَا﴾  
مگر میں نے دوسری مرتبہ جماع کرنے میں اپنی موت کا یقین کر لیا تھا لہذا فوراً اپنے ساتھیوں سے فریاد کی کہ میری مدد کو پہنچئے مجھے اس سر پر منڈلاتی موت سے نجات دلائیے چنانچہ وہ میرے پاس پہنچ گئے اور دروازہ کھول کر مجھے اس کے پاس سے نکال لیا۔

**ف:** شیعہ حضرات کے حسن انتظام کی داد دینی پڑتی ہے کہ ریزرو عملہ بالکل قریب موجود رہتا ہے جو نہی متعی مرد اور عورت مدد کو پکاریں فوراً موقعہ پر پہنچ جاتے ہیں اور کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آنے دیتے۔ نیز اس صورت حال کو دیکھ کر سمجھ میں یہ بات آئی گئی کہ علما شیعہ نے ایسی بوڑھی عورتوں کے لئے کیوں عدت مقرر نہیں کی بلکہ مسلسل اور یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ متعہ کرنا جائز اور مباح رکھا ہے کیونکہ ایسی صورت میں تو وہ متعی مردوں کیلئے مرد خوار اثر دھا ثابت ہوئیں بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ صاحب برہان المتعہ کو صبح سے شام تک ایک کے ساتھ اور شام سے لے کر صبح تک دوسرے کے ساتھ والی قید بھی ختم کر دینی لازم ہے۔ دیکھو! پورا دن یا پوری رات معین کرنے میں مومنین پر کس قدر موت کا اندیشہ ہو سکتا ہے اور امدادی عملہ کی ضرورت پیش آتی ہے لہذا حکم سرکار اس طرح ہونا چاہیے کہ ایسی مادران ملت کے دروازہ پر اراہتمندوں کی لائن لگی ہونی چاہیے اور تسلسل برقرار رہنا چاہیے تاکہ نہ کسی کی جان پر بنے اور نہ کسی کی تمناؤں کا خون ناحق ہو بلکہ ہر طرف خوشی اور مسرت کا دور دورہ ہو اور لوگ عبداللہ بن سبا اور حمد ان قرمط کے بچوں کو دعائیں دیتے رہیں۔

## عقد متعہ کی صورت میں عدت

علماء شیعہ نے عقد متعہ کے دیگر احکام میں انوکھا پن اور جدت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عدت کے معاملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس میں بھی ہر ممکن رعایت مہیا کی ہے اور نکاح دوام سے بالکل مختلف احکام جاری کئے جو اس حقیقت کی دلیل ناطق ہیں کہ قرآن مجید میں جس نکاح اور رشتہ ازدواج کے احکام مذکور ہیں متعہ اس نکاح میں داخل نہیں ہے ورنہ احکام عدت میں مختلف نہ ہوتا بہر حال پہلے احکام عدت ملاحظہ فرمائیں مزید تبصرہ بعد میں معروض خدمت ہوگا۔

۱۔ عدت متعہ بروایت ابن عباس یک حیض است اس میں متروک العمل است و آنچه مشہور و اکثر است آنست کہ دو حیض عدت دارد و نزد بعض دو طہر اگر چه قول مشہور معمول است لیکن آخر احوط است۔ (برہان المتعہ مولفہ ابوالقاسم النعمانی الرضوی)

متعہ کی عدت ابن عباس کے قول کے مطابق ایک حیض ہے اس روایت پر عمل متروک ہے اور مشہور اور اکثر روایت یہ ہے کہ اس کی عدت دو حیض ہے اور بعض کے نزدیک دو طہر ہے اگر چه معمول بہ قول مشہور ہے لیکن زیادہ احتیاط آخری قول میں ہے۔

۲۔ ﴿قال ابو عبد الله خمسة واربعون يوما وحيضة مستقيمة﴾

(استبصار جلد ثانی ص ۸۱)

بقول امام جعفر صادق علیہ السلام عدت متعہ ۴۵ دن یا ایک حیض کامل ہے۔

۳۔ ﴿عن محمد بن مسلم عن ابی عبد الله علیہ السلام فی المتعہ قال لیست من

الاربعۃ لانہا لاتطلق ولا تترث وانما هی مستاجرة وعدتها خمسة واربعون لیلة﴾

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا متعہ والی عورت چار میں سے نہیں ہے کیونکہ

نہ طلاق دی جاتی ہے نہ وراثت بنتی ہے وہ صرف اجرت پر لی جاتی ہے اور اس کی عدت ۴۵

ایام ہیں۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۹)

۴۔ ﴿عن زرارة عن ابي عبد الله عليه السلام ان كانت تحيض فحيضة وان كانت لا تحيض فشهرا ونصف﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ متنعہ والی عورت کو حیض آتا ہے تو پھر عدت ایک حیض ہے اور حیض نہیں آتا تو پھر اس کی عدت ۳۵ دن ہے۔

۵۔ ﴿عن ابي عبد الله عليه السلام في الصبية التي لا تحيض مثلها والتي قد ايست من المحيض ليس عليها عدة وان دخل بها﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس صغیرہ کے متعلق جسے حیض نہ آتا ہو اور اس کبیرہ کے متعلق جس کو حیض سے مایوسی ہو چکی ہو مروی ہے کہا اس پر عدت نہیں خواہ عقد متنعہ کے بعد ان کے ساتھ مباشرت و مجامعت بھی کی گئی ہے۔

۶۔ ﴿عن محمد بن مسلم عن ابي جعفر عليه السلام قال التي لا تحبل مثلها لا عدة عليها﴾

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس عمر کی لڑکی کو بوجہ صغیر سنی حمل نہ ٹھہرتا ہو اس پر عدت نہیں ہے۔ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

۷۔ ﴿عن عبد الرحمن بن الحجاج عن ابي عبد الله عليه السلام قال ثلاث يتزوجن على كل حال التي لم تحض ومثلها لا تحيض وقال قلت ما حدتها قال اذا اتى لها اقل من تسع سنين والتي لم يدخل بها والتي قد ينست من المحيض ومثلها لا تحيض قلت وما حدتها؟ قال اذا كان لها خمسون سنة﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

.....  
 امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تین عورتیں ہر حال میں شادی کر سکتی ہیں۔

۱۔ وہ جس کو حیض نہ آیا ہو اور اس کی عمر کی لڑکیوں کو بھی حیض نہ آتا ہو۔ راوی عبدالرحمن نے دریافت کیا۔ اس کی حد عمر کیا ہے تو فرمایا جس پر ابھی نو سال سے کم عرصہ گزرا ہو۔

۲۔ جس کے ساتھ دخول اور مباشرت نہ پائی گئی ہو۔

۳۔ جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو اور اس کی عمر کی عورتوں کو حیض نہ آتا ہو میں نے عرض کیا اس کی عمر کی حد کیا ہے؟ تو فرمایا جب اس کی عمر پچاس سال کی ہو۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے قارئین کرام نے اندازہ کر لیا کہ متعہ اور نکاح دوام میں کتنا

بڑا فرق ہے۔

1۔ متعہ کی عدت ایک حیض رکھی گئی ہے حالانکہ یہ لونڈی کا حکم ہے جبکہ اس کو خریداجائے تو مشتری پر اس کے رحم کی برات معلوم کرنے کے لئے ایک حیض تک توقف ضروری ہے یا دوران جنگ قیدی بننے کی صورت میں یہ حکم ہے مگر حرہ اور آزاد عورت کے خاوند سے جدائی کی صورت میں ایک حیض پر اکتفا کی کوئی صورت نہیں ملتی۔ اگر متعہ بھی نکاح ہے اور جدائی بمنزلہ طلاق ہے تو پھر تین حیض یا تین ماہ عدت ضروری ہے۔ نیز اگر قرآن مجید میں عقد متعہ کا ذکر تھا تو عدت جیسے اہم معاملے کا ذکر بھی ضروری تھا اور جب الگ حکم مذکور نہیں تو پھر اشتراک و اتحاد تسلیم کرنا ضروری ٹھہرا۔ یہ تفریق کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتی لہذا فتح اللہ کا شانی اور صاحب لحد کا یہ دعویٰ کہ نکاح اور متعہ میں صرف مدت کی تعیین اور عدم تعیین والا فرق ہے باقی معاملات بالکل ایک جیسے ہیں لغو اور باطل ہے اور سراسر مہمل کلام ہے۔ عدت کے معاملہ میں اور دیگر بیسیوں امور میں فرق ہدیہ تاثرین ہو چکا ہے اور آئندہ صفحات میں اس کی وضاحت ذکر کی جا رہی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

عجب درایں است کہ بیچ فرق نیست میاں نکاح دوام و متعہ در مستحبات و واجبات

کیفیات از رضاء زوجین و صلاحیت ایقاع عقد در میان ایشان و ایجاب و قبول و مہر و دیگر شرائط و کیفیت مگر اجل کہ در متعہ ہست و در دوام نیست پس چرا اہل جہالت دوام را مشروع و حلال دانند و متعہ را حرام و نامشروع و این نیست مگر محض عناد و انکار و بدعت۔

﴿نعوذ باللہ من ہذہ الطریقۃ المضلۃ و العقائد الفاسدۃ انتہی کلام

صاحب اللعہ﴾ (منہج الصادقین ج ۲ ص ۲۹۱)

۲۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ صاحبان کے ساتھ ہمارا اختلاف صرف متعہ میں نہیں بلکہ صغیرہ اور آیسہ کے معاملہ نکاح میں بھی سخت اختلاف ہے ہم ان کیلئے از روئے نص قرآن تین ماہ عدت کے قائل ہیں اور تین ماہ کے اندر ان کے ساتھ مباشرت کو دوسرے خاوند پر حرام ٹھہراتے ہیں بطور متعہ بھی اور نکاح دوام بھی گویا اس مذہب کی رو سے بازاری عورتوں کا کاروبار جائز ہو سکتا ہے صرف ایجاب و قبول اور اجرت اور وقت کا یا ایک دو دفعہ جماع کا تعین کر لینا ضروری ہے یا پھر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ بالغ نہ ہو یا پچاس سے اوپر کی ہو بلکہ شیعہ عقلی استدلال کی رو سے اگر جوان عورت بچہ دانی نکلوا دے اور حیض آنے سے استقرار حمل اور اختلاط نسب کا اندیشہ ختم کر دے تو وہ بھی رات دن مسلسل شادیاں رچا سکتی ہے۔ کیا ہے کوئی صاحب عقل سلیم جو قوم کی بہنوں اور بیٹیوں کو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی طرح سمجھنے کے بعد ایسے فتوے اور احکام جاری کرے بلکہ آیسہ اور صغیرہ کے لئے متعدد خاوندوں کے ساتھ بیک وقت نکاح بھی جائز ہوگا کیونکہ بیوی کو خاوند کے ساتھ مختص ٹھہرانے کی وجہ بھی اختلاط نسب و نسل تھا۔ جب یہ اندیشہ ختم ہو گیا تو جس طرح ایک خاوند چار بیویاں نکاح میں لاسکتا ہے ایک بیوی بھی چار خاوند کر سکے گی۔ اگر یہ دلیل صحیح ہے تو اس کا لازمی نتیجہ بھی درست اور واجب القبول ہونا چاہیے اور اگر یہ نتیجہ فاسد ہے تو یقیناً وہ دلیل بھی فاسد اور باطل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت اور دشمنی کے لئے یہ کب لازم ہے کہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں کے ساتھ کھیلا جائے اور ان کو بازاری عصمت فروش اور شرم

وہی سے بیگانہ عورتوں کی طرح ہوس پرستوں کے حوالے کر دیا جائے۔

## انوکھا عقد متعہ

اہل تشیع نے محض بوس و کنار معاقدہ و بغلگیری اور تخیذ و تبطن کے لئے بھی متعہ کو جائز رکھا ہے اور اس صورت میں بھی عدت لازم نہیں ہے۔

عمار بن مروان نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک عورت کو عقد متعہ کی دعوت دیتا ہے اور وہ اس کے جواب میں کہتی ہے۔

﴿ازوجک نفسی علی ان تلتمس منی ماشئت من النظر و التماس  
وتنال منی ماینال الرجل من ابلہ الا ان الاتدخل فرجک فی فرجی  
وتلذذبماشت فانی اخاف الفضيحة فقال لیس له الا ما اشترط﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۸)

یعنی میں اپنے آپ کے ساتھ تیرا عقد اس شرط پر کرتی ہوں کہ تو اپنی شرمگاہ میری فرج میں داخل نہیں کرے گا کیونکہ استقرار حمل کی صورت میں مجھے ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس کے علاوہ جو تو چاہے نظر بازی، معاقدہ، بوس و کنار اور جملہ موجبات تلذذ وہ سب تیرے لئے مباح ہوں گے تو آپ نے فرمایا اس کو صرف اس قدر ہی حق حاصل ہوگا جس قدر اس نے شرائط میں طے کیا ہے۔

اقول: اس روایت سے بھی متعہ اور نکاح دوام کا فرق روز روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ نکاح ان شرائط پر نہیں ہو سکتا مگر متعہ ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر غلبہ شہوت میں ان شرائط کو نظر انداز کر جائے تو شیعی شریعت میں نہ زنا ہے اور نہ اس پر حد زنا عائد ہوگی بس زبانی استغفار کرے اور آئندہ شرائط کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔

سواء نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا جس نے عورت کو اپنے حرم سرا میں متعہ کے لئے داخل کیا پھر وہ عقد متعہ اور ایجاب و قبول اور تعین مدت و اجرت بھول گیا اور مباشرت شروع کر دی تو کیا اس پر زنا کی حد لگے گی؟ تو آپ نے فرمایا۔

﴿لاولکن يتمتع بها بعد النكاح ويستغفر الله مما اتى﴾

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۸۰)

اور ایسی ہی روایت فضل بن یسار سے مروی ہے کہ اس نے امام ابو عبد اللہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص حسین و جمیل لونڈی اپنے دوست کو بطور عاریت دیتا ہے اور جماع کے علاوہ دوسرے موجبات تلذذ و قضاء شہوت اس کے لئے حلال ٹھہراتا ہے مگر وہ شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کر لیتا ہے تو آپ نے فرمایا۔ یہ اس کو زینا نہیں تو اس نے دریافت کیا۔

﴿ان فعل یكون زانیا؟ قال لاولکن یكون خائنا﴾

کیا وہ اس کی وجہ سے زانی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا نہیں زانی نہیں ہوگا لیکن خائن ہوگا۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰۔ استبصار ج ۲ ص ۷۴)

## تحلیل لواطت کی مصلحت

دیکھا آپ نے اس مذہب کے عقد متعہ کو اور زنا کو حلال قرار دینے کی تدریجی کوشش اور سعی کو اور یہیں سے عورتوں کے ساتھ لواطت کو حلال ٹھہرانے کی مصلحت بھی واضح ہو گئی کہ جب عقد متعہ کی اجرت دینی ہی ہے اور محض بوس و کنار اور معانقہ وغیرہ سے تو خواہش نفس پوری ہو نہیں سکتی بلکہ یہ امور تو آتش شوق تیز کرنے اور بھڑکانے کے موجب ہیں اور جماع کی صورت میں ذلت و رسوائی کا بھی امکان ہے (بصورت استقرار حمل) اس لئے لواطت کو جائز قرار دے دینا تا کہ شیطان کا منہ بھی کالا ہو جائے اور مفت میں اجرت کا بار گراں بھی برداشت نہ کرنا پڑے۔

## متعہ خلاف فطرت ہے

علاوہ ازیں یہ حقیقت بھی طشت از بام ہوگئی کہ متعہ کو حلال ٹھہرانا غیر فطرتی امر ہے ورنہ نجالت اور رسوائی کا کیا اندیشہ؟ اول تو کسی کو یہ پوچھنے کا حق ہی کیا کہ یہ صاحبزادے کیسے متولد ہوئے؟ کیونکہ ہر ایک کو معلوم ہونا چاہیے کہ نکاح دوام سے بڑھ کر بہل کار آمد اور موجب ترقی درجات صورت عقد متعہ کی موجود ہے اور اگر کوئی پوچھ ہی لے تو بڑے فخر سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ متعہ شریف کے فیوض و برکات سے ہیں اور شیعہ شریعت میں فرزند متعہ نکاح والے فرزند سے افضل ہے۔ (منہج الصادقین ج ۲ ص ۲۹۵)

ولد متعہ افضل است از ولد زوجہ دائمہ۔ (امام جعفر صادق)

تو گویا ماں بیٹے دونوں کا سر فخر سے بلند ہوگا اس میں خوف فضیحت خلق کا کیا شائبہ؟ مگر حقیقت خود بخود اگلی گئی کہ جس عقد میں نہ گواہ نہ اعلان و تشہیر نہ والدین کا اذن وہ فطرت سلیمہ کے نزدیک باعث شرم و حیا ہے اور موجب ننگ و عار اور سراسر ذلت و رسوائی۔ ﴿الیس منکم رجل رشید﴾ کیا ہے کوئی جاگتے نصیب والا اور بیدار بخت جو غمخیز کی اس آواز کو غور سے اور کان لگا کر سنے اور اس کی رہنمائی میں اس انتہائی اہم اختلافی مسئلہ کا فیصلہ کرے۔

## اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہ آیا

شیعی علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے جواب آں غزل کے طور پر بڑے دھوم دھڑلے سے بیان کیا ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جن کے مذہب میں اجرت پر زنا کرنے سے حد شرعی جاری نہیں ہوتی وہ متعہ کو زنا سے تعبیر کر کے شیعوں کو مطعون کر رہے ہیں چنانچہ فتاویٰ قاضیخان ج ۲ ص ۸۲۱ پر ہے۔

ہلو استاجر امرأۃ لیزنی بہا فزنی لایحدلی قول ابی حنیفہ ﴿



یعنی اگر کوئی شخص اجرت مقرر کر کے زنا کرنے کے لئے کرایہ پر عورت لائے اور اس سے زنا کرے تو ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

(وکذافی الفتاوی السراجیہ ص ۶۰)

پھر اس پر اپنی طرف سے حاشیہ آرائی یوں فرمائی تمام کنجروں اور کنجریوں کو امام اعظم کا ممنون ہونا چاہیے کہ جنہوں نے ان کے پیشے کو جائز قرار دے کر ان کے لئے رزق کے دروازے کھول دیے شرم، شرم، شرم (تجلیات صداقت ص ۳۰۱)

﴿الجواب ومنه التوفيق للصدق والصواب﴾

۱۔ حنفی مسلک پر علامہ موصوف کے اعتراض اور پھبتی کا تحقیقی جواب عرض کرنے سے پہلے قارئین حضرات کو زحمت دوں گا کہ وہ چند سطر پیچھے کی طرف سماع کے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقل کردہ فرمان اور فضل بن یسار کے نقل کردہ فرمان امام پر نظر ڈالیں جن میں سے پہلی روایت کے مطابق عقد متعہ نہ ہونے کے باوجود مباشرت پر حد زنا کی نفی فرمائی ہے اور دوسری روایت کے مطابق جماع اور مباشرت پر عقد متعہ واقع نہ ہونے کے باوجود جماع کر لینے کو زنا ہی قرار نہیں دیا اقامت حد کا تو ذکر ہی کیا۔ اپنے مذہب کی مستند ترین کتب حدیث میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے فرمان نقل ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ اور مذہب حنفی پر اعتراض بہت ہی مضحکہ خیز امر ہے۔

۲۔ نیز علامہ صاحب نے حد زنا جاری نہ ہونے کا فتویٰ دیکھ کر اجرت پر زنا کو جائز قرار دیا اور کنجروں کنجریوں کے لئے نوید مسرت سنادی۔ ہم حیران ہیں کہ جہاں میں ایسے علامہ بھی ہو سکتے ہیں جو کسی جرم پر حد قائم نہ ہونے کی صورت میں اس کا جواز سمجھ لیں اگر یہ استغناط اور نتیجہ صحیح ہے تو قرآن مجید کی رو سے بھی زنا حلال ہے کیونکہ تین گواہ ہوں تو زانی مرد اور زانیہ عورت پر حد نہیں لگ سکتی۔

﴿قال الله تعالى لولا جازو اعليه باربعة شهداء فاذا لم ياتوا بالشهداء

فاولئك عندالله هم الكاذبون﴾

لہذا قرآن نے ڈھکوصاحب کے استدلال کے مطابق زنا کو حلال کر دیا لہذا سب کجخروں اور کجخریوں کو صلائے عام دے دو کہ مژدہ باد تمہارے لئے قرآن مجید نے اور رب قدیر نے رزق کے دروازے کھول دیے ہیں۔ بے شک زنا کرو لیکن ایسے انداز میں کرو کہ بیک وقت چار آدمی دیکھ نہ سکیں۔ ﴿لا حول ولا قوۃ الا باللہ﴾

۳۔ میں علامہ صاحب سے تو بات نہیں کرتا کیونکہ ان کا ارادہ راہ حق تلاش کرنے کا نہیں بلکہ وہ دیدہ دانستہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا عزم صمیم کئے ہوئے ہیں۔ متلاشیان حق و حقیقت سے گزارش کرتا ہوں کہ حد اس معین سزا کو کہا جاتا ہے جس میں تبدیلی اور کمی و بیشی روانہ ہو اور پایہ ثبوت تک پہنچنے کے بعد کسی کو معاف کرنے سے معاف نہ ہو سکتی ہو۔ اسی لئے قصاص کو حد نہیں کہا جاتا کیونکہ دارثان مقتول اس کو معاف کر سکتے ہیں اور تعزیری کارروائی کو بھی حد نہیں کہتے کیونکہ اس میں تعین و تحدید نہیں ہوتی بلکہ امام اور حاکم وقت کی صوابدید پر اس کو گھٹایا یا بڑھایا جاسکتا ہے اور جہاں حد کی نفی کر دی جائے تو تعزیری کی نفی نہیں ہوتی اور نہ اس فعل کے جرم ہونے کا انکار لازم آتا ہے مثلاً مرد اور عورت نا جائز حالت میں دیکھے گئے گواہوں کا نصاب پورا نہیں یا صرف برہنگی کی حالت میں دیکھے گئے زنا میں مصروف نہیں دیکھے گئے تو گواہوں کو نہیں ہوگی یعنی شادی شدہ ہونے کی صورت میں سنگساری اور کنوارے ہونے کی صورت میں سوسو کوڑے نہیں لگیں گے۔

لیکن تعزیری کارروائی ضرور کی جائے گی اور اس جرم کو بہر حال جرم ہی سمجھا جائے گا نہ کہ اس پر جواز کا فتویٰ صادر کر دیا جائے گا۔ ایسی ہی صورت یہاں پر ہے کہ امام صاحب کے قول کے مطابق اس صورت میں حد اور معین عقوبت نہیں اس کو جواز زنا کی سند بنا لینا ڈھکوصاحب جیسے علامہ کا ہی کام ہو سکتا ہے بقانگی ہوش و حواس کوئی عام آدمی بھی ایسا نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا علامہ صاحب نے خود

ہی غلط نتیجہ نکال کر حنفیوں کو کہا شرم شرم شرم۔ میں نے حقیقت حال واضح کر دی لیکن علامہ صاحب کو شرم شرم شرم نہیں کہتا کیونکہ ان سے شرم کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔

۳۔ عام قاعدہ اور قانون ملاحظہ کر لینے کے بعد یعنی نفی حد جواز فعل کو مستلزم نہیں ہوتی بلکہ اس میں تعزیری کارروائی ثابت ہوتی ہے۔ اب اس قول کی حقیقت اور اس کا صحیح پس منظر ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ ڈھکو صاحب کی نقل کردہ عبارت کتاب الحدود کی ہے جس کی ابتدا یوں ہے۔

﴿الحدود خمسة. حد الزنا و حد الشرب و حد القذف و حد السرقة و حد

قطع الطريق﴾

حدیں پانچ ہیں۔ زنا کی حد، شراب خوری کی حد، قذف کی حد چوری کی حد اور ڈاکہ کی حد۔

﴿اما الزنا وهو ايلاج الذكر في قبل الاجنبية ان تمحص حراما يجب الحدوان

(فتاویٰ قاضی خان ص ۸۲)

تمكنت فيه الشبهة لا يجب﴾

لیکن زنا عبارت ہے مرد کا اپنی شرمگاہ کو اجنبیہ عورت کے فرج میں داخل کرنے سے اگر

وہ حرام خالص ہے تو اس میں حد واجب ہے اور اگر اس میں شبہ پایا گیا ہو تو واجب نہیں ہوگی۔

اس عبارت سے ہر صاحب عقل و دانش یہ سمجھ سکتا ہے کہ شبہ کی وجہ سے کسی پر سے حد

اور مقررہ سزا کا ساقط ہو جانا اس کو مباح نہیں ٹھہراتا بلکہ مجرم کی نوعیت جرم بدل گئی اور اسے شک کا

فائدہ پہنچا۔ مثلاً جج کسی قاتل کو شک کا فائدہ دیتے ہوئے اسے پھانسی نہ دے تو کیا اس کا معنی یہ

ہوگا کہ اس جج نے قتل کو جائز کر دیا ہے بالکل اسی طرح یہاں پر ہے کیونکہ مسلمہ قاعدہ

ہے۔ الحدود تندری بالشبهات. شبهات کی وجہ سے حد و ساقط ہو جاتی ہے۔

اسی فتاویٰ کے ص ۸۲۸ پر تعزیرات کے ضمن میں ذکر فرمایا۔

﴿رجل قبل اجنبية حرة او امة او عاتقها او مسها بشهوة يعزرو كذالو

جامعها فيما دون النرج فانه يعزرو كذا اذا تلوط في قول ابى حنيفة وفي قول

صاحبه اذا تلو ط حد الزنا ﴿

اگر ایک شخص لاجبیہ آزاد عورت یا لونڈی کو بوسہ دے یا اس کے ساتھ معانقہ کرے یا اس کو شہوت کے ساتھ مس کرے تو اس کو تعزیر لگائی جائے اور ایسے ہی اگر فرج کے علاوہ مجامعت کرے یعنی تحیذ و تبطن کی صورت میں بھی تعزیر لگائی جائے گی اور اگر نواطت کرے تو امام صاحب کے نزدیک تعزیری کاروائی کی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک حد زنا لگائی جائے گی۔ وجہ اشتباہ۔۔۔ کچھلی عبارت سے یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حد کی نفی سے احناف کے نزدیک تعزیر کی نفی نہیں ہوتی بلکہ لگائی جاتی ہے۔ اب اس صورت مخصوصہ میں وجہ اشتباہ ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ جب عورت کو اجرت پر لیا تو اسے اجرت پر دینے والے اور لینے والے کے درمیان ایجاب و قبول پایا گیا جو ولی نکاح اور نکاح کے ایجاب و قبول کے مشابہ ہے اور اجرت پائی گئی جو حق مہر کے مشابہ ہے گو نیت نکاح کی نہیں ہے اور اس وجہ سے حد کے لئے لی ہوئی عورت کے ساتھ مباشرت پر حد واجب نہیں ہوتی۔ حالانکہ فعل حرام موجود ہے جیسے کہ قاضی خان کے اسی صفحہ اور جلد میں اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ لہذا فعل زنا متحقق ہوگا مگر اشتباہ کی وجہ سے رجم یا سوکڑوں کی مقررہ سزا لگائی نہیں ہوگی کیونکہ فعل کا زنا ہونا علیحدہ معاملہ ہے اور حد واجب ہونا علیحدہ معاملہ۔ علامہ ابن عابدین حاشیہ در مختار المعروف بہ رد المحتار میں فرماتے ہیں۔

﴿ان الشرع لم یخص اسم الزنا بما یوجب الحد بل بما هو اعم  
والموجب للحد بعض انواعه ولو وطی جاریة ابنة لا یحد حد الزنا ولا یحد قاذفه  
بالزنا فدل علی ان فعله زنا وان کان لا یحد به﴾ (ج ۳ ص ۱۵۴)

چونکہ شریعت نے زنا کے لفظ کو موجب حد فعل کے ساتھ مختص نہیں ٹھہرایا بلکہ وہ عام معنی میں ہے اور موجب حد صرف اس کے بعض انواع ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرے تو اس پر (بوجہ شہ جواز) حد زنا نہیں لگائی جائے گی لیکن اس کو زنا کے ساتھ

مہتمم کرنے والے کو قاذف قرار دے کر حد قذف (تہمت کی نزا) بھی نہیں لگائی جائے گی۔ تو ثابت ہو گیا کہ اس شخص کا یہ فعل زنا ہے اگرچہ اس کی وجہ سے اس پر حد زنا واجب نہیں ہوتی (کیونکہ سرور عالم علیہ السلام کا ارشاد ﴿انت و مالک لایبک﴾ یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے موجب شہ ہے۔) (رد المحتار حاشیہ در مختار ج ۳ ص ۱۵۴)

## حنفی مذہب کیا ہے

نیز یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ مذہب حنفی یہ نہیں کہ اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد نہیں ہے۔ یہ صرف کتب فقہ میں منقول روایت اور قول ہے اور کتب فتاویٰ میں صحیح و سقیم، ضعیف و قوی مختار و مفتی بہ اور غیر مختار و غیر مفتی بہ سبھی اقوال منقول ہوتے ہیں لیکن وہ سب مذہب حنفی نہیں کہلاتے بلکہ مختار اور مفتی بہ اور مذہب یہی ہے کہ ایسے شخص پر حد زنا لگا ہوگی۔ جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے جیسے کہ در مختار میں ہے۔

﴿لا حلیة للزنا بالمتاجرة لہ ای للزنا والحق وجوب الحد

(ج ۳ ص ۱۷۲)

کالمتاجرة للخلعة﴾

یعنی زنا کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد نہیں اور حق یہ ہے کہ اس میں حد واجب ہے جس طرح خدمت کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں حد واجب ہے اور علامہ شبراہین عابدین نے فرمایا۔

﴿والحق وجوب الحدای کما هو قولہما و هذا بحث لصاحب الفتح

(جلد ۳ ص ۱۷۲)

وسکت علیہ النہر﴾

یعنی حد واجب ہے جیسے کہ صاحبین کا قول ہے۔

الغرض مذہب مختار اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ حد واجب ہے اور قطع نظر اس سے اس فعل

کے زنا ہونے اور قبیح ہونے میں تو کلام ہی نہیں۔ لیکن کج رویوں اور کج رویوں کے ایسے افعال کو مستحسن قرار دینے والوں کی بصارت اور بصیرت یہاں پر ختم ہو گئی اور کیوں نہ ہوتی سرور عالم ﷺ کا فرمان غلط کیونکر ہو سکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ جبک الشیسی یعمی ویصم تیری کی چیز سے محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

عقد متعہ کے متعلق دی گئی رعایات اور سہولیات اور بے احتیاطیوں سے غنودہ گزر بلکہ زنا تک کی اجازت کے حوالہ جات ملاحظہ کر لینے کے بعد اب اس فعل کے نہ کرنے کی وعید اور کرنے پر بے حد و حساب اور بے نہایت بے عایت اجر و ثواب اور درجات کی بلندی و بالا تری ملاحظہ فرمائیں جن کو دیکھ کر شریعت کے سببی ارکان ہیچ معلوم ہونے لگتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام صرف اور صرف متعہ کا نام ہے اور نبی کریم ﷺ صرف اور صرف اس لئے مبعوث ہوئے کہ اس کی عظمت شان اور امتیازی حیثیت اور مقام کو اہل اسلام پر واضح کریں اور انہیں اس میں مستغرق رہ کر انبیاء و مرسلین اور ائمہ اہل بیت اور نبی الانبیاء ﷺ کے مراتب و مدارج حاصل کرنے بلکہ اس سے بھی سبقت لے جانے کا مژدہ جاننغز اور بشارت روح افزا سنائیں و بس۔ لاحول ولاقوة الا باللہ۔

## متعہ کا اجر و ثواب اور فضائل و درجات

اسن لایحضرہ الفقیہ میں قرآن ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

«لیسن منامن کم یومن بکرتناولم یتحل متعنا»

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص ہمارے دنیا میں دوبار

تشریف لانے کا عقیدہ نہ رکھے اور حد کو حلال نہ جانے وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہے۔

(من لایحضرہ الفقیہ بحوالہ منہج الصادقین ج ۲ ص ۲۸۸)

۲۔ ﴿در ہدایت الامت مرویست ان المؤمن لا یکمل ایمانہ حتی یتمتع﴾

مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک متع نہ کرے (یعنی محض اعتقاد جواز کافی نہیں بلکہ عمل کرے تب مومن کامل بنے گا۔)

۳۔ ہدایت الامت میں ہے۔ ﴿قال علیہ السلام انی لاحب للمومن لا ینخرج من الدنیا حتی یتمتع ولو مرة﴾

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں مومن کے لئے اس امر کو بہت زیادہ پسندیدہ سمجھتا ہوں کہ وہ وفات سے پہلے متع کرے اگرچہ ایک مرتبہ (تا کہ کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے) ﴿قال علیہ السلام انی لا کرہ للرجل المسلم ان ینخرج من الدنیا وقد بقیت علیہ خلة من خلال رسول الله لم یقضها﴾

امام موصوف فرماتے ہیں۔ مومن کے لئے اس امر کو سخت ناپسند سمجھتا ہوں کہ وہ فوت ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق و عادات میں سے کوئی خصلت باقی رہ گئی ہو جس پر اس نے عمل نہ کیا ہو اور متع (العیاذ باللہ) اخلاق نبویہ سے ہے۔

۵۔ در صافی از فقیہ آوردہ:

﴿فقلت هل تمتع رسول الله؟ فقال نعم وقرء هذه الایة واذا سر النبی

الی بعض ازواجه حدیثا الی قوله تعالیٰ ابکارا﴾

صافی نے فقیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام موصوف سے دریافت کیا کہ آیا خود سید

عالم نے متع کیا؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں کیوں نہیں اور اس آیت کریمہ و اذا سر النبی الی

بعض ازواجه حدیثا کا مطلب و مفہوم یہی بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ماریہ قہلیہ کے

ساتھ متع کیا اور حضرت حفصہ کی رضامندی کے لئے اس کو حرام کر دیا (حالانکہ وہ آپ کی ذاتی

لوٹھی تھیں اس کے ساتھ متع کا کیا معنی؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے زید نے اپنی بیوی کے

ساتھ متعہ کیا)

۶۔ کافی ووافی و مسائل نہیں حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے مروی ہے۔

قال النبی لما اسرى بی الی السماء قال لحقنی جبریل فقال یا محمد ان الله تعالی یقول انی قد غفرت للمتمتعین من امتک من النساء۔

نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے آسمان کی طرف معراج کرایا گیا تو جبریل علیہ السلام مجھ سے آئے اور مجھ سے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہاری امت میں سے متعہ کرنے والی عورتوں کو بخش دیا۔

۷۔ قال ابو جعفر علیہ السلام لہو المؤمن فی ثلاثة اشیاء اتمتع بالنساء ومفاکھة الاخوان والصلوة باللیل۔

خصال میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومن کا لہو و لعب صرف تین خصلتوں میں ہے۔

۱۔ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے والا ہو۔

۲۔ برادران اسلام کے ساتھ خوش طبعی کے ساتھ پیش آنے والا ہو۔

۳۔ شب بیدار اور تہجد گزار ہو۔

۸۔ دروسائل مرویست کہ اسمعیل ہاشمی را حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام پر سید از آن روز یکہ خانہ برآمدی آیات متعہ کردی عرض کرو نہ بکثرت مشاغل طریق غنی بودم از متعہ۔

قال علیہ السلام وان کنت مستغنیاً فانی احب ان تحى سنة رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

وسائل میں مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسمعیل ہاشمی سے دریافت کیا کہ تو جب سے گھر سے نکلا ہے متعہ کیا ہے یا نہیں؟ تو اس نے عرض کیا۔ راہ کی مشغولیتوں کی وجہ سے متعہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا ضرورت نہ سہی میں اس امر کو محبوب رکھتا ہوں کہ تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرے۔



﴿قال عليه السلام ان الله تعالى حرم على شيعتنا المسكر من كل شراب وعوضهم عن ذالك المتعة﴾ یعنی متعہ زنان۔ وانی میں فقیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں پر نشہ آورشی حرام فرمادی ہے اور اس کے عوض ان کے لئے متعہ حلال ٹھہرا دیا ہے۔ (گویا نعم البدل موصول ہو گیا جو لذت ہوش و حواس بحال ہوتے ہوئے حاصل ہو لذت تو وہی ہے۔ بے ہوشی اور مدہ ہوشی والی لذت تو کوئی لذت نہیں ہوتی)

۱۰۔ وسائل میں مروی کہ حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسماعیل جعفی سے دریافت کیا کہ آیا تو نے اسماء متعہ کیا ہے اس نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا میں نے تجھ سے متعہ حج کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ عورتوں سے متعہ کے متعلق دریافت کیا ہے تو اس نے کہا ہلسے باکنیزک بربرینہ قال قد قبل یا اسماعیل تمتع بما وجدت ولو سنديہ۔ (برہان المتعہ ص ۲۸)

ہاں بربری لوٹڈی کے ساتھ متعہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے اسماعیل متعہ کرو ساتھ ہر عورت کے جو دستیاب ہو اگرچہ سندھی ہی کیوں نہ ہو۔

۱۱۔ وسائل میں ہی مروی ہے کہ حضرت امام ابو عبد اللہ نے محمد بن مسلم سے دریافت کیا کہ آیا تو نے متعہ کیا ہے تو اس نے عرض کیا نہیں میں نے متعہ نہیں کیا قال لا تخرج من الدنيا حتى تحس السنۃ تو حضرت امام نے فرمایا اس دنیا سے اس وقت تک نہ نکلنا اور رخت سفر نہ باندھنا جب تک متعہ والی سنت کو زندہ نہ کرے۔ (برہان المتعہ ص ۲۸)

اقول: گویا شیعی ملت میں باقی تمام سنن اور فرائض ہیچ ہیں اصل الاصول اور سب فرائض و سنن کی روح صرف متعہ کرنا ہے اور حضرت امام کے لئے اس کے متعلق کس قدر دلچسپی ظاہر کی گئی ہے کہ راہرواؤں

اور مسافروں سے دیگر تکالیف اور دشواریوں وغیرہ کے متعلق بھی دریافت نہیں فرماتے تھے صرف اور صرف متعہ کے متعلق تحقیق و تفتیش فرماتے تھے۔ ﴿سبحانک هذا بہتان عظیم﴾

۱۲۔ کافی، وانی اور وسائل میں مروی ہے کہ ایک قریشی کو اس کی چچا زاد نے یہ پیغام بھیجا کہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ سے بہت معزز لوگوں نے خواستگاری کی ہے مگر میں نے ان کی دعوت ٹھکرا دی ہے اور میں ثروت اور مال و دولت کی وجہ سے شادی سے بے نیاز ہوں۔ لیکن اب میں دل سے متمنی اور آرزو مند ہوں کہ تو مجھے عقد متعہ میں لے لے۔ مجھے مال کی لالچ ہے اور نہ مردوں سے رغبت بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ کے حکم کو جاری کرنے کیلئے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ فلاں (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہذا میں اس امر کو پسند کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں۔ اس قریشی جوان نے کہا صبر کن من حضرت باقر علیہ السلام را پرسم ﴿فقال علیہ السلام افعل صلی اللہ علیکما من زوج﴾ (برہان المتعہ ص ۴۹)

صبر کرو میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے پوچھ لوں تو آپ نے فرمایا متعہ کر اللہ تعالیٰ تم دونوں پر اس زوجیت اور جنتی ہونے کی بدولت درود و صلوات بھیجے گا۔

اقول: دائمی عقد جو مقاصد تزویج کی تکمیل کا موجب اور شرم و حیا کے تقاضوں کے عین مطابق اور شرفاء کی عزت و حرمت کا محافظ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات کا نزول نہ ہو اور صرف اس عقد میں ہو جو صرف شہوت رانی کے لئے ہو کس قدر محل تعجب ہے اور موجب حیرت؟

۱۳۔ فقیہ، وانی اور وسائل میں مروی ہے کہ صالح بن عقبہ کے باپ (عقبہ) نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿السلامت مع ثواب قال ان کان یرید بذالک وجہ اللہ و خلافا علی من انکر۔ لم یکن کلمہ الا کتب اللہ له بها حسنة ولم یمدیہ الیہا الا کتب اللہ

لہ حسنة فاذا ادنا منها غفر الله له بذلك ذنبا فاذا غسل غفر الله له بقدر ما مر  
من الماء على شعره. قلت بعدد الشعر؟ قال نعم بعدد الشعر ﴿

(تفسیر منہج ج ۲ ص ۲۸۸۔ برہان المتحدہ ص ۳۹۔ من لاسکفرہ الفقہ ج ۳ ص ۲۹۵)

کیا متعہ کرنے والے کیلئے ثواب ہے تو آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرے اور منکرین کی مخالفت کے لئے تو متعہ عورت سے جو کلمہ بولے گا ہر کلمہ پر اس کیلئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو اس کی بدولت بھی اس کے لئے نیکی لکھی جائے گی۔ اور جب اس سے مقاربت کرے گا تو اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا اور جب غسل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بالوں میں سے ہر ہر بال پر سے گزرنے والے پانی کی مقدار مغفرت اور بخشش فرمائے گا۔ (عقبہ کہتا ہے) میں نے کہا کیا تمام بالوں کی گنتی کے مطابق؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں تمام بالوں کی تعداد کے مطابق اس کو مغفرت اور بخشش حاصل ہوگی۔

۱۴۔ وسائل میں مروی ہے کہ قال ابو عبد اللہ علیہ السلام ما من رجل تمتع ثم اغتسل الا خلق من كل قطرة تقطر منه سبعين ملكا يستغفرون له الى يوم القيامة و يلعنون مجتنبها الى ان يقوم الساعة. (برہان المتحدہ ص ۵۰)

امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو مرد متعہ کرے پھر غسل کرے تو اس کے بدن سے ٹپکنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا کئے جائیں گے جو اس کے لئے قیامت تک مغفرت طلب کریں گے اور متعہ سے گریز اور پرہیز کرنے والوں پر قیامت تک لعنتیں بھیجتے رہیں گے۔

اقول: اسلام میں ملائکہ کی تخلیق نور سے ثابت ہے۔ جنسی مرد کے غسل جنابت والے پانی سے

جو پیدا ہوں وہ یقیناً نورانی فرشتے نہیں ہو سکتے بلکہ خبیث الفطرت شیاطین ہی ہوں گے اور اگر وہ متعہ جیسی شرعی برائی سے اجتناب کرنے والوں سے بغض نہ رکھیں تو ان کا تقاضاے تمیر ختم ہو کر رہ جائے گا اسلئے یقیناً ان کو پابکار لوگوں کا دشمن ہونا ہی چاہیے۔

۱۵۔ شیخ علی بن عبدالعالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اپنی سند کے ساتھ اور تفسیر منہج الصادقین میں ملا فتح اللہ کاشانی نے ذکر کیا ہے۔

﴿قال النبی من تمتع مرة واحدة عتق ثلثه من النار ومن تمتع مرتین

عتق ثلثاہ من النار ومن تمتع ثلاث مرات عتق کلہ من النار﴾

(برہان المحقق ص ۵۱ منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۲)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا ایک تہائی حصہ بدن کا آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا دو تہائی حصہ بدن دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کو مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا (اقول۔ ہم خرما و ہم ثواب، مزید مجاہدہ و ریاضت کی ضرورت ختم)

۱۶۔ شیخ علی بن عبدالعالی کے رسالہ متعہ میں اور تفسیر منہج الصادقین میں مروی و منقول ہے۔

﴿قال النبی ﷺ من تمتع مرة درجته كدرجة الحسين ومن تمتع

مرتين درجته كدرجة الحسن ومن تمتع ثلاث مرات درجته كدرجة علي ومن

تمتع اربع مرات درجته كدرجة جتي﴾ (برہان ص ۵۲۔ تفسیر الصادقین ج ۲ ص ۴۹۳)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسین کے درجہ کی

مانند ہے۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسن کے درجہ کے برابر ہے اور جس نے

تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کا مرتبہ علی مرتضیٰ کے درجہ کے مماثل ہے اور جس نے چار مرتبہ متعہ کیا تو

اس کا مرتبہ میرے درجہ اور مرتبہ کے برابر ہے۔ (العیاذ باللہ)

تعب انگریز۔۔۔ اقول متعہ کے دلدادگان نے کتنی جسارت اور بیباکی کے ساتھ اس کی درجہ بندی کی ہے۔ اور ان مقدس ہستیوں کی قدر و منزلت میں کس قدر تفریط و تنقیص اور تحقیر و توہین کا ارتکاب کیا ہے؟

بالخصوص اس شہید شاہ کلکوں قبا کی قربانی کو کس قدر بے مقدار ٹھہرایا ہے کہ صحتی مرد صرف ایک جست میں ان کے مرتبہ و مقام پر فائز ہو گیا۔ العیاذ باللہ۔ گویا شہادت اور جانبازی و جانفشانی اور اعز و واقارب کی قربانی اور اسلام کی سر بلندی کیلئے محنت و کوشش اور سعی و جدوجہد تو کوئی شی ہی نہ ہوئی اصل الاصول تو سب کا صرف اور صرف متعہ ٹھہرا جو وقتی شہوت رانی ہے۔ نیز پچھلی روایت کو ساتھ ملا کر دیکھیں تو ان مقدس ہستیوں کی توہین و تحقیر کی کوئی حد نہیں رہتی۔ ایک طرف ایک مرتبہ متعہ کا درجہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجہ کے برابر اور دوسری طرف ایک مرتبہ متعہ کرنے سے تہائی حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہو تو پھر امام حسین کا حال کیا ہوا۔ نیز دو مرتبہ متعہ کرنے پر ادھر دو تہائی حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہوا ادھر امام حسن کا درجہ مل گیا تو امام حسن کا مقام کیا ہوا۔ ادھر تین مرتبہ متعہ کرنے پر صحیحی مرد کا بدن مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد ہوا اور ادھر اس کو علی المرتضیٰ والا درجہ بھی مل گیا تو گویا حضرت علی مرتضیٰ اور سرچشمہ ولایت کا صرف یہ مقام ہے کہ بس آتش دوزخ سے ربائی مل گئی اور حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو یہ مقام بھی نصیب نہ ہو سکا۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیت

نیز تعب انگریز امر یہ ہے کہ یہ تمام درجات تو صرف چار مرتبہ متعہ کرنے سے حاصل ہو گئے تو جو شیخہ ساری زندگی متعہ ہی کرتا رہے تو اگر اس کا مرتبہ نہ بڑھے تو خلاف عدل و انصاف ہے اور اگر بڑھے تو وہ کس مقام پر فائز ہوگا؟

صلائے عام ہے یا ران نکتہ داں کے لئے

صاف ظاہر ہے کہ دشمنان اسلام نے اہل اسلام کو اخلاقِ حسنہ سے عاری کرنے کے لئے اور خواہشاتِ نفس کا گرویدہ بنانے کے لئے ایسے افتراءات اور بہتانات سے کام لیا اور پاکباز ہستیوں کی طرف ایسے ایسے جھوٹ منسوب کئے کہ شیطان بھی اس سے شرمائے ہے۔

۱۔ شیخ علی بن عبدالعالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اور علامہ کاشانی نے تفسیر منہج الصادقین میں ذکر کیا ہے۔

﴿قال النبی ﷺ من تمتع مرة امن من سخط الله الجبار ومن تمتع مرتين حشر مع الابرار ومن تمتع ثلاث مرات زاحمني في الجنان﴾  
(برہان المحمد ص ۵۱ تفسیر منہج الصادقین ج ۲، ۴۹۳)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا تو اللہ جبار کی ناراضگی اور قہر و غضب سے پر امن ہو گیا اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا حشر ابرار اور نیکوکار لوگوں کے ساتھ ہو گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کر لیا وہ میرے ساتھ جناتِ نعیم میں مزاحمت کرے گا۔ اور مجھ سے سبقت کی کوشش کرے گا۔

اقول: شیعہ کے ہاں ہزار ہزار عورت کے ساتھ متعہ جائز ہے تو ایسے اشخاص کے درجات مراتب کیا ہوں گے۔ کیا شیعہ شریعت میں سید الرسل اور امام الانبیاء ایسے دلدادگان متعہ کی گرداہ کو بھی پہنچ سکیں گے؟

سوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبست

۱۸۔ تفسیر منہج الصادقین میں نقل کیا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔

﴿من خرج من الدنيا ولم يتمتع جاء يوم القيامة وهو أجندع﴾

(ج ۲ ص ۴۹۳-۴۸۹)

جو دنیا سے نکلا ایسی حالت میں کہ اس نے متعہ نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی ناک کٹی ہوگی۔

اقول: نکاح دائمی میں عمل ضروری نہیں صرف عقیدہ اباحت اور جواز کا کافی ہے۔ لیکن متعہ صرف جواز کا عقیدہ ہو اس پر عمل نہ کیا ہو تو ناک کٹی ہوگی اس سے صاف ظاہر کہ اس نظریہ کے بانیوں کے مقاصد کیا ہیں؟ اور وہ کونسے لوگ ہیں جو اخلاقیات اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے درپے ہیں؟

۱۹۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿انہ یدخلنی من المتعۃ شیئ فقد حلفت ان لا اتزوج متعۃ ابدا فقال له عبد اللہ علیہ السلام انک اذا لم تطع اللہ عصیتہ﴾

مجھے متعہ کرنے سے دوسرے ذل میں داخل ہوتا ہے لہذا میں نے حلف اٹھالی ہے کہ میں متعہ کی شادی کبھی نہیں کروں گا۔ تو امام ابو عبد اللہ نے اس سے فرمایا اگر تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرے گا تو عاصی اور نافرمان بردار ٹھہرے گا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳)

اور تفسیر منہج الصادقین میں اس جواب کو ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے کہ

۲۰۔ ایک شخص نے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ متعہ نہیں کروں گا اور اب میں سخت پشیمان ہوں تو آپ نے فرمایا:

﴿یا ہذا انک حلفت ان لا تطیع اللہ واللہ ان لم تطعہ تبغضہ﴾ (ج ۲ ص ۲۸۸)

اے پست ذہنیت والے تو نے یہ قسم کھالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرنے کا بخدا اگر تو اس نے کی اطاعت نہ کی تو تو اس سے بغض رکھنے والا ہوگا۔

اقول: اگر دائمی نکاح عملی طور پر کر لے تب بھی وہ ناک کٹنے اور عاصی و نافرمان بردار بننے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغض رکھنے والا ہوگا جرم سے نہیں بچ سکتا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقاصد اس مسئلہ کی اشاعت اور اس پر زور دینے کے کیا ہیں؟

۲۱۔ تفسیر منہج الصادقین میں سلمان فارسی، مقداد بن اسود کندی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے طویل روایت نقل کی ہے۔ جس کے ضروری حصے نقل کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا۔ رسول معظم ﷺ نے فرمایا:

برادرم جبرئیل تحفہ از نزد پروردگار بمن آورد و آن تمتع زناں مومنہ است و پیش از من این تحفہ را بھیج پیغمبرے ارزانی نداشت و من شمارا باں امری کنم (تا) و بدانید کہ متعہ امریست کہ حق تعالیٰ مرا باں مخصوص ساخته بجهت شرف من بر غیر از انبیاء سابق۔ ہر کہ یک بار در مدت عمر خود متعہ کند از اہل بہشت باشد۔ و ہر گاہ متمتع و متعہ باہم بخشیند فرشتہ برایشاں نازل گردد و حراست ایشان کند تا آنکہ از ان مجلس بر خیزند و اگر باہم سخن کنند ایشان ذکر و تسبیح باشد و چوں دست یکدیگر را بدست گیرند ہر گناہی کہ کردہ باشند از انگشتان ایشان ساقط گردد و چوں یکدیگر را بوسہ دهند حق تعالیٰ بہر بوسہ حج و عمرہ برائے ایشان بنویسد و چوں خلوت کنند بہر لذتے و شہوتے حسنہ برائے ایشان بنویسد مانند کوه ہائے برافراشتہ۔

بعد از ان فرمود جبرئیل مرا گفت یا رسول اللہ حق تعالیٰ میفرماید کہ چون متمتع و متعہہ بر خیزند و غسل کردن مشغول شوند در حالیکہ عالم باشد بانکہ من پروردگار ایشانم و این متعہ سنت من است بر پیغمبر من با ملائکہ خود گویم اے فرشتگان من نظر کنید باین دو بندہ من کہ بر خواستہ اند و غسل کردند و میدانند کہ من پروردگار ایشانم گواہ شوید بر آنکہ من آمرزیدم ایشانرا و بہ ہر قطرہ آب وہ حسنہ بنویسد وہ سہم کو کند وہ در نہ دفع نماید۔



پس برخواست امیر المؤمنین علیہ السلام وگفت۔۔۔ انا مصدق من تصدیق کنند  
ام شمار را یا رسول اللہ۔ چیست جزائے کسیکہ دریں باب سعی کند؟ فرمود لہ اجر بما مر اورا باشد  
اجر متمتع و متمتعہ۔ گفت یا رسول اللہ اجر ایشان چہ چیز است فرمود چون بغسل مشغول شوند بہر قطرہ  
آب کہ از بدن ایشان ساقط شود حق تعالی فرشتہ بیافریند کہ تسبیح و تقدیس او سبحانہ کند و ثواب آن از  
برائے غاسل ذخیرہ باشد تا روز قیامت۔

اے علی ہر کہ ایں سنت را اہل فرا گیرد و احیاء آں نکند از شیعہ من نباشد و من از وبری باشم۔

(ج ۳ ص ۲۹۴)

میرے بھائی جبرئیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس ایک تحفہ لائے اور وہ ہے  
مومن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو یہ تحفہ عطا نہیں کیا اور میں تمہیں اس کا  
حکم دیتا ہوں (تا) اور جان لو کہ متعہ ایسا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا  
بوجہ میرے انبیاء سابقین پر افضل ہونے کے۔ جو ایک مرتبہ کرے گا۔ وہ اہل بہشت میں سے  
ہوگا۔ اور جب متعہ کرنے والا مرد اور صحیح عورت باہم مل بیٹھتے ہیں تو ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے اور  
ان کی نگرانی کرتا ہے جب تک کہ وہ اس مجلس سے اٹھ نہ جائیں۔ اور اگر باہم گفتگو کریں تو ان کی  
گفتگو ذکر اور تسبیح کی مانند ہوتی ہے اور جب وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں تو انہوں نے جو  
گناہ بھی کیا ہو وہ ان کی انگلیوں سے نیچے گر جاتا ہے اور جب ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں تو اللہ  
تعالیٰ ہر بوسہ کے بدلے ان کے لئے حج اور عمرے کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جب مباشرت کرتے  
ہیں تو ہر لذت اور شہوت کے بدلے ان کے لئے ایک ایک نیکی جو بلند ترین پہاڑوں کی مانند  
ہوتی ہے تحریر فرماتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے کہا ہے یا رسول حق تعالیٰ فرماتا ہے جب متمتع مرد  
اور متمتعہ عورت فارغ ہو کر اٹھتے ہیں اور غسل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں جبکہ ان کا عقیدہ یہ

ہو کہ میں ان کا پروردگار ہوں اور یہ متعہ میری طرف سے پیغمبر علیہ السلام کے حق میں مسنون ٹھہرا ہوا ہے تو میں اپنے فرشتوں سے کہتا ہوں کہ دیکھو یہ مومن اور مومنہ ابھی ابھی اس فعل خاص سے فارغ ہوئے اور غسل طہارت میں مشغول ہو رہے ہیں اور مجھے اپنا رب سمجھتے ہیں۔ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے اور جب پانی ان کے بالوں سے گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دس دس نیکیاں لکھنے کا حکم دیتے ہیں دس دس گناہ معاف کرتے ہیں اور دس دس درجے بلند کرتے ہیں یہ سنتے ہی حضرت علی المرتضیٰ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی تصدق کر دوں جو اس مسئلہ اور معاملہ کی ترویج و اشاعت کرے اس کو کتنا ثواب ملے گا؟ فرمایا ان: ونور بفرء فرداً جتنا ثواب ملے گا اس اکیلے کو اتنا ثواب مل جائے گا۔ عرض کیا ان کا اجر و ثواب کتنا جتنا ہے؟ فرمایا جب وہ غسل کرتے ہیں تو وہ قطرہ قطرہ پانی جو ان کے بدن سے گزرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثناء کرتا ہے اس کا ثواب متعہ کرنے والے مرد اور عورت کے لئے ذخیرہ کیا جاتا رہے گا۔ اے علی! جو اس سنت کو معمولی سمجھے گا اور اس کو زندہ و پابندہ نہیں رکھے گا وہ میرے شیعوں سے نہیں ہوگا اور میں اس سے برتر ہوں گا۔ (کون سا شیعہ مومن اور مومنہ ہوں گے جو اس قدر خسارے اور گھائٹے کو قبول کریں گے۔ اور متعہ کو ترک کریں گے یہ مقناطیسی کشش ہے جو نو جوان نسل کو اس مذہب کی طرف مائل اور راغب کرتی ہے سیالوی غفرلہ)

۲۲۔ نیز در روایت آمدہ رسول خدا ﷺ فرمود ای مرد ماں بیچ میدا نند کہ متعہ را چہ فضیلت و ثوابست؟ گفتند نے یا رسول اللہ فرمود جبرئیل اکنوں بر من نازل شد و گفت اے محمد حق ترا اسلام می رساند و تحیت و اکرام مینواز دوی فرماید کہ امت خود را بجمعہ کردن امر کن کہ آں از سنن صالحان است ہر کہ روز قیامت بمن رسد و متعہ نکرده باشد حسنات او بقدر ثواب متعہ ناقص باشد، اے محمد درمے کہ مومن صرف متعہ کند نزد خدا افضل از ہزار درہم است کہ در غیر آں انفاق نماید۔

محمد ﷺ در بہشت جمعی از حورالعین ہستند کہ حق تعالیٰ ایشان را از برائے المل متعہ آفریدہ اے محمد چوں مومنہ مومنہ را عقد متعہ کند از جائے خود بر بخیر ذمہ کہ حق تعالیٰ اور ایما مرزد و مومنہ را نیز مغفور سازد و منادی آسمان ندا کند کہ اے بندہ خدا حق تعالیٰ می فرماید کہ اے بندہ من متعہ کردہ بامید ثواب من ہر آئینہ امروز ترا مسرور سازم بتکفیر سیئات تو و مضا عفو حسنات تو۔

خلاصہ مقصود یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اے لوگو کیا تمہیں معلوم ہے کہ متعہ کا ثواب اور اس کی فضیلت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہمیں تو معلوم نہیں۔ فرمایا ابھی ابھی جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا ہے کہ اپنی سنت کو متعہ کا عقلم دو۔ بلکہ وہ صالحین کی سنت اور طریقہ ہے جو شخص قیامت کے دن میرزا بارگاہ میں حاضر ہو اور اس نے متعہ نہیں کیا ہوگا تو متعہ کے ثواب کی مقدار اس کی نیکیاں کم ہوگی اور تقسیم خسارہ اور نقصان اس کو لاحق ہوگا۔ اے محمد ﷺ وہ درہم جسے مومن مرد متعہ کرنے پر خرچ کرتا ہے وہ اس ہزار درہم سے بہتر ہے جو متعہ کے علاوہ دیگر امور پر خرچ کئے جائیں۔ (خواہ حج اور جہاد یا نکاح دائم ہو) اے محمد ﷺ بہشت میں حورعین کی ایک جماعت ہے جس کو میں نے صرف متعہ کرنے والوں کے لئے پیدا کیا ہے (مگر متعہ کرنے والیوں کو کیا ملے گا؟ کاش انہیں بھی معلوم ہوتا) اے محمد ﷺ جب مومن مرد کسی مومنہ عورت کے ساتھ متعہ کا عقد کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں پاتے کہ دونوں کی بخشش و مغفرت کا فرمان جاری کر دیا جاتا ہے اور آسمان سے فرشتہ اسے پکار کر کہتا ہے! اے بندہ خدا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو نے ثواب کی امید پر متعہ کیا میں لازماً آج تجھے تیرے گناہ معاف کر کے اور نیکیاں کئی گنا بڑھا کر خوش و خرم کروں گا۔

متعہ کا منکر کافر ہے اور متعہ کے ذریعے پیدا ہونے والا

فرزند نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے فرزند سے افضل ہے

۲۳۔ و از حضرت صادق علیہ السلام مروی است کہ متعہ از دین ماست و دین آباء ماست ہر کہ باں عمل کند عمل بدین ما کردہ و ہر کہ انکار آن کند انکار دین ما کردہ و بغیر دین ما اعتقاد نمودہ۔ بدرستی کہ متعہ ذنباست و در سلف و امانت از شرک و ولد متعہ افضل است از ولد زوج دائمہ و منکر آن کافر و مرتد است و مقرباں مومن موحدا تا آنکہ اگر زن مومنہ متعہ بدینارے استمتاع کند پس آنرا بزواج خود بخشد حق تعالی اور او اجر بنو سید اجر صدقہ و اجر متعہ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ متعہ ہمارے دین اور ہمارے آباء کے دین کا رکن اعظم ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہی صحیح معنوں میں ہمارے دین پر عمل کیا اور جس نے اس کا انکار کیا اور ہمارے دین کے برعکس عقیدہ رکھا اور متعہ آدمی کو اسلاف کے ساتھ لاحق کرنے کا موجب ہے اور کفر و شرک سے امان کا ضامن۔ اور متعہ سے پیدا ہونے والا بچہ دائمی نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے سے بہت زیادہ فضیلت و بزرگی والا ہے۔ اور اس کا منکر کافر و مرتد ہے۔ اور اس کے ماننے والا ہی مومن و موحد ہے حتیٰ کہ اگر مومنہ عورت ایک دینار اجرت پر متعہ کرے اور پھر اس (فصلی) خاوند کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ اس کو دو اجر عطا فرمائے گا ایک صدقہ کا اجر اور دوسرا متعہ کا۔

## اجرت متعہ بخش دینے والی کا اجر عظیم

۲۴۔ از حضرت رسالت مروی است ہر زنی کی صدقہ خود را بزواج بخشد خواہ در عقد متعہ یا دائمی حق تعالیٰ بہر در ہے چہل ہزار شہر از نور در بہشت باو بخشد و بہر در ہے پختاد ہزار حاجت دنیا

وآخرت اور ارواگرداند و بہر در ہے نورے در قبر او داخل سازد و بہر در ہے ہفتاد ہزار عہ بہشت در او پوشاند و بہر در ہے فرشتہ رابع کند کہ از برائے اوحسات بنویسد تا روز قیامت۔

(تفسیر منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۵۔ در سالہ شیخ علی ابن عبدالعالی)

رسول معظم ﷺ سے مروی ہے کہ جو عورت اپنا حق مہر خاوند کو بخش دیتی ہے خواہ عقد متعہ میں خواہ عقد دائم میں۔ اللہ تعالیٰ ہر درہم کے بدلے چالیس ہزار شہر نور کے بہشت میں اس کو عطا فرمائے گا اور ہر درہم کے بدلے دنیاوی اور اخروی ہزار حاجات پوری فرمائے گا اور ہر درہم کے بدلے اس کی قبر میں نور داخل کرے گا۔ اور ایک ایک درہم کے بدلے ستر ستر ہزار پوشاک بہشتی اس کو زیب کرائے گا اور ایک ایک درہم کے بدلے ایک ایک فرشتہ مبعوث فرمائے گا جو قیامت تک اس کے لئے نیکیاں ہی نیکیاں لکھتے رہے گا۔

نوٹ: اختصار مانع ہے ورنہ ابھی فضائل متعہ کے بحرنا پیدا کنار میں بڑے بڑے قیمتی جواہر باقی ہیں۔

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت میں صرف متعہ ہی رکن اعظم ہے اور آپ اسلئے مبعوث ہوئے تھے کہ امت کو اس خواہش نفسانی کی اس انداز میں ترغیب دیں کہ دیگر ارکان اسلام کی ادائیگی کے متعلق اس کا عشر عشر بھی شیعہ کتب میں دھونڈنے سے نہ ملے۔ نہ نماز و روزہ پر ایسے اجر و ثواب کا کہیں تذکرہ نہ زکوٰۃ اور حج میں خرچ کئے جانے والے ہزاروں دینار و درہم پر اس اجر و ثواب کا ایک فیصد بھی کہیں اشارہ ہو جو متعہ کے درہم میں ذکر کیا گیا ہے ساری زندگی میں مجاہدہ و ریاضت کرنے والے صائم التہار اور قائم اللیل صوفیا اور مال و جان کی راہ خدا میں بازی لگانے والے شہداء تو ان ائمہ کے درجہ کو نہ پاسکیں بلکہ تمام انبیاء و رسل بھی اس کے مراتب و درجات میں برابری نہ کر سکیں مگر متعہ ہے کہ ایک ہی جست میں اتنے غیر محدود مراتب ملے کر دیتا ہے کہ امام حسین کے درجہ پر جا بٹھاتا ہے اور دودفعہ کرنے پر حسنی درجات ملے

تین مرتبہ کرنے پر مرتضوی مقام پر رسائی اور چوتھی مرتبہ کرنے پر سید الانبیاء علیہ السلام کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔

افسوس مرتبہ خلق ہی ختم ہو گئے ورنہ جس کو چسکا پڑ جائے وہ چار دفعہ پراکتفا کیوں کرے گا جبکہ ہزار عورت سے کرنے کی رخصت ہے تو شیعوہ علماء کو اس غریب کی محنت و مشقت پر ترس نہ آیا کہ ہزار مومنہ کو مشرف بہ متعہ کرے مگر درجہ وہیں کا وہیں رہے۔ شاید مجتہدین شیعوہ کے نزدیک درجات تو اوپر بھی ہوں لیکن از روئے تقیہ چھپائے ہوں اور خلق خدا کے خوف سے بیان نہ کئے ہوں اور سینہ بہ سینہ ان درجات کا عرفان ہوتا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی شخص تعصب اور حمیت جاہلیہ سے بالاتر ہو کر ان روایات پر نگاہ ڈالے تو فوراً پکاراٹھے گا ﴿سبحانک هذا بہتان عظیم﴾ رسول معظم علیہ السلام اور ائمہ طاہرین اور مقدسین پر ان روایات نبویہ اور روح اسلام کے سراسر منافی عمل کو ایک گھٹا و نی سازش کے تحت اسلام کا سب ارکان سے بالاتر رکن ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام اور ائمہ کرام کے درجات ایسے افعال سے حاصل کرنے کا تصور ہی کون سا مسلمان کر سکتا ہے۔

## شیعی تاویلات

شیعی مجتہد احمد محمد حسین ذکو صاحب نے تجلیات صداقت ص ۲۹۸ پر ان روایات پر وارد اعتراضات کا تحقیقی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن میں وارو ہے:

﴿من بطع الله والرسول فأولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن أولئك رفيقا﴾

جو اللہ اور رسول کا کہا مانے تو ایسے ہی لوگ (جنت میں) ان مقبول بندوں کے ساتھ

ہوں گے جن پر اللہ نے بڑے بڑے انعام کئے ہیں یعنی نبی صدیق، شہداء اور نیک بندے اور یہ لوگ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

جب اس آیت کی روشنی میں خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والا جنت میں نبیوں، صدیقیوں اور شہیدوں کے درجہ میں ان کی رفاقت کر سکتا ہے تو پھر وہ متعہ جس کو خدا اور رسول نے حلال اور جائز قرار دیا تھا۔ بعض حکام وقت نے بد اخلت فی الدین کرتے ہوئے اسے ممنوع قرار دیا تو اگر کوئی شخص اس مردہ حکم شریعت کو زندہ کرنے کی غرض سے اس پر عمل کرے اور جنت میں اسے سرکار محمد و آل محمد کی رفاقت نصیب ہو جائے تو اس میں کیا اعتراض ہے؟ حدیث میں یہ تو نہیں کہ ایسا کرنے والا معاذ اللہ خود امام حسین و حسن بن جاتا ہے بلکہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوگا اور ظاہر ہے کہ رفاقت جب ہی ہو سکتی ہے کہ درجہ ایک ہو جو قرآن سے ثابت ہے۔ اس مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے علماء اسلام یعنی ائمہ دین نے یہ ثواب بیان کر کے ترغیب دلائی ہے۔

(تجلیات صداقت ص ۲۹۸)

﴿الجواب وباللہ الاعتصام ومنہ الہام الصواب﴾

علامہ موصوف کا یہ تحقیقی جواب ہے تو غیر تحقیقی کا اندازہ بھی اسی سے فرمائیں کہ اس میں حق و صواب اور صدق و سداوت نام کی کوئی شے ہو سکتی ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اس جواب میں چند امور غور طلب ہیں۔

- ۱۔ کیا وہ متعہ مردہ حکم شریعت تھا؟
- ۲۔ کیا ہر حکم شرعی جو متروک ہو اس پر عمل سے اس قدر درجات بلند ہوتے ہیں؟
- ۳۔ کیا آیت کریمہ میں درجات میں برابری مراد ہے؟
- ۴۔ کیا رفاقت جیسی ہو سکتی ہے جب درجات میں برابری پائی جائے؟

امراول: کے متعلق ہر صاحب عقل و ہوش سمجھ سکتا ہے کہ شیعہ علماء کے نزدیک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بلکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی متعہ متروک نہیں تھا صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمایا تو لامحالہ اس کی موت جب وصال نبوی کے بعد پائی گئی تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس کے یہ فضائل اور درجات کیسے ثابت ہو گئے تو لازمی بات یہ ہوئی کہ یہ روایات بعد میں تیار کی گئی ہیں اور از روئے افتراء ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

(ب) نیز جنہوں نے ابتدائی دور میں متعہ کیا ان کے لئے یہ فضائل نہیں ہوں گے کیونکہ یہ سنت مری نہیں تھی۔ صرف بعد والے دور میں متعہ کرنے پر یہ فضائل ہوں گے اور اگلے لوگ انہیں حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے ہی رہ جائیں گے اور اس بات کے جان و دل سے آرزو مند ہوں گے کہ کاش ہم بھی بعد میں ہوتے اور متعہ کرتے اور ان مدارج پر فائز ہوتے۔ ﴿لا حول ولا قوۃ الا باللہ﴾

(ج) علاوہ ازیں متعہ اپنے موجدین کے خیال میں ہی شرفا کے لئے باعث ننگ و عار اور ممنوع کنواری عورتوں کے لئے حرام یا مکروہ تحریمی، مومنات کے لئے موجب ذلت اور شادی شدہ لوگوں کے لئے ممنوع تھا جیسے کہ روایات عرض کی جا چکی ہیں۔ خود علامہ ڈھکو صاحب کو تسلیم ہے کہ اس کی غرض تشریح اور علت جواز یہ تھی کہ جب بوجہ سفر وغیرہ جنسی گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس جائز طریقہ پر تسکین حاصل کر کے گناہ سے بچ جائے (ص ۳۰۱)

تو ایک ضرورت اور مجبوری کے تحت جواز پانے والا امر ٹھہرا جس طرح جان کا خطرہ لاحق ہو تو خنزیر اور مردار کھا کر جان بچانا حلال ٹھہرا دیا گیا تو عقل سلیم کے نزدیک اس کے یہ



درجات و مراتب ہو سکتے ہیں؟ اور اس کو اسلام کا ایک رکن عظیم ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ اسی طرح نہ یہ سنت نہ رکن اسلام بلکہ سراسر عیب و باعث ننگ و عار اور شرافت و سیادت کے منافی فعل ہے اس کے لئے ایسی روایات گھڑنا اسلام کے خلاف سازش ہے لہذا ڈھکوسل صاحب کا یہ جواب سراسر دھوکا اور فریب کاری پر مبنی ہے۔

(د) نیز اگر مقصد تشریح اور جواز یہ تھا تو پھر ہزار ہزار کے ساتھ جائز کیوں رکھا اور حضر میں بیویوں کے ہوتے ہوئے اس کا حکم کیوں دیا گیا لہذا مقصد تشریح میں بھی ڈنڈی ماری گئی تاہم ثواب و درجات کی توجیہ کا لغو ہونا ثابت ہو گیا۔

امر ثانی: شیعہ صاحبان نے صرف متعہ کے متعلق اس قدر زور لگایا اور اس کے فضائل و درجات گھڑے ہے حالانکہ ان کی شریعت کی رو سے بہت سے جائز امور کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔

۱۔ عورتوں کے ساتھ لواطت جائز مگر دیگر تمام فرق اسلامیہ کے نزدیک حرام ہے۔

تو کیا علماء شیعہ نے اس فعل کے متعلق بھی اس قدر ثواب اور درجات کا کہیں مژدہ سنایا؟

۲۔ شیعہ کے نزدیک عاریہ الفرج یعنی لونڈی کسی سے مانگ کر اس کے ساتھ بغیر نکاح قضاء شہوت کر کے مالک کو واپس کر دینا جائز ہے لیکن دوسرے اسلامی فرقے اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ تو اس پر اجر و ثواب کی خوشخبری کیوں نہیں دی گئی۔

۳۔ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا شیعہ مذہب میں لازمی سنت ہے اور دیگر مذاہب میں ہاتھ باندھنا مسنون ہے مگر ہاتھ چھوڑنے کے بارے میں ایسی روایات جو درجات و مراتب کی ترقی کی ضامن ہوں مذکور نہیں ہیں۔

۴۔ شیعہ مذہب میں وضو کرتے وقت پاؤں دھونا ممنوع ہے بلکہ مسح بھی جدید پانی کے ساتھ ہاتھ تر کر کے کرنا ممنوع ہے بلکہ صرف سروالے مسح کی بقایا تری کے ساتھ کرنا چاہیے یا بدن کے کسی

دوسرے حصہ سے تری حاصل کر کے مسح کرنا ضروری ہے لیکن اس عظیم فریضہ کی طرف ترغیب کے لئے ایسی خوش کن اور موجب ترغیب روایات کہیں ذکر نہیں کی گئیں۔ و غیر ذلک۔

توصاف ظاہر ہے کہ شریعت کے مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ امت مصطفیٰ ﷺ میں عیاشی اور آوارگی پھیلانے اور انہیں برائیوں میں مبتلا کرنے کے لئے شاطر یہودیوں اور چالاک مجوسیوں نے یہ چال چلی ہے اور دائمی نکاح جو روح اسلام اور حکمت خداوندی کے تقاضوں کے عین مطابق ہے اس میں یہ فضائل ثابت نہ کئے صرف متعہ جو شہوت رانی کا ہفتی اور عارضی ذریعہ ہے اس کے لئے اس قدر فضائل تراش لئے۔

امر ثالث: آیت کریمہ ﴿مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ الایہ میں درجات و مراتب کے لحاظ سے برابری سمجھ لینا بھی لغو اور باطل ہے۔

(الف) اگر سارے مطیع اور قبیح ان مقدس ہستیوں کے ساتھ درجات اور مراتب میں برابر ہو گئے تو نبی اور غیر نبی کا فرق ہی ختم ہو کر رہ جائے گا اور اس طرح دیگر حضرات میں بھی تابع اور متبوع کا درجہ ایک ہونے پر یہ فرق ہی ختم ہو جائے گا۔

(ب) جب متبوعین میں چار گروہ شامل ہیں اور ان کے درجات مختلف ہیں تو ان کی معیت جس کو نصیب ہوگی وہ چاروں فریق کے درجہ میں کیونکر ہو سکے گا؟ اور اس حقیقت کے اعتراف میں کسی مسلمان کو ذرہ بھر تردد نہیں ہو سکتا کہ ان چاروں فریق کا ذکر تفاوت سے ہر اتب بیان کرنے کے لئے ہے اور صدیقین کا درجہ انبیاء علیہم السلام سے کتر اور شہداء و صالحین سے بڑھ کر ہوگا۔ اور شہداء کا صدیقین سے کتر اور عام صالحین سے بتر ہوگا تو ایک شخص ان مختلف درجات و مراتب میں بیک وقت کیسے ہوگا؟ یا پھر درجات جنت میں تفاوت کا انکار کرنا پڑے گا جو کہ بالکل باطل ہے۔

(ج) اللہ تبارک و تعالیٰ نے فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں، جہاد کرنے والوں اور مالی قربانیاں دینے والوں کے متعلق فرمایا کہ وہ ان صحابہ کرام کے ساتھ درجات و مراتب میں برابر نہیں ہو سکتے جو فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے اور راہ خداوند تعالیٰ میں جہاد کیا۔ بایں ہمہ کہ فرائض و واجبات اور جہاد نفسانی و مالی میں بعدوائے پہلوں کے ساتھ شریک ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے درجات و مراتب میں برابری کی بالکل نفی کر دی ہے۔

﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٍ أُولَئِكَ أَكْبَرُ مِنْ دَرَجَةِ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا كَلَّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحَسَنَى﴾

(و) پھر یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کے عظیم فرد اور صحابی رسول ہونے کے علاوہ تن من دھن بلکہ اولاد اور عزیز و اقارب کی قربانی دے کر اسلام کی کشتی کو کنارے پر لگانے والے ہیں۔

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است

پس بنائے لالہ گریدہ است

تو کیا صرف ایک مرتبہ متعہ کرنے والا اتنی اونچی چھلانگ لگا سکتا ہے کہ صحابی رسول ﷺ اہل بیت میں سے تیسرے امام، شہید راہ وفا اور دین اسلام کو اپنے اعزہ و اقارب کے خون سے پروان چڑھانے والے کے برابر ہو جائے پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہیں امتیازات کے ساتھ مختص اور حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ و مقام دوسرے سب ائمہ سے بلند ترین اور پھر شیعہ شریعت میں صرف یہ تین امام نہیں بلکہ سبھی امام تمام انبیاء و رسل حتیٰ کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام سے بھی افضل ہیں۔ جن مقدس انبیاء و رسل نے توحید خداوند تعالیٰ اور احکام الہیہ کی خاطر عظیم قربانیاں دیں اور کفر و شرک کی ہلاکتوں سے بچا کر

خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں لے آئے ان سے ائمہ افضل مگر ائمہ کے ساتھ مراتب میں مساوی اور شریک ہوتا ہے تو متعہ کرنے والا اور وہ بھی صرف ایک دو تین مرتبہ کرنے پر اور چوتھی دفعہ تو اس کو مہمان لامکان اور عرش نشین نبی کے ساتھ درجہ میں مشارکت اور برابری مل گئی۔ آخر اتنی اندھیر نگری بھی کہیں ہو سکتی ہے؟ ہر نص قرآنی بتا رہی ہے کہ متاخرین اصحاب رسول تمام تر مجاہدات اور قتال فی سبیل اللہ اور مالی قربانیوں کے باوجود متقدمین اور سابقین کے ساتھ درجات میں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ سابقین کے درجات احسن کی نسبت عظیم تر ہیں۔ ﴿اولئک اعظم درجۃً﴾ تو اس قسم کی صریح آیات کے بدلتے ہوئے اس شیعہ تو بیہ و تاویل کی افویت بیہودگی اور اس کے فساد و بطلان میں کسی مسلمان کو شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۵) پھر یہ الفاظ کجہ آرزو محلو صاحب نے کس قدر عقل و خرد اور دانش و بینش سے تہی دامنی اور افلاس کا مظاہرہ کیا ہے کہ متعہ کرنے والے کے درجہ کو حسین و حسن کا درجہ قرار دیا گیا ہے اور اسے حسین و حسن تو نہیں کہا گیا۔ اسے کون سمجھائے کہ امتیاز تو ہوتا ہی درجات سے ہے۔ وصف نبی میں شریک ہونے کے باوجود انبیاء کے درجات برابر نہیں تو کسی کو نبی الانبیاء کے درجے میں شریک مان لیا جائے تو اتنا جواب کافی ہوگا کہ درجات میں برابری مانی ہے محمد تو نہیں کہا ہے۔ فضیلت و برتری صرف نام میں نہیں ہوتی مقام میں ہوتی ہے اور وہ تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے سے ہوتی ہے۔ ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ نیز جب ایک مرتبہ میں اتنی فضیلت ہے تو جو زندگی بھر اس کا روبرو میں لگا رہے اس کو حسین و حسن کہو تو اس کے درجات کی صحیح ترجمانی نہیں ہو سکتی اور اس کی محنت و مشقت کا حق تو ادا نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ حسین و حسن تو بہت نیچے رہ گئے۔ صرف متعہ کے دو جھنگلوں میں اس فاصلے کو سمیٹ لیا گیا۔ اب جوان کے باپ اور نانا کو بھی تیسرے اور چوتھے جمپ کے بعد پیچھے چھوڑ جائے گا اے حسن و حسین کہنا تو بہر حال اس

کے مرتبہ کا انکار ہے۔ لعنت بریں عقیدہ باد۔

(و) ستم بالائے ستم یہ ہے کہ متعہ کر کے غسل کرنے والے مرد و عورت کے بدن پر جنابت کی نجاست کے ساتھ آلودہ پانی کے ہر قطرہ سے فرشتہ کی بلکہ ستر ستر فرشتہ اور نوری مخلوق کی تخلیق تسلیم کی گئی ہے۔ کیا نوروں کی تخلیق کے لئے ایسے ہی نورانی مادے ہوا کرتے ہیں؟

شیعہ صاحبان نے جوش متعہ میں ہوش و خرد کو بھی خیر باد کہہ دیا ہے اور کیوں نہ ہو ان کی شریعت میں یہ شراب بھنگ اور افیون چرس اور ہیروئن کا قائم مقام ہے تو اس کی اثرات ایسے ہی نمایاں ہونے چاہیں کہ نہ اہل بیت کی عزت کا خیال اور نہ نوری معصوم ملائکہ کی عزت کا خیال

(ز) علامہ ڈھکو صاحب دو دو ہزار احادیث و روایات سے زائد دفتر کو موضوع، ناقابل اعتبار اور غلط قرار دے سکے ہیں جو ان کی مستند کتب و تفاسیر وغیرہ میں منقول ہیں مگر ایسی بے بنیاد اور عقل و نقل کے خلاف روایات کو ضعیف کہنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوئی بلکہ ان کی تصحیح کے لئے قرآن مجید کی معنوی تحریف کا ارتکاب کرنا گوارا کر لیا اور صریح نصوص اور واضح ترین آیات کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔

امر چہارم: علامہ ڈھکو صاحب نے فرمایا کہ رفاقت درجات میں برابری کے بغیر نہیں ہوسکتی لہذا ہر شخص جو اللہ تعالیٰ اور رسالت مابینہما کا اطاعت گزار ہوگا وہ انبیاء کرام و صدیقین اور صالحین کا ہم مرتبہ ہوگا کیونکہ وہ مقدس ہستیاں اس کی توفیق رفیق ہوں گی لیکن اس دعویٰ کا بطلان بھی ہر صاحب عقل ہوش پر واضح اور روشن ہے۔ کیونکہ خادم اور مخدوم رفیق تو ہوتے ہیں مگر ہم پدہ نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے متعلق بار بار محسنین کی معیت، مومنین کی معیت متقین کی معیت کا اعلان فرمایا۔ میدان بدر میں آنے والے ملائکہ کو فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ حضرت صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ﴿مَا ظَنَنْكَ بِاِثْنَيْنِ اللّٰهُ نَالَتْهُمَا﴾ جن دو کے ساتھ تیسری اللہ تعالیٰ کی ذات ہو ان کا کوئی کیا باگاڑ سکتا ہے اور قرآن مجید نے بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا ﴿اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ تو کیا اللہ تعالیٰ کا مرتبہ بھی ان حضرات کے برابر تسلیم کے جائے گا؟

جن اسفار میں صحابہ کرام کو نبی اکرم ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی یا شیعان حیدر کرار کی رفاقت ہوئی تو وہ ان ہستیوں کے ساتھ درجات و مراتب میں شریک اور برابر ہو گئے۔

علاوہ ازیں جنت کے درجات کا مختلف اور متفاوت ہونا مسلم ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کے رسول ﷺ کی تو وہ سبھی ایک درجہ میں ہو گئے پھر دوسرے درجات بنانے ہی بے سود ٹھہرے۔ علاوہ ازیں انبیاء و صدیقین کے مراتب باہم برابر نہیں اور نہ شہداء و صالحین کے آپس میں برابر اور نہ انبیاء و صدیقین کے ساتھ برابر تو جب ان منعم علیہم ہستیوں کے درجات برابر نہ ہوئے جیسے کہ اسلوب کلام ہی سے واضح ہے تو عام مطیعین درجات میں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ لہذا یہ دعویٰ سراسر حکم سینہ زوری اور منہ زوری کا مظاہرہ ہے اسے عقل مندی اور دانش و بینش کی ہوا بھی نہیں لگی۔

الغرض جب ڈھکو صاحب کے تحقیقی جواب کا حال یہ ہے تو ان کے الزامی جواب کا حال اس سے بھی بدتر ہونا یقینی ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

## الزامی جواب

کتب اہل السنّت میں بظاہر معمولی معمولی اعمال پر ثواب بے حساب مذکور ہیں بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے آدمی صدیق اور شہید بن جاتا ہے۔

۱۔ کوئی صبح و شام اعوذ باللہ کے بعد سورہ حشر کی آخری چند آیات پڑھ لیا کرے تو ستر ہزار فرشتے ہمیشہ اس کیلئے دعا کرتے ہیں اور جب موت آئے تو شہید مرتا ہے۔

۲۔ کوئی شخص شب جمعہ نماز وتر پڑھ لے تو اگلے جمعہ تک کوئی گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا اور اگر مر جائے تو شہید مرتا ہے۔ ہر رکعت کے بدلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک سال کی عبادت لکھی جاتی ہے۔

۳۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ لے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے خواہ وہ چوری کرے خواہ زنا کرے۔

۴۔ اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرے تو صدیق بن جاتا ہے۔

اگر یہ سب درست ہیں اور ان کی مناسبت تاویل ہو سکتی ہے تو ہمارے کرم فرماویں کو صرف روایات متعہ میں ہی کیوں کیڑے نظر آتے ہیں (باختصار لیسر ص ۲۹۹)

اقول و علی توفیقہ اعول

علامہ ڈھکو صاحب کو تلاش بسیار کے باوجود اگر ملین تو نماز، تلاوت اور کلمہ توحید کے اجر و ثواب پر مشتمل روایات، اگر کوئی مباشرت اور جماع کے متعلق اجر و ثواب پر مشتمل روایت ملتی تو نقل کرنے میں قطعاً تقیہ سے کام نے لینے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارا قبلہ کدھر ہے اور ان کا کدھر ہے وہ کن سفلی جذبات کی تسکین سے ترقی درجات کے متلاشی ہیں اور ہم کس پاکیزہ اور متدین ذریعہ سے اس ترقی کے متمنی ہیں۔

### بیس تفاوت راہ از کجا است تا کجا

نیز ڈھکو صاحب کو نظر آئے تو صدیق اور شہید بن جانے کے حوالے مگر اس کا تو کہیں ذکر نہ ملا کہ وہ سید الشہداء کے برابر اور صدیق اکبر کے برابر ہو جاتے ہیں اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے درجات میں تفاوت ہے صدیقین، شہداء اور صالحین کے مدارج میں بھی تفاوت ہے ڈھکو صاحب نے سمجھ لیا کہ سبھی صدیق ہم مرتبہ ہوتے ہیں اور سبھی شہداء بھی۔ حالانکہ یہ واقعہ کے بھی خلاف ہے اور اہل سنت کی تعبیرات کے بھی۔ اور کچھ بھی ہو ڈھکو صاحب کو یہ حوالہ تو بالکل نہ ملا کہ فلاں ورد سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور یہ تو بہر حال ہمارا عقیدہ ہے ہی کہ ان کے غلام غوث، قطب، ولی، ابدال، اور صدیق و شہید ہوتے ہیں کلام تو برابری میں تھا کہیں کوئی ایسا لفظ نظر آیا۔

اگر ملائکہ کے متعلق روایت ملی تو دعا کرنے کی ملی اور وہ دعا تو کرتے ہی رہتے ہیں۔ یصلون علی النبی ہے تو نبی کے صدقے میں ﴿هو الذی یصلی علیکم و ملائکہ بھی وارد ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت پر اللہ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے دعائیں کرتے ہیں نیز قال اللہ تعالیٰ۔۔۔ الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون بحمد ربهم ویومنون بہ ویسغفرون للذین امنوا۔ (سورہ مؤمن) وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ سبھی اپنے رب کی حمد و تسبیح بجالاتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور ایمان لانے والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ کہیے علامہ صاحب یہ صرف فتاویٰ برہنہ نہیں کلام مجید اور فرمان حمید ہے اور صرف ایمان پر یہ اعزاز ثابت ہے کہ ایسے مقدس ملائکہ جہاں اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں وہیں پر اہل ایمان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔



لطیفہ

لگے ہاتھوں ڈھکو صاحب نے کلمہ توحید پڑھنے والے کو بھی متعہ کے اجر و ثواب کی روایات کے جواب میں ذکر کر دیا کہ اگر ایمان لانے والا شخص جنتی ہو سکتا ہے تو متعہ کرنے والا کیوں نہیں ہو سکتا؟ دیکھا آپ نے یہ ہے شیعہ مذہب کہ اس میں متعہ کا وہی درجہ ہے جو اہل اسلام کے نزدیک لا الہ الا اللہ کہنے اور ماننے کا ہے۔ ڈھکو صاحب کیا جو شخص کلمہ پڑھ لے اور حلقہ اسلام میں داخل ہو جائے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ کبار کا بخشش اللہ تعالیٰ کی مشیت میں داخل ہے قال تعالیٰ يَغْفِرُ مَا دُونَكَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴿﴾ شرک و کفر کے علاوہ تمام گناہ جس کے لئے چاہے گا بخش گا اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ﴿شفاعتی لاهل الکبائر من امتی﴾ میری شفاعت اہل کبار کے لئے ہے لہذا کلمہ پڑھنے والا دونوں پہلوؤں سے مستحق مغفرت ہو گیا اور بالآخر جنت میں داخل ہوگا اور یقیناً ہوگا لیکن صدیقین سے کندھا ملا کر یا شہدا سے یا صالحین سے یا نبی الانبیاء ﷺ سے کندھا ملا کر جنت میں جانے تو کا ذکر نہیں ہے۔ اور نہ کلمہ پڑھ لینے پر حسنین کریمین، علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور نبی الانبیاء ﷺ کے ساتھ درجات و مراتب میں برابری کا کہیں تذکرہ ہے۔ یہ تو آپ نے کھسانی بلی کی طرح صرف کھبانو چنے کی ناکام اور بے سود کوشش کی ہے۔ ورنہ اس جواب کو علم و فضل بلکہ عقل و دانش بلکہ فہم و شعور کی دنیا میں تو پرکاش کی اہمیت بھی نہیں ہو سکتی۔

کہیں ناک کان کٹنے کا ذکر بھی ہے؟

نیز یہ بھی علامہ صاحب کو دکھلانا چاہیے تھا کہ کہیں ان مستحب امور میں اہل السنۃ نے ترک کی صورت میں کوئی وعید و تشدید ذکر کی ہو۔ مگر آپ کے مذہب میں تو متعہ نہ کرنے پر قیامت کے دن کان کٹے ہوئے ہونے کی وعید سنائی گئی ہے۔ مگر نکاح دوام نہ کرنے پر ناک ٹیڑھی ہونے

یا کان چھوٹے ہونے کا بھی کہیں ذکر نہیں آخر ان وعیدات کے ذکر کرنے میں کونسا نیک جذبہ کار فرما ہو سکتا ہے۔ اور مذہب اہل السنّت میں ایسے شہوانی جذبات کے نہ کرنے کی صورت میں ایسی سزاؤں کا عشرِ عشر بھی کہیں نظر آیا؟ صاف ظاہر اور دوپہر کے اجالے کی طرح واضح کہ یہ سب یہود و مجوس کی ناپاک سازش ہے اور اہل اسلام کو غلط راہ پر ڈالنے کا ناپاک منصوبہ اور مقدس ہستیوں کی آڑ لینے کا موجب صرف اہل محرکین پر پردہ ڈالنے کی ناپاک کوشش ہے ورنہ یہ مقربانِ خدا اس قسم کے فتاویٰ اور احکام و ارشادات سے قطعاً منزہ و مبرا ہیں۔

### کیا مذہب شیعہ اہل بیت کا مذہب ہے؟

(ف) یاد رہے کہ اہل تشیع کو یہ امر تسلیم ہے کہ کسی امام نے حدیث و فقہ کے اندر کوئی کتاب تالیف نہیں فرمائی اور جو کچھ ان سے ثابت کیا جاتا ہے یہ محض راویوں کی روایات کے ذریعے سے ہے اور ان راویوں کے نام لے لے کر ائمہ کرام نے کاذب، خائن، محرف، یہودی اور اہل تثلیث سے بدتر و غیرہ کے القابات سے انہیں نوازا ہے۔ لہذا ایسے راویوں کے ذریعے ثابت ہونے والا مذہب قطعاً اہل بیت کرام کا مذہب نہیں کہلا سکتا۔ اس اجمال کی اگر تفصیل ملاحظہ کرنی ہو تو شیعہ کتب رجال کشی اور تنقیح المقال وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ہم نے تحفہ حسینیہ میں مختصراً تبصرہ اس موضوع پر کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

## باب دوم

عاریہ الفرج یعنی لونڈی کے مالک سے

بغرض جماع مانگ لینا

شیعہ برادری نے تسکین نفس اور آتش شہوت بجھانے کا ایک بہت سستا اور بے ضرر طریقہ ایجاد کیا ہے جس میں نہ ایجاب و قبول نہ حق مہر نہ اجرت نہ نان و نفقہ پس پرانی لونڈی وغیرہ مانگ لی۔ شہوت نفس پوری کی اور مالک کا مال اس کو واپس کر دیا جس کو تحلیل اور عاریہ الفرج کہا جاتا ہے۔

متعہ و اس میں اجارہ اور عاریت والا فرق ہے۔ کیونکہ اول الذکر میں اجرت مقرر ہوتی ہے۔ اور ایام منفعت بھی جیسے بستر رات کے وقت کرایہ پر لے لیا اور دوسری صورت میں مفت میں منفعت حاصل کی جاتی ہے۔ حقیقی ملک کسی کو بھی حاصل ہوتا نہ متعہ والے کو نہ عاریت والے کو۔ لہذا اس میں صرف لونڈی کے مالک کا احسان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اب اس ضمن میں عجیب و غریب روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قلت له الرجل یحل لآخیه فرج جاریتہ؟ قال نعم لا باس به له ما احل له منها

(استبصار ج ۲ ص ۷۴)

امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے دریافت کیا۔ کیا کوئی شخص اپنے مومن بھائی کے لئے اپنی لونڈی کا فرج حلال کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہاں اس میں حرج نہیں اور اس کو اسی قدر استعمال کا حق ہوگا جس حد تک مالک نے اس کے لئے لونڈی حلال

ٹھہرائی۔

۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے اگر لوٹڈی کا مالک کسی مومن بھائی کے لئے اس کا بوسہ حلال کرے تو صرف وہی حلال ہوگا اور اگر فرج کے علاوہ جملہ امور مباح کرنے تو تمام کے علاوہ سب کچھ حلال ہوگا۔ وان احل الفرج حل له جميعها اگر فرج کا استعمال حلال کر دے تو پھر ساری لوٹڈی اس کے لئے حلال ہوگی۔

۳۔ ﴿عن ابی بصیر قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن امرأۃ احلت لابنتها فرج جاریتها۔ قال ہولہ حلال قلت افيحل لہ ثمنہا؟ قال لا انما یحل لہ ما احلت لہ﴾

ابو بصیر کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت اپنے بیٹے کے لئے اپنی لوٹڈی کی شرمگاہ حلال کر دیتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اس کے لئے حلال ہے میں نے کہا تو اسے بیچ کر اس کی قیمت اور ثمن بھی وصول کر سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا! نہیں صرف اس کا فرج استعمال کر سکتا ہے (لوٹڈی تو اس کی ماں کی ملک میں رہے گی۔) (استبصار ج ۲ ص ۷۴)

۴۔ احمد بن محمد بن اسماعیل بن یزید کہتا ہے میں نے امام ابو الحسن علیہ السلام سے دریافت کیا ﴿عن امرأۃ احلت لی فرج جاریتها۔ فقال ذلک لک۔ قلت فانہا کانت تمزج فقال کیف لک بما فی قلبہا فان علمت انہا تمزج فلا﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۹۔ استبصار ج ۲ ص ۷۴)

یعنی ایک عورت نے اپنی لوٹڈی کا فرج مجھ پر حلال کر دیا ہے تو آپ نے فی الغور فرمایا! وہ تیرے لئے حلال ہے۔ میں نے کہا وہ تو حرام کر رہی تھی۔ آپ نے کہا! تجھے اس کی قبہی حالت کا کیا علم؟ اگر تجھے اس کا حرام کرنے کا تمہی علم ہے تو پھر حلال نہیں۔

ائمہ کرام کا اپنی لونڈیوں کے فروج مومنین کے لئے مباح ٹھہرانا

۵۔ عن محمد بن مضارب قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا محمد خذہذہ

الجاریۃ تخلدک وتصیب منها فاذا خرجت فاردها الینا

محمد بن مضارب کہتا ہے کہ مجھے امام جعفر صادق نے فرمایا یہ لونڈی لے جا تیری خدمت بھی کرے گی اور اس کے ساتھ جماع بھی کر لینا اور جب رخصت ہونے لگے تو پھر ہمیں واپس دیتے جانا (تا کہ کسی دوسرے مومن کا کام چل سکے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی)

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰۔ استبصار ج ۲ ص ۷۴)

۶۔ عن حسین العطار قال سألت ابا عبد اللہ عن عاریۃ الفرج قال لا بأس

به قلت وان کان منہ ولد؟ فقال لصاحب الجاریۃ الا ان یشرط علیہ

حسین عطار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرج زن بطور عاریت لینے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے میں نے دریافت کیا اگر اس سے بچہ پیدا ہو جائے تو آپ نے فرمایا وہ لونڈی والے کا ہوگا (تا کہ اس کا بھی بھلا ہو اور لونڈی کچھ لے کر دوبارہ اس کے پاس جائے۔ سیالوی) ہاں اگر شرط کر لے کہ جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی میری ہوگی تو پھر اولاد اسی عاریت پر لونڈی کا فرج استعمال کرنے والے کی ہوگی (یعنی دوہرا فائدہ اسی کو ہوالذت نفس بھی حاصل ہوگی اور پیداوار بھی حاصل ہوگی۔ سیالوی)

تحلیل اور عاریت سے تجاوز کا حکم اور زنا کی حلت

فضل بن یسار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا:

رجل عنہ جاریۃ نفیسة وہی بکر احل لایحہ مادون فرجھا لہ ان

یقتضھا قال لا یس لہ الا ما احل لہ منها ولو احل لہ قلبہ منها لم یحل لہ

ماسوی ذلک. قلت. ارایت ان احل له مادون الفرج فغلبته الشهوة فاقضها  
 قال. لا ینبغی له ذلک قلت فان فعل یكون زانیاً؟ قال لا ولكن خائناً وبعزم  
 لصاحبها عشر فیمتها ان کانت بکرا وان لم تکن بکرا فنصف عشر قیمتها ۛ

ایک آدمی کے پاس نفیس ترین باکرہ لونڈی ہو اور وہ اس کے فرج کو استعمال کرنے کی  
 رخصت نہیں دیتا لیکن اس کے علاوہ ہر قسم کا انتفاع حلال ٹھہراتا ہے تو کیا ایک مرتبہ حاصل کر لینے  
 کے بعد اس کے ساتھ جماع کر کے اس کی بکارت زائل کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جس  
 قدر نفع اٹھاتا اس نے حلال کیا ہے بس اسی قدر حلال ہے۔ حتیٰ کہ صرف اس کا بوسہ لینا حلال کیا  
 ہے تو صرف بوسہ لینے کا ہی حقدار ہے۔ میں نے کہا حلال تو اس نے فرج کے علاوہ سب کچھ کر دیا  
 ہے لیکن اگر شہوت غالب آجائے اور وہ شخص اس کے ساتھ جماع کر کے اس کی بکارت زائل کر  
 دے؟ آپ نے کہا اس کے لئے یہ اقدام مناسب نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا ایسا کرنے پر وہ  
 زانی ٹھہرے گا (اور اس پر رحم یا کوڑوں کی سزا عائد ہو سکتی ہے؟) آپ نے کہا نہیں! زانی تو نہیں  
 ہوگا لیکن امانت میں خیانت کا مرتکب ہوگا بس لونڈی کے مالک کو باکرہ ہونے کی صورت میں  
 اس کی قیمت کا دسواں حصہ دے دے اور باکرہ نہیں تھی تو بیسواں حصہ (مقصد یہ کہ کچھ گنوا  
 کر جائے تو مالک کے لئے کچھ لے کر جائے)

کسی لونڈی سے زنا کرنے کے بعد مالک سے

معافی لے لینے پر مشورہ بخشش

۸۔ ابوہشیل سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ علیہ السلام سے دریافت کیا۔ ایک مسلمان  
 شخص ہے جو کسی لونڈی سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے اس کی توبہ کی کیا صورت ہے؟ فقال یتاہبہ  
 فیمنہ وہ سالہ ان یجعلہ من ذلک فی حل ولا یعود قلت فان لم یجعلہ من

ذکر فی حل قال رضی اللہ عنہما وھو زان خائن قال قلت فالنار مصیرہ  
قال شفاعۃ محمد ﷺ و شفاعتا تحیط بذنوبکم یامعشر الشیعۃ ولا تعودون  
و تتکلون علی شفاعتنا واللہ ما ینال شفاعتا اذار کب هذا حتی یصیبہ الم  
العذاب ویری هول جہنم ﴿

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰، ۱۹۹ کتاب النکاح)

آپ نے کہا۔ اس کے پاس جائے اسے صورت حال بتائے اور اس سے مطالبہ کرے کہ  
میرے لئے وہ کاروائی حلال کر دے اور دوبارہ یہ حرکت نہ کروں گا۔ میں نے کہا اگر وہ شخص اپنی  
لوٹھی کے ساتھ اس کے زنا کو حلال نہ ٹھہرائے اور اس فعل سابق کو مباح نہ ٹھہرائے؟ تو آپ نے  
فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بحیثیت زنا کار اور خیانت کار کے پیش ہوگا۔ میں نے عرض کیا  
تو کیا (آپ کا شیعہ ہو کر بھی اتنی سی بات پر) دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا حضرت  
محمد ﷺ کی شفاعت اور ہماری شفاعت تمہارے گناہوں کا احاطہ کرے گی۔ اگر وہ شیعہ تم گناہوں  
سے باز نہیں آتے اور ہماری شفاعت پر بھروسہ کرتے ہو ایسے شیعہ کا گروہ اور ٹھہرنے کی جماعت محمد  
ﷺ کی اور ہماری شفاعت ایسے مجرموں اور بدکاروں کو نصیب نہیں ہوگی جب تک وہ عذاب کا  
رنج والم اور جہنم کی ہولناکی اور خوفناکی دیکھ نہیں لیں گے۔

## مقام غور

عاریت اور تحلیل ماسوائے فرج کی ہو اور زنا کرنے بھی تو دوسواں اور بیسواں حصہ دے  
دینا کافی اور زنا کا جرم ختم اور پہلے فحور زنا کرنے بعد میں معافی مانگ لے۔ اگر لوٹھی کے  
مانگ کی نگاہ کرم ہو جائے تو پاک صاف ہو گیا۔ کیا ان روایات کے بعد بھی کسی شخص کے لئے اس  
امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش رہ گئی کہ اس مذہب میں زنا حلال ہے اور اس مذہب کے پرستار

قضاء شہوت اور تسکین نفس کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

مقصود ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو

مذہب بھی وہ چاہیے کہ زنا بھی حلال ہو

حالانکہ فعل زنا ثابت ہونے کے بعد محض بندوں کے معاف کرنے سے یہ معاف نہیں

ہوسکتا کیونکہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے جبکہ قصاص ثابت ہونے کے بعد اولیاء، مقتول معاف

کر سکتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ مگر واہ رے اس رنگیلا شاہی مذہب کے بانی

کہ اس فبیح ترین فعل کو بھی مباح کر دیا ہے۔

شیعہ صاحبان ہر مسئلہ میں کوئی نہ کوئی روایت اپنے مخالفین کی پیش کر کے مومنین کی

دلجوئی کر دیتے تھے کہ اس معاملے میں ہم اکیلے نہیں ہیں۔ لیکن اس مسئلہ میں تو ابو جعفر طوسی کو یہ

تسلیم کیے بغیر چارہ نہ رہا۔ ان هذا مما ليس يوافقنا عليه احد من العامة و مما يشفعون

(استبصار ج ۲ ص ۷۴)

به علينا۔

اس مسئلہ میں جمہور اہل اسلام میں سے کوئی بھی ہمارے ساتھ متفق نہیں ہے بلکہ یہ

مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کی وجہ سے وہ ہم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں (اور کیوں نہ کریں

اسلام ایسی بے غیرتی اور بے حیائی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ سیالوی)

## زنا کار لونڈی کا دودھ پاک کرنے کی ترکیب اور حیلہ

۱۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال فی رجل کانت له مملوكة فولدت من

فجور فکره مولاها ان ترضع له مخافة ان لا یكون ذلك جائزا فقال له ابو

عبد اللہ۔ فحلل خادمک من ذلك حتی یطیب اللبن۔ (فروع کافی ج ۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں مروی ہے جس کی



مملوکہ لونڈی نے زنا کاری سے بچے کو جنم دیا اور اس کا مالک اسی لونڈی کا دودھ اپنی اولاد کو پلانا اس اندیشہ کے تحت پسند نہیں کرتا کہ یہ ناجائز نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ اپنے خادم کو یہ جرم معاف کر دے تاکہ دودھ پاکیزہ اور حلال ہو جائے۔

۲۔ **عن محمد بن مسلم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی امرأة الرجل یکون**

**لہا الخادم قد فجرت فیحتاج الی لبنہا قال مرہا فتحللہا یطیب اللبن ﴿**

محمد بن مسلم نے امام صادق سے ایک شخص کی عورت کے متعلق روایت کا ہے جس کی خادمہ نے فسق و فجور کا ارتکاب کیا اور صاحب اولاد ہو گئی بعد ازاں اس گھرانہ کو اس کے دودھ سے استفادہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا اپنی بیوی کو حکم دے کہ لونڈی کے جرم زنا کو معاف کر دے تو وہ دودھ پاک اور حلال و طیب ہو جائے گا۔ (فروع کافی ج ۲)

**(ف) ما شاء اللہ دودھ پاک کرنے کا خوب طریقہ ہے اور ایسا ہی پاکیزہ دودھ پینے والے ہی**

مخلص شیعہ بن سکتے ہیں اور اصحاب رسول علیہ السلام کو سب و شتم کرنے والے۔ رہا یہ معاملہ کہ

تحلیل صرف دودھ کو پاک کرے گی یا سابقہ زنا کو بھی تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ زنا

اور ولادت اس دودھ کے تولد کا سبب ہیں اور وہ باقی ہے تو دودھ میں خبث بھی باقی ہے اور اس

سے خبث ختم ہوا تو اس کا سبب بھی ختم ہو گیا اور اس مضمون کی روایت پہلے درج ہو چکی ہے کہ

لونڈی سے زنا کرنے والا اس کے مالک سے معافی مانگ لے اور وہ معاف کر دے تو زانی نہیں

سمجھا جائے گا اور معافی نہ ملنے کی صورت میں زانی اور خانن سمجھا جائے گا اور عذاب دیا جائے

گا۔ لہذا ابو جعفر طوسی کا یہ کہنا کہ اس معافی سے صرف دودھ پاک ہوگا سابقہ فعل اوز کر توت

دونوں حلال اور جائز نہیں ہوگا۔ (استبصار ج ۲ ص ۱۷۰) درایت اور روایت دونوں کے خلاف

ہے جب مستقبل میں زنا کو حلال کر سکتا ہے وہ ماضی میں کیا ہوا زنا معافی دے کر کالعدم کیوں نہیں